۳
تاریخ اسلام
امیر المومنین کی حیات طیبہ
مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامی
مترجم: معارف اسلام پبلشرز

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

تاریخ اسلام (۳)

امیر المؤمنین ؑ کی حیات طیبہ

مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامي

مترجم: معارف اسلام پبلشرز

نام کتاب: تاریخ اسلام ۳ (امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات طیبہ)

مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامي

مترجم: معارف اسلام پبلشرز

ناشر: نور مطاف

جلد: سوم

اشاعت: سوم

تاریخ اشاعت: ربیع الثاني۱۴۲۸ھ_ق

تعداد: ۲۰۰۰

Web :www.maaref-foundation.com

E-mail :info@maaref-foundation.com

جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں _

عرض ناشر:

ادارہ معارف اسلام پبلشرز اپنی اصلی ذمہ داری کو انجام دیتے ہوئے مختلف اسلامی علوم و معارف جیسے تفسیر، فقہ، عقائد، اخلاق اور سیرت معصومین (علیہم السلام) کے بارے میں جانے پہچانے محققین کی قیمتی اور اہم تالیفات کے ترجمے اور طباعت کے کام کو انجام دے رہا ہے۔

یہ کتاب تاریخ اسلام ۳ (امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات طیبہ) جو قارئین کے سامنے ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی سیرت اور تاریخ پر لکھی جانے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے گذشتہ سالوں میں ترجمہ کرواکر طبع کیا گیا تھا۔ اس ترجمہ کے دستیاب نہ ہونے اور معزز قارئین کے مسلسل اصرار کے باوجود اس پر نظر ثانی اور اسے دوبارہ چھپوانے کا موقع نہ مل سکا۔

خداوند عالم کے لطف وکرم سے اس سال کہ جسے رہبر معظم (دام ظلہ) کی جانب سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سال قرار دیا گیا ہے، اس نفیس سلسلے کی تیسری جلد کو، نظر ثانی اور تصحیح کے بعد دوبارہ زیور طبع سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ خداوند متعال کے فضل وکرم، امام زمان (عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف) کی خاص عنایت اور ادارے کے ساتھ تعاون کرنے والے محترم فضلاء کے مزید اہتمام وتوجہ سے اس سلسلے کی بعد والی جلد کہ جو حضرت زہرا اور ائمہ معصومین کی حیات طیبہ کے بارے میں ہے کو بھی جلد از جلد چھپوا کر مطالعہ کے شائقین کی خدمت میں پیش کرسکیں گے۔

ان شاء اللہ تعالی

معارف اسلام پبلشرز

حضرت علی ـ کی زندگی مختلف ادوار

حضرت علی علیہ السلام کی تریسٹھ سالہ زندگی کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱ـ ولادت سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے تک ـ

۲ـ بعثت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت تک

۳ـ ہجرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت تک

۴ـ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے خلافت ظاہری تک

۵ـ خلافت ظاہری سے شہادت تک

پہلا سبق

ولادت سے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مبعوث بہ رسالت ہونے تک

ولادت

پیغمبر اکرم ﷺ کے زیر دامن آپ کی پرورش

بعثت سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت تک

حضرت علی علیہ السلام وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے دین اسلام قبول کیا

بے نظیر قربانی

ہجرت سے آنحضرت ﷺ کی رحلت تک

علی علیہ السلام رسول خدا کے امین

علی علیہ السلام رسول خدا ﷺ کے بھائی

علی علیہ السلام اور راہ خدا میں جنگ

علی علیہ السلام جنگ بدر کے بے نظیر جانباز

حضرت علی علیہ السلام رسول ﷺ کے تنہا محافظ

جنگ خندق میں علی علیہ السلام کا کردار

علی ؑ فاتح خیبر

امیر المومنین ؑ کی سیاسی زندگی میں جنگجوئی کے اثرات

حضرت علی ؑ اور پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی

حدیث یوم الدار

حدیث منزلت

قرآن مجید میں حضرت ہارون ؑ کے مقامات و مناصب

حدیث غدیر

سوالات

حوالہ جات

ولادت

حضرت علی ؑ نے ۱۳ رجب بروز جمعہ 'عام الفیل [1] کے تیسویں سال میں (بعثت سے دس سال قبل) خانہ کعبہ میں ولادت پائي اس نومولود بچے کے والد کا نام عمران [2] تھا وہ قبیلہ بنی ہاشم کے سردار تھے اور مکہ کے بااثر لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے آپکی والدہ فاطمہ بن اسد ابن ہاشم ابن عبد مناف تھیں۔ آپ ؑ کو خانہ کعبہ کے طواف کے درمیان دردزہ محسوس ہوا چنانچہ آپ معجزے کے زیر اثر خانہ کعبہ کی عمارت میں داخل ہو گئیں جہاں حضرت علی ؑ کی ولادت ہوئي۔

خانہ کعبہ میں امیر المومنین حضرت علی ؑ کی ولادت کو عام شیعہ مورخین و محدثین اور علم انساب کے دانشوروں نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اور اب تک کسی دوسرے شخص کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئي ہے [3]

پیغمبر ﷺ کے زیر دامن آپ کی پرورش

حضرت محمد ﷺ پر جب پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئي تو اس وقت حضرت علي ؑ کی عمر دس سال

سے زیادہ نہ تھي۔ حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کا وہ حساس ترین دور تھا جس میں حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ عاطفت آپ کی شخصیت کی تشکیل ہوئي آیندہ جو واقعات رونما ہونے والے تھے ان کا چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل علم تھا اور بخوبی یہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہی امت مسلمہ کے امور کی زمام سنبھالیں گے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظم دستورالعمل کے تحت اپنے زیر دامن تربیت کی غرض سے اس وقت جب کہ حضرت علی علیہ السلام کی عمر چھ ہی سال تھی ان کے والد کے مکان سے اپنے گھر منتقل کر لیا تاکہ براہ راست اپنی زیر نگرانی تربیت و پرورش کر سکیں۔[۴]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی علیہ السلام سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کو معمولی دیر کی جدائي بھی گوارا نہ تھی چنانچہ جب کبھی عبادت کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے باہر تشریف لے جاتے[۵] تو حضرت علی علیہ السلام کو بھی ہمراہ لے جاتے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس دور کی کیفیت اس طرح بیان فرمائي ہے: یہ تو آپ سب ہی جانتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے کس قدر انسیت تھی اور مجھے جو خاص قربت حاصل تھی اس کا بھی آپ کو علم ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پر شفقت آغوش میں پرورش پائي ہے جب میں بچہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے گود میں لے لیا کرتے تھے مجھے آپ گلے سے لگاتے تھے اور اپنے ساتھ سلاتے تھے میں اُن کے بدن کو اپنے بدن سے چمٹا لیتا تھا اور آپ کے بدن کی خوشبو سونگھتا تھا، آپ نوالے چباتے اور میرے منھ میں دیتے تھے"۔

جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے اسی طرح میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز اپنے اخلاق فضائل کا پرچم میرے سامنے لہراتے اور فرماتے کہ میں بھی آپ کی پیروی کروں۔[۶]

اس دوران حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق گرامی اور فضائل انسانی سے بہت زیادہ کسب فیض کیا اور آپ کی زیر ہدایت و نگرانی روحانیت کے درجہ کمال پر پہنچ گئے۔

بعثت سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت تک

حضرت علی علیہ السلام وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے دین اسلام قبول کیا _

حضرت علی علیہ السلام کا اولین افتخار یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے دین اسلام قبول کیا بلکہ صحیح معنوں میں یوں کہیئے کہ آپ نے اپنے قدیم دین کو آشکار کیا _

دین اسلام قبول کرنے میں پیشقدمی وہ اہم موضوع ہے جس کو قرآن نے بھی بیان کیا ہے[۷] یہی نہیں بلکہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے قبل دین اسلام قبول کیا اور راہ خدا میں اپنے جان و مال کو نثار کیا انھیں ان لوگوں پر فوقیت دی ہے جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور جہاد کیا[۸] اس پس منظر میں اس شخص کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو سب سے پہلے دین اسلام سے مشرف ہوا اور اس وقت ایمان لایا جب کہ ہر طرف دشمنان اسلام کی طاقت کا ہی دور دورہ تھا یہ ایک عظیم افتخار تھے کہ دیگر تمام فضائل اس کی برابری نہیں کرسکتے _

بہت سے مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر پہلی مرتبہ وحی پیر کے دن نازل ہوئي اور اس کے اگلے دن حضرت علی علیہ السلام ایمان لائے _[۹]

حضرت علیہ السلام نے دین اسلام قبول کرنے میں جو دوسروں پر سبقت حاصل کی سب سے پہلے خود پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کی صراحت کرتے ہوئے صحابہ کے مجمع عام میں فرمایا تھا "روز قیامت مجھ سے حوض کوثر پر وہ شخص سب سے پہلے ملاقات کرے گا جس نے دین اسلام قبول کرنے مےں تم سب پر سبقت کی اور وہ ہے علی بن ابی طالب علیہ السلام [۱۰]

خود حضرت علی علیہ السلام نے بھی مختلف مواقع پر اس حقیقت کی صراحت فرمائي ہے_ایک جگہ آپ فرماتے ہیں " اس روز جب کہ اسلام کسی کے گھر تک نہیں پہنچا تھا اور صرف پیغمبر اکرم ﷺ و حضرت خدیجہ علیہا السلام اس دین سے مشرف ہوئي تھیں میں تیسرا مسلمان تھا_میں نور وحی و رسالت کو دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا_[۱۱]

دوسری جگہ آپ فرماتے ہے: "خداوندا میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کیا، تیرے پیغام کو سنا امور تیرے پیغمبر ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا "[۱۲]

بے نظیر قربانی

آپ کے دیگر افتخار میں سے ایک افتخار یہ بھی ہے جب آپ ؑ شب ہجرت (جو کے لیلۃ المبیت کے نام سے مشہور ہے) پیغمبر اکرم ﷺ کے بستر پر سو گئے اور اس دوران آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینے ہجرت فرمائي اور تمام مورخین نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے اہل قریش میں سے چالیس بہادروں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس رات رسول خدا ﷺ کو قتل کر دیں اس غرض سے انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر کو نرغے مےں لے لیا ـ اس رات حضرت علی ؑ نے اپنی جان کی بازی لگا کر آنحضرت ﷺ کی حفاظت فرمائي اور جو خطرات رسول خدا ﷺ کو پیش آنے والے تھے ان کو اپنے مول لے لیا ـ

یہ قربانی اس قدر اہم اور قابل قدر تھی جیسا کہ متعدد روایات [۱۳] سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائي (ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رءوف بالعباد)[۱۴] یعنی انسانوں میں سے کوئي ایسا بھی ہے جو رضائے الہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے ـ

ہجرت سے آنحضرت ﷺ کی رحلت تک

علي ؑ رسول خدا ﷺ کے امین

پیغمبر اکرم ﷺ کو جب یہ حکم ملا کہ مکہ سے مدینہ تشریف لے جائیں تو آپ ﷺ کو اپنے قبیلے کے افراد میں کوئي بھی ایسا شخص نظر نہ آیا جو حضرت علی ؑ سے زیادہ امین و صادق ہو چناچہ اس بناء پر رسول خدا

نے علی ؑ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور فرمایا کہ لوگوں کو ان کی امانتیں جو آپ ﷺ کے پاس تھیں واپس کردیں اور آپ ﷺ پر جو قرض واجب ہیں انھیں بھی ادا کردیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی دختر فاطمہ ؑ اور بعض دیگر خواتین کو ساتھ لے کر مدینہ آجائیں ۔

رسول خدا ﷺ کی ہجرت کے بعد حضرت علی ؑ ان امور کو انجام دینے کے لئے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا تین دن تک مکہ میں تشریف فرما رہے اس کے بعد آپ اپنی والدہ فاطمہ' دختر رسول خدا حضرت فاطمہ ؑ فاطمہ بن زبیر اور دیگر بعض عورتوں کے ہمراہ پیدل مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور قبا میں پیغمبر ﷺ سے جا ملے (۱۵)

جس وقت رسول خدا ﷺ کی نظر حضرت علی ؑ پرپڑی تو دیکھا کہ حضرت علی ؑ کے پیروں میں پیدل چلنے سے چھالیں پڑ گئي ہیں اور ان سے خوں ٹپکنے لگا ہے پیغمبر اکرم ﷺ کی انکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے فرط محبت سے گلے لگا لیا اور آپ کے حق مےں دعا کی اس کے بعد آپ نے لعاب دہن حضرت علي ؑ کے پیروں پر لگایا جس کی وجہ سے زخم بھر گئے ۔ (۱۶)

علي ؑ رسول خدا ﷺ کے بھائي

ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے جو اہم و سودمند اقدامات کئے ان میں ایک یہ تھا کہ مہاجرین و انصار کے درمیان رشتہ اخوت و برادری برقرار کیا چنانچہ اس وقت مسجد میں جتنے بھی لوگ موجود تھے ان کے درمیان رسول خدا ﷺ نے حضرت علی ؑ کے علاوہ رشتہ برادری قائم کر دیا ۔ حضرت علی ؑ تنہا رہ گئے تھے آپ نے پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں عرض کیا : یا رسول اللہ آپ نے میرے علاوہ ہر ایک کو رشتہ برادری میں منسلک کر دیا ؟ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے وہ تاریخی جملہ اپنی زبان مبارک سے ادا کیا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نظر میں حضرت علي ؑ کا کیا مقام تھا اور آپ کی نظروں میں انکی کتنی وقعت و اہمیت تھی ۔

آپ نے فرمایا " قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا میں نے تمہارے

رشتہ برادری میں تاخیر نہیں کی بلکہ تمہیں اپنے رشتہ اخوت و برادری کے لیے منتخب کیا ہے تم ہی دین و دنیا میں میرے بھائی ہو "(۱۷)_

علی علیہ السلام اور راہ خدا میں جنگ

حضرت علی کی شخصیت اپنی قربانیوں اور راہ حق میں جانبازیوں کے باعث صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان لاثانی و بے مثال ہے (۱۸) غزوہ تبوک کے علاوہ آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور غزوہ تبوک میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق آپ مدینہ میں مقیم رہے یہ آپ کی قربانی اور جانبازی کا ہی نتیجہ تھا کہ سپاہ اسلام نے سپاہ شرک پر غلبہ حاصل کیا اگر اسلام کے اس جیالے کی جانبازیاں نہ ہوتیں تو ممکن تھا کہ وہ مشرک و کافر جو مختلف جنگوں میں اسلام کے خلاف بر سرپیکار رہے چراغ رسالت کو آسانی سے خاموش اور پرچم حق کو سرنگوں کر دیتے_

یہاں ہم حضرت علی علیہ السلام کی ان قربانیوں کا سرسری جائزہ لیں گے جو آپ نے جنگ کے میدانوں (بدر' احد' خندق اور خیبر)میں پیش کیں _

علي علیہ السلام جنگ بدر کے بے نظیر جانباز

جنگ بدر میں حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت دو وجہ سے نمایاں رہی_

۱_جنگ فرد بفرد: جس وقت مشرکین کے لشکر سے عتبہ' شیبہ اور ولید جیسے تین نامور دلیروں نے میدان جنگ میں اتر کر سپاہ اسلام کو للکارا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر حضرت عبیدہ بن حارث' حمزہ بن عبدالمطلب اور علی بن ابی طالب علیہ السلام ان سے جنگ کرنے کے لئے میدان جنگ مےں اتر آئے_ چنانچہ حضرت عبیدہ عتبہ سے' حضرت حمزہ، شیبہ سے اور حضرت علی علیہ السلام ولید سے برسرپیکار ہو گئے_

مورخین کا بیان ہے: حضرت علی علیہ السلام نے پہلے ہی وار میں دشمن کو قتل کر ڈالا' اس کے بعد آپ علیہ السلام حضرت حمزہ کی مدد کے لئے پہنچے اور ان کے حریف کے بھی دم شمشیر سے دو ٹکڑے کردیئے اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت عبیدہ کی جانب مدد کی غرض سے بڑھے اور ان کے حریف کو بھی ہلاک کر ڈالا (۱۹)۔

اس طرح آپ علیہ السلام لشکر مشرکین کے تینوں نامور پہلوانوں کے قتل میں شریک رہے۔چنانچہ آپ نے معاویہ کو جو خط لکھا تھا اس میں تحریر فرمایا کہ وہ تلوار جس سے میں نے ایک ہی دن میں تیرے دادا (عتبہ)'تیرے ماموں (ولید)'تیرے بھائی (حنظلہ)اور تیرے چچا (شیبہ) کو قتل کیا تھا اب بھی میرے پاس ہے (۲۰)۔

۲۔ اجتماعی و عمومی جنگ۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جنگ بدر میں لشکر مشرکین کے ستر (۷۰) سپاہی مارے گئے جن میں ابوجہل' امیہ بن خلف' نصر بن حارث و... اور دیگر سربرآوردہ سرداران کفار شامل تھے' ان میں سے ستائیس سے پینتیس کے درمیان حضرت علی علیہ السلام کی شمشیر کے ذریعہ لقمہ اجل ہوئے، اس کے علاوہ بھی دوسروں کے قتل میں بھی آپ کی شمشیر نے جوہر دکھائے۔چنانچہ اس وجہ سے قریش آپ کو "سرخ موت" کہنے لگے کیونکہ اس جنگ میں انھیں ذلت و خواری امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں نصیب ہوئی تھی (۲۱)۔

حضرت علی علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تنہا محافظ

جنگ احد میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے کردار کا جائزہ دو مراحل 'یعنی مسلمانوں کی فتح و شکست ' کے پس منظر میں لیا جاسکتا ہے۔

مرحلہ فتح و کامیابی:

اس مرحلے میں لشکر اسلام کو کامیابی اور مشرکین کو پسپائی آپ ہی کے دست مبارک سے ہوئی۔ لشکر قریش کا اولین پرچمدار طلحہ بن ابی طلحہ جب حضرت علی علیہ السلام کے حملوں کی تاب نہ لاتے

ہوئے زمین پر گر گیا تو اس کے بعد دوسرے نو افراد نے یکے بعد دیگر پرچم لشکر اپنے ہاتھوں میں لیا لیکن جب وہ بھی حضرت علی علیہ السلام کی شمشیر سے مارے گئے تو لشکر قریش کے لئے راہ فرار کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا (۲۲)_

مرحلہ شکست:

جب آبنائے "عینین" کے بیشتر کمانداروں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے سرتابی کی اور اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو اس وقت خالد بن ولید اپنے گھڑ سوار لشکر کے ساتھ اس پہاڑ کا چکر کاٹ کر اس آبنائے کی راہ سے مسلمانوں پر ایک دم حملہ آور ہوا چونکہ یہ حملہ اچانک اور انتہائی کمر شکن تھا اسی لئے جنگ کے اس مرحلے میں ستر مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوئی اور باقی جو چند بچ گئے تھے انھوں نے راہ فرار اختیار کی_

اس مرحلے میں حضرت علی علیہ السلام کا اہم ترین کردار یہ تھا کہ آپ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مقدس کی پاسبانی و حفاظت کے فرائض انجام دے رہے تھے_

ان حالات مےں جبکہ چند مسلمانوں کے علاوہ سب اپنی جان بچانے کی خاطر میدان جنگ سے فرار کر گئے اور لشکر قریش نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرف سے اپنے حملوں کا نشانہ بنا لیا تو اس وقت حضرت علی علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے اپنے حملوں سے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکا چنانچہ دشمنان اسلام کا وہ گروہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آکر حملہ کرنا چاہتا تھا آپ ہی کی تیغ سے ہلاکت کو پہنچا_

امیرالمومنین علی علیہ السلام کی یہ قربانی اتنی اہم و قابل قدر تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی مبارک بادی دی چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ فرمایا کہ: "علی منی و انا من علی" (یعنی علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں) اس قربانی کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور جب غیب سے یہ ندا آئی: "لا سیف الا ذوالفقار و لا فتی الا علي" تو دوسروں کو بھی حضرت علی علیہ السلام کی اس قربانی کا اندازہ ہوا (۲۳)

خود حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ اپنی گفتگو کے درمیان اس قربانی کا ذکر کرتے

ہوئے فرمایا: جس وقت لشکر قریش نے ہم پر حملہ کیا تو انصار و مہاجرین نے اپنے گھروں کی راہ اختیار کی مگر میں ستر سے زیادہ زخم کھانے کے باوجود آنحضرت ﷺ کی مدافعت و پاسبانی کرتا رہا_ (۲۴)

حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم ﷺ کی پاسبانی و مدافعت کی خاطر دشمن کا جم کر مقابلہ کیا کہ آپ کی تلوار ٹوٹ گئی اس وقت رسول خدا ﷺ نے اپنی وہ شمشیر جس کا نام "ذوالفقار" تھا آپ کو عطا فرمائی چنانچہ آپ نے اسی سے راہ خدا میں اپنے جہاد کو جاری رکھا_ (۲۵)

جنگ خندق میں علی علیہ السلام کا کردار

مختلف لشکروں (احزاب) کے دس ہزار سپاہیوں نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ جاری رکھا_ اتنی مدت گذرجانے کے بعد بالآخر دشمن کو اس کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ وہ اپنے مضبوط و طاقتور لشکر کو جس طرح بھی ممکن ہو سکے خندق پار کرائے_ اس فیصلے کے بعد عربوں کے "نامور پہلوان عمر بن عبدود" نے اپنے ساتھ پانچ سپاہی لیے اور اس جگہ سے جہاں خندق کم چوڑی تھی پار کرآیا اور جنگ کے لئے للکارا_ حضرت علی علیہ السلام نے اس کی اس دعوت جنگ کو قبول کیا اور اس کے نعروں کا جواب دینے کیلئے آگے بڑھے چنانچہ سخت مقابلے کے بعد عربوں کا وہ دلاور ترین جنگجو پہلوان جسے ایک ہزار جنگی سپاہیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا، حضرت علی علیہ السلام کی شمشیر سے زمین پر گرپڑا عمرو کے ساتھیوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ فرار کرگئے اور ان میں سے جو شخص فرار نہ کرسکا وہ "نوفل' تھا_ چنانچہ وہ بھی حضرت علی علیہ السلام کے ایک ہی وار سے عمرو سے جاملا_ عمرو بن عبدود کی موت (نیز بعض دیگر عوامل) اس امر کا باعث ہوئے کہ جنگ کا غلغلہ دب گیا اور مختلف لشکروں میں سے ہر ایک کو اپنے گھر واپس جانے کی فکر دامنگیر ہوئی_

اس جنگ میں حضرت علی علیہ السلام نے میدان جنگ کی جانب رخ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: خدایا جنگ بدر کے دن عبیدہ اور احد میں حمزہ کو تو نے مجھ سے جدا کردیا اب علی علیہ السلام کو تو ہر گزند سے محفوظ فرما_ اس

کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿رب لا تذرنی فردا و انت خیرالوارثین﴾_ (۲۶)

جب عمرو کے ساتھ میدان جنگ میں مقابلہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"برزالایمان کله الی الشرك کله" (*) یعنی ایمان وشرک کے دو مظہر کامل ایک دوسرے کے مقابل ہیں)

اور جب آپ میدان جنگ سے فاتح و کامران واپس آئے تو پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: "لو وزن الیوم عملک بعمل امة محمد ﷺ لرجح عملک بعلمهم"_(یعنی اگر آج تمہارے عمل کا امت محمد کے تمام اعمال (پسندیدہ) سے مقابلہ کیا جائے تو (بے شک) اس عمل کو ان پر برتری ہوگي_ (۲۷)

علی علیہ السلام فاتح خیبر

پیغمبر اکرم ﷺ نےیہودیوں کے مرکز "خیبر" کا محاصرہ کیا تو اس غزوہ کے ابتدائي دنوں میں حضرت علی علیہ السلام آشوب چشم کے باعث اس میں شریک نہیں ہوسکتے تھےچنانچہ پیغمبر اکرم ﷺ نے پرچم اسلام دو مسلمانوں کو دیا لیکن وہ دونوں ہی یکے بعد دیگرے کامیاب ہوئے بغیر واپس آگئے_

یہ دیکھ کر پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا یہ پرچم ان کا حق نہ تھا علی علیہ السلام کو بلاؤ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھ میں درد ہے_ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: علی علیہ السلام کو بلاؤ وہی ایسا مرد ہے جو خدا اور اس کے رسول کو عزیز ہے وہ بھی خدا اور اس کے پیغمبر ﷺ کو عزیز رکھتا ہے_ (۲۸)

جس وقت حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اکرم ﷺ کے حضور تشریف لائے تو آپ نے دعا فرماتے ہوئے اپنے دہان مبارک سے لعاب ان کی آنکھوں پر لگایا جس کے باعث درد چشم زائل ہوگیا اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے پرچم اٹھایا اور میدان جنگ کی جانب روانہ ہوگئے_

یہودی دلاور اپنے قلعے سے نکل کر باہر آئے_ مرحب کا بھائي حارث نعرا لگاتا ہوا حضرت علی علیہ السلام کی جانب بڑھا مگرچند ہی لمحے بعد اس کا مجروح بدن خاک پر تڑپنے لگا_ مرحب اپنے بھائي کی

موت سے سخت رنجیدہ خاطر ہوا چنانچہ اس کا انتقام لینے کی غرض سے وہ ہتھیاروں سے لیس حضرت علی علیہ السلام سے لڑنے کے لئۓ میدان جنگ میں اتر آیا۔ پہلے تو دونوں کے درمیان کچھ دیر گفت و شنید ہوئی مگر پلک جھپکتے ہی جانباز اسلام کی شمشیر جران مرحب کے سر پر پڑی او آن کی آن میں اسے خاک پر ڈھیر کردیا۔ دوسرے یہودی دلاوروں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو وہ بھاگ گئۓ اور اپنے قلعے میں چھپ گئۓ اور دروازہ بند کرلیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور جب دروازہ بند پایا تو قدرت حق سے اسی دروازے کو جسے بیس آدمی مل کر بند کیا کرتے تھے تن تنہا دیوار قلعہ سے اکھاڑ لیا اور یہودیوں کی قلعہ خندق پر گرایا تاکہ سرباز اسلام اس کے اوپر سے گذر کر فساد اور خطرہ کے آخری سرچشمہ کو کچل دیں۔ (۲۹)

عزوہ خیبر میں چونکہ مسلمانوں کو حضرت علی علیہ السلام کی قربانی و دلاوری سے فتح و کامرانی حاصل ہوئی تھی اسی وجہ سے آپ کو "فاتح خیبر" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کی سیاسی زندگی میں جنگجوئی کے اثرات

حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت و دلاوری اور جرائتیں جوکہ مختلف غزوات، بالخصوص غزوہ بدر میں ابھر کر سامنے آئیں ہم نے انکو مختصر طورپریہاں بیان کیا ہے "جس کی وجہ یہ ہے کہ اسی جنگی پہلو کا اسلام کی آیندہ تاریخ اور آپ علیہ السلام کی سیاسی زندگی کے حالات قلمبند کرنے میں اہم ونمایاں کردار تھے۔ چنانچہ اس کے اثرات و نتائج کی تلاش و جستجو ہمیں تاریخ اسلام میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد سے کرنی چاہیئے

راہ خدا میں علی علیہ السلام کی جانبازیوں اور آپ کے ہاتھوں مشرکین کی ہلاکت (تمام غزوات، بالخصوص غزوہ بدر میں) کی وجہ سے آپ کے خلاف کفار قریش کے دلوں میں وہ دشمنی و عداوت پیدا ہوگئی جس کے اثرات بعد میں منظر عام پر آئے۔

عثمان اور حضرت علی علیہ السلام کے درمیان خلیفہ وقت مقرر کئۓ جانے سے متعلق چھ رکنی کمیٹی میں جو

گفتگو ہوئي اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کفار و قریش کے دلوں میں آپ کے خلاف کس قدر دشمنی وعداوت تھی اس گفتگو کے اقتباس ہم یہاں پیش کرتے ہیں :

"مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں عثمان نے حضرت علی ؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا میں کیا کروں ، قریش آپ کو پسند نہیں کرتے کیونکہ آپ نے ان کے ایسے ستر(۷۰) آدمیوں کو (جنگ بدر و احد اور دیگر غزوات میں)تہ تیغ کیا ہے جن کا شمار قبیلے کے سرداروں اور سربرآوردہ اشخاص میں ہوتا تھا (چنانچہ ان کے دلوں میں بھی کینہ و عداوت ہے"_ (۳۰)

اس کی دوسری مثال یزید کے وہ اشعار ہےں جو اس نے حضرت سید الشہداء ؑ اور آپ کے بہتّر عزیز و اقرباء اور یاران باوفا کی شہادت پر کہے تھے_ وہ لعین جب کہ نشہ فتح وکامرانی میں مست و سرشار تھا اور حسین بن علی ؑ کا سر مبارک اس کے پاس لایا گیا تو اس ملعون نے اس موقعے پر جو اشعار کہے ان کا مفہوم یہ ہے: احمد (پیشوائے اسلام) نے جو کام انجام دیئے ہیں ان کے مقابل اگر میں ان کی آل سے انتقام نہ لوں تو خندف کی نسل سے نہیں_

ہاشم نے دین کے نام پر حکومت حاصل کی تھی ورنہ اس پر نہ غیب سے خبر آئي تھی نہ وحی نازل ہوئي تھي_ ہم نے علی ؑ سے اپنا بدلہ لیا اور سوار شجاع اور سورما (حسین بن علی (ع)) کو قتل کردیا_ (۳۱)

حضرت علی ؑ اور پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشيني

بلا شک و تردید اسلام کے جو عظےم و اہم ترین مسائل ہیں ان میں امت کی ولایت وقیادت نیز امور مسلمین کی راہبری و سرپرستی بھی شامل ہے_ چنانچہ اس اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ کوشش تھی کہ آئندہ جس اسلامی معاشرے کی تشکیل ہوگئي اس کے مسئلہ رہبری کو اپنے زمانہ حیات میں ہی طے کردیں _ چنانچہ "دعوت حق کے اولین روز سے ہی آپ نے توحید کے ساتھ مسئلہ خلافت کو واضح کرنا شروع کردیا تھا_ چونکہ حضرت علی ؑ ہی کی وہ شخصیت تھی جو تمام فضائل وکمالات کی مالک تھی اسلئے خداوند متعال کی طرف سے پیغمبر اکرم ﷺ کو حکم ملا کہ مسلمانوں کے دینی و

دنیوی امور کی سرپرستی کے لئے اپنے بعد ان کی جانشینی کا اعلام فرمادیں_

رسول اکرم ﷺ نے اس الہی پیغام کا اعلان مختلف مواقع پر فرمایا یہاں ہم اختصار کے پیش نظر ان تین احادیث کا ہی ذکر کریں گے جو آپ نے مختلف اوقات میں بیان فرمائی ہیں :

۱_ حدیث یوم الدار

۲_ حدیث منزلت

۳_ حدیث غدیر

حدیث یوم الدار

بعثت کی تین سال کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئي "وانذر عشیرتک الاقربین"[۳۲] یعنی رسول اکرم ﷺ اس کام پر مامور کئے گئے کہ وہ سب سے پہلے اپنے عزیز و اقرباء کو دعوت اسلام دیں _ اس مقصد کے تحت پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم پر حضرت علی علیہ السلام نے بنی ہاشم کے چالیس سرداروں کو جن میں ابوطالب، ابولہب ، حمزہ ، وغیرہ شامل تھے مدعو کیا جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا اے فرزندان عبدالمطلب عرب کے جوانوں میں مجھے کوئي بھی ایسا نظر نہیں آتا جو تمہارے لئے مجھ سے بہتر پیغام لایا ہو_ میں تمہارے لئے ایسا پیغام لے کر آیا ہوں جس میں دونوں جہان کی خیر و سعادت ہے_ خداوند تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف دعوت دوں_ تم میں سے ایسا کون ہے جو اس راہ میں میری مدد کرے تاکہ وہ میرا بھائي ، وصی اور جانشین قرار پائے_ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اس سوال کو تین مرتبہ دہرایا اور ہر مرتبہ حضرت علی علیہ السلام ہی اپنی جگہ سے اٹھے اور انہوں نے اپنی آمادگی کا اعلان کیا_

اس وقت رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا : تو گویا علی علیہ السلام ہی میرے بھائي ، وصی اور جانشین ہیں لہذا تم ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو_[۳۳]

حدیث منزلت

صرف وہ غزوہ جس میں حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم کے پیروی کرتے ہوئے شرکت نہیں کی غزوہ تبوک تھا ۔چنانچہ اس مرتبہ آپ جانشین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے اور ان واقعات کا سد باب کرنے کی غرض سے جن کے رونما ہونے کا احتمال تھا مدینہ میں ہی قیام پذیر رہے۔

جس وقت منافقوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادے کی خبر ہوئي تو انہوں نے ایسی افواہیں پھیلائیں جن سے حضرت علی علیہ السلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوجائے اور حضرت علی علیہ السلام کو یہ بات باور کرادیں کہ اب آپ سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی سی محبت نہیں ۔چنانچہ جب آپ کو منافقین کی ان شرپسندانہ سازشوں کا علم ہوا تو ان کی باتوں کو غلط ثابت کرنے کی غرض سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے گئے اور صحیح واقعات کی اطلاع دي۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیتے ہوئے اس تاریخی جملے سے حضرت علی علیہ السلام کے اس مقام و مرتبہ کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تھا اس طرح بیان فرمایا :"کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان وہی نسبت ہے جو کہ موسی علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے درمیان تھي۔مگر یہ کہ میرے بعد کوئي نبی نہیں ہوگا۔ [۳۴]

قرآن مجید میں حضرت ہارون کے مقامات ومناصب:

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن پاک کی نظر میں حضرت ہارون کے وہ کون سے مناصب و مقامات تھے جو حضرت علی علیہ السلام میں بھی نبوت کے علاوہ (چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی مذکورہ حدیث میں آپ کو اس سے مستثنی قرار دیا ہے) بدرجہ اتم موجود تھے۔

چنانچہ جب ہم قرآن کی جانب رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے مندرجہ ذیل مناصب چاہے تھے۔مقام وزارت :﴿واجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخي'﴾۔ [۳۵] ۔"میرے کنبے سے ہارون کو وزیر مقرر کردے جو کہ میرے بھائي ہیں"۔

تقویت و تائید "واشد به ازري" _ اس کے ذریعے میرا ہاتھ مضبوط کر

مقام نبوت: "واشرکه فی امري" اور اس کو میرے کام میں شریک کردے"_

حضرت موسی علیہ السلام نے جو چیزیں خداوند تعالے سے مانگیں اس نے ان کا مثبت جواب دیا اور مذکورہ تمام مقامات حضرت ہارون کو عطا کردیئے_ چنانچہ اس سلسلے میں قرآن مجید فرماتا ہے:"قد اوتیت سوالک یا موسي_ "اے موسی جو تم نے مانگا ہم نے عطا کیا"_

اس کے علاوہ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی غیر موجودگی میں حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کیا_ (وقال موسی لاخیه ہارون اخلفنی فی قومي) موسی نے حضرت ہارون سے کہا تم میری قوم میں میرے خلیفہ اور جانشین ہو"_

حدیث منزلت کے مطابق وہ تمام مناصب و مقامات جو ہارون کے لئے بیان کئے گئے ہیں ، صرف ایک منصب کے علاوہ کہ جسے آیت سے مستثنی قرار دیا ہے، حضرت علی علیہ السلام کے لئے ثابت ہیں_

اس لحاظ سے حضرت علي علیہ السلام ہی امت مسلمہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یاور و مددگار اور خلیفہ ہیں_ [۴۰]

حدیث غدیر

ہجرت کے دسویں سال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت "حجۃ الوداع" [۴۱] سے واپس تشریف لا رہے تھے تو ماہ ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو آپ نے "غدیر خم" کے مقام پر فرمان خداوندی کے مطابق حکم دیا کہ سارے مسلمان یہاں توقف کریں اس کے بعد ایک لاکھ سے زیادہ افراد کی موجودگی میں حمد و ستائشے باری تعالی کے بعد جو خطبہ دیا اسے جاری رکھتے ہوئے آپ نے دریافت فرمایا : اے لوگو تم میں ایسا کون ہے جسے تمام مومنین پر برتری حاصل ہو ؟

سب نے کہا یہ تو خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتا ہے_ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالی نے مجھے ولایت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے تمام مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ تصرف کا حق حاصل ہے_

اس کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ اونچا کیا چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس وقت وہاں جمع تھے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش بدوش دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا مولا و سرپرست میں ہوں علی علیہ السلام اس کا مولا و سرپرست ہے_[۴۲] چنانچہ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا_

اس کے بعد مزید فرمایا: "اے پروردگار تو اسے دوست رکھ جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو علی علیہ السلام کو دشمن رکھے_ خداوندا یاران علی علیہ السلام کی مدد فرما اور اس کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر_[۴۳]

یہ تھیں وہ سرافرازیاں جو حضرت علی علیہ السلام نے زندگی کے اس اولین مرحلے میں حاصل کیں کہ جس کی مدت دس سال سے زیادہ نہ تھی_ اگرچہ دیگر کتب میں آپ کی سوانح حیات مفصل طور پر بیان کی گئی ہے مگر یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے انہی پر اکتفا کرتے ہیں_

سوالات

۱۔ حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے مختلف ادوار کے بارے میں لکھیئے؟

۲۔ بعثت سے قبل حضرت علی علیہ السلام کی زندگی میں کون سا اہم ترین واقعہ پیش آیا؟آپ کے اقوال کے روشنی میں اس کی مختصراً وضاحت کیجئے؟

۳۔ حضرت علی علیہ السلام کے امتیازات وافتخارات میں سے ان دو کی کیفیت بیان کیجئے جو بعثت کے بعد اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے قبل رونما ہوئے۔

۴۔ جنگ بدر میں حضرت علی علیہ السلام کا کیا کردار رہا اختصار سے لکھ یے۔

۵۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟

۶۔ حضرت علی علیہ السلام نے مختلف جنگوں (بالخصوص جنگ بدر)میں دلاوری کے جو جوہر دکھائے اور مشرکین کو قتل کیا وہ آپ کی سیاسی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوئے اور کب منظر عام پر آئے ان کی کوئی مثال لکھیئے

۷۔ حدیث "یوم الدار" کی مختصر وضاحت کیجئے اور بتایئے مذکورہ حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام علیہ السلام کی جانشینی پر کس طرح دلالت کرتی ہے؟

حوالہ جات

۱_ عام الفیل وہ سال کہلاتا ہے جس میں ابرہہ ہاتھیوں پر سوار لشکر کے ساتھ کعبہ کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے آیا تھا_

۲_ حضرت عمران کے چار فرزند تھے جن کے نام طالب ، عقیل ، جعفر اور علی تھے وہ ابوطالب کی کنیت سے مشہور تھے_ بعض مورخین نے حضرت علی علیہ السلام کے والد کا نام عبدمناف بھی بیان کیا ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۱)

۳_ حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کو اہل سنت کے محدثین و مورخین نے بھی اپنی کتابوں میں خانہ کعبہ میں تحریر کیا ہے منجملہ ان کے مسعودی نے مروج الذہب (ج ۲ ص ۳۴۹) حاکم نے مستدرک (ج ۳ ص ۴۸۳) اور آلوسی نے شرح قصیدہ_ عبدالباقی افندی ص ۱۵ مزید تفصیل کیلئے اہل سنت کے دانشوروں کے نظریات کو جاننے کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "الغدیر" ج ۴ ص ۲۳_ ۲۱

۴_ سیرت ابن ہشام ج ۱ / ۲۶۲ ، کامل ابن اثیر ج ۲/ ۵۸ کشف الغمہ ج ۱ / ۷۹ ، تاریخ طبری ج ۲ / ۳۱۲ البتہ مورخین کی رائے میں حضرت علی علیہ السلام کے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر منتقل ہونے کا سبب وہ قحط سالی تھی جس سے شہر مکہ دوچار ہوا تھا اور ابوطالب کی زندگی چونکہ تنگ دستی میں گزر رہی تھی اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجویز پر آپ کے قبیلے کے لوگ ان کے ہر فرزند کو اپنے ساتھ لے گئے اور حضرت علی علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ لے آئے لیکن شہید مطہری نے نقل مکانی کی اس وجہ کو مسترد کیا ہے اور اسے مورخین کے ذہن کی اختراع قرار دیا ہے_ جس کا سبب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اقدام کی اہمیت اور قدر وقیمت کو کم کرنا مقصود ہے اس سلسلے میں موصوف کا مطمع نظر متن کتاب میں ملاحظہ ہو_

۵_ تاریخ طبری ج ۲/ ۳۱۳ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳/ ۱۹۹_ کشف الغمہ ج ۱ / ۱۱۷ کامل ابن اثیر ج ۲ /۵۸ وسیرۃ ابن ہشام ج ۱ / ۲۶۳

۶_ نہج البلاغہ خطبہ قاصعہ (۱۹۲) ولقد کنت اتبعه اتباع الفصیل اثر امه یرفع لی کل یوم من اخلاقه علماً یا مرنی بالاقتداء به

۷_ سورہ واقعہ آیہ ﴿السابقون السابقون اولئك المقربون﴾_ جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت

کی وہی افراد خدا کی رضا و رحمت کے حصول میں سبقت رکھتے ہیں _

۸_ سورہ حدید آیہ ۱۰ ﴿لاَيَستَوى منكُم مَن أَنفَقَ من قَبل الفَتح وَقَاتَلَ أُولَئكَ أَعظَمُ دَرَجَةً من الَّذينَ أَنفَقُوا من بَعدُ وَقَاتَلُوا ﴾"تم میں سے جو لوگ خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے"_

۹_ سیرت ابن ہشام ج ۱ / ۲۳۶ ، کشف الغمہ ج ۱/ ۱۱۳ ، تاریخ طبری ج ۲/ ۳۱۰ _ سنن ابن ماجہ ج ۱ / ۵۷

۱۰_ "اولكم ورداً على الحوض اولكم اسلاماً على بن ابى طالب _ مستدرک حاکم ج ۳/ ۱۳۶ ، کشف الغمہ ج ۱ / ۱۰۵ _ تاریخ بغداد ج ۲/ ۸۱ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ / ۳۸۵ وغیرہ مزید اطلاع کیلئے ملاحظہ ہو الغدیر ج ۳/ ۲۲۰

۱۱_ نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲ _"ولم يجمع بيت واحد يومئذ فى الاسلام غير رسول الله وخديجة انا ثالثهما ارى نور الوحى و الرسالة واشم ريح النبوة"_

۱۲_ نہج البلاغہ خ ۱۳۱ _ اللهم انى اول من اناب وسمع واجاب

۱۳_ روایات سے مزید آگہی کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر برہان ج ۱ / ۲۰۶ ، تفسیر المیزان ج ۲/ ۹۹، مطبوعہ جامعہ مدرسین بحار ج ۱۹ صفحات (۵۶_ ۴۸_ ۸۷)

۱۴_ بقرہ آیہ ۲۰۷

۱۵_ قبا مدینہ سے دو فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے یہاں قبیلہ بنی عمرو بن عوف آباد تھا (معجم البلدان) ج ۴ / ۳۰۱

۱۶_ اعیان الشیعہ ج ۱/ ۳۷۷ (دس جلدی) منقول از سیرت حلبی و اسد الغابہ

۱۷_ والذى بعثنى بالحق ... الخ ... انت اخى فى الدنيا و الاخرة_ مستدرک حاکم ج ۳/ ۱۴

۱۸_ "غزوہ" اصطلاح میں اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں پیغمبر اکرم ﷺ بذات خود موجود رہتے تھے_ ایسی جنگوں کی تعداد چھبیس یا ستائیس ہیں اور جن جنگوں میں رسول خدا ﷺ موجود نہ تھے انہیں اصطلاحاً "سریہ" کہا جاتا ہے جن کی تعداد پینتیس سے چھیاسٹھ تک کے درمیان بتائی گئی ہے_

۱۹_ الصحیح من سیرة النبی ج ۳/ ۱۹۲ ، بحار ج ۱۹/ ۲۲۵ _ ۲۵۴ _ ۲۹۰

۲۱_ الصحیح من سیرۃ النبی ج ۳/ ۲۰۳_ ۲۰۲_ مناقب ج ۲/ ۶۸ نیز ملاحظہ ہو بحار ج ۱۹/ ۲۷۹_ ۲۷۶_ ۲۹۱

۲۲_ بحار ج ۲۰/۵۰_ ۵۱، الصحیح من سیرۃ النبی ﷺ ج ۴/ ۲۱۸_ ۲۱۳_

۲۳_ ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۲/ ۵۱۴ کامل ابن اثیر ج ۲/ ۱۵۴ و شرح ابن ابی الحدید ج ۱۴/ ۲۵۰ اس واقعے کا ذکر تمام مذکورہ کتب میں مختصر سے فرق کے ساتھ موجود ہے_

۲۴_ بحار ج ۲۰/ ۷۰ خصال صدوق (مترجم) ج ۲/ ۱۲۷_

۲۵_ بحار ج ۲۰/ ۵۴ تفسیر علی ابن ابراہیم سے منقول_

۲۶_ ۱۲۷_ بحار ج ۲۰/ ۲۱۶_ ۲۱۵_

۲۷_ بحار ج ۲۰/ ۲۰۵_

۲۸_"ا رونیه ترونی رجلاً یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله (ارشاد مفید/ ۶۶)_

۲۹_ ارشاد مفید/ ۶۴/ ۶۵ بحار ج ۲۱/ ۱۶_ ۱۴_

۳۰_ شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۲۳_ الصحیح ج ۳/ ۲۲۰_

۳۱_ مقتل خوارزمی ۲/ ۵۹_

لستُ من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل

لعبت هاشم بالملك فلا خبر جاء و لا وحی نزل

قد اخذنا من علی ثارناوقتلنا الفارس اللیث البطل

۳۲_ سورہ شعراء ۲۱۴_

۳۳_ تاریخ طبری ج ۲/ ۳۲۱ و ۳۲۰ کامل ابن اثیر ج ۲/ ۶۳_ ۶۲ مجمع البیان ج ۸/ ۷ الغدیر ج ۲/ ۲۷۸ "فا یکم یؤازرنی علی هذاالامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم ...؟ ان هذا اخی و وصیي وخلیفتي فیکم فاسمعوا له واطیعوه"_

۳۴_اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی_ غایۃ المرام کے صفحہ ۱۵۲ سے ۱۰۷ پر ایک سو ستر (۱۷۰) محدثین کے طریق سے "حدیث منزلت" کو نقل کیا گیا ہے ان میں سے سو طریق اہل سنت والجماعت کے ہیں_ صاحب المراجعات نے بھی (۱۳۹_ ۱۴۱) پر مذکورہ حدیث کو صحیح

مسلم ، بخاری ، سنن ابن ماجہ ومستدرک حاکم اور اہل سنت کے دیگر مصادر سے نقل کیا ہے_

۳۵_سورہ طہ ۲۹_۳۰_

۳۶__۳۷_۳۸_سورہ طہ آیات ۳۱_۳۲_۳۶_

۳۹_سورہ احزاب آیت ۱۳۲_

۴۰_رہبری امت مصنفہ جعفر سبحانی سے ماخوذ صفحات ۱۶۸_۱۶۷_

۴۱_فرمان خداوندی سورہ مائدہ آیت ۶۷"﴿يأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلّغ مَا أُنزلَ إلَيكَ من رَبّكَ وَإن لَم تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رسَالَتَهُ وَاللهُ يَعصمُكَ من النَّاس﴾'_

۴۲_من كنت مولاه فهذا على مولاه _اللهم وال من والاه و عاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله_

ملاحظہ ہو الغدیر ج ۱/ ۱۱_۹

دوسرا سبق

رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک

وفات پیغمبر ﷺ کو جھٹلانا

غیر متوقع حادثہ

پیغمبر ﷺ کی جانشینی کا مسئلہ شیعوں کی نظر میں

لاتعلقي

امت کی پریشانی کا خطرہ

لوگوں کا دور جاہلیت کی جانب واپس چلے جانے کا خطرہ

منافقین کا خطرہ

شوری

وصی اور جانشین کا تقرر

سقیفہ میں رونما ہونے والے حالات

اس خطبے کے اہم نکات

انصار کا رد عمل

علی علیہ السلام کی بیعت کے بارے میں تجویز

سقیفہ کے واقعات کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا رد عمل

علی علیہ السلام نے کیوں عجلت نہیں کي؟

سوالات

حوالہ جات

رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک [۱]

پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ حیات میں حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے تعمیری اور کردار ساز بعض حادثات وواقعات کا جائزہ ترتیب وار گذشتہ فصل میں لیا جاچکا ہے_ چونکہ ہمارا مطمع نظر تاریخ اسلام کا تجزیہ و تحلیل ہے نہ کہ ان بزرگوار شخصیات کے احوال زندگی کو بیان کرنا اسیلئے بہت سے ایسے واقعات جن کا امام علیہ السلام نے ان مراحل میں سامنا کیا ، ان کا ذکر نہیں کیاجاسکا_ اب ہم یہاں پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد تاریخ اسلام کے واقعات کا جائزہ لیں گے_

وفات پیغمبر ﷺ کو جھٹلانا

رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد سب سے پہلا واقعہ جو مسلمانوں کے سامنے آیا وہ عمر کی جانب سے رونما ہوا چنانچہ انہوں نے رسول خدا ﷺ کے گھر کے سامنے باآواز بلند کہا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول خدا ﷺ کی رحلت ہوگئي میں اسی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا اگرچہ حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ رسول ﷺ نے وہ آیت بھی سنائي جس کا مفہوم یہ ہے کہ موت سے پیغمبر ﷺ کو بھی مفر نہیں [۲] مگر اس کا ان پر اثر نہ ہوا ابوقت رحلت ابوبکر مدینہ سے باہر تھے_ چند لحظے گذرنے کے بعد وہ بھی آن پہنچے اور عمر کی داد و فریاد کی جانب توجہ کي ے بغیر وہ پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر میں داخل ہوگئے اور رسول خدا ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر ایک طرف کرکے بوسہ دیا اور مسجد میں واپس آگئے اور یہ اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ رحلت فرماگئے ہیں _ اس کے بعد انہوں نے بھی اسی آیت کی تلاوت کی اس پر عمر نے کہا ایسا لگتا ہے کہ میں نے آج تک گویا یہ آیت سنی ہی نہیں تھی [۳]

غیر متوقع حادثہ

جس وقت حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے میں مشغول اور مسلمان تکمیل غسل و کفن کا انتظار کر رہے تھے تاکہ نماز جنازہ میں شرکت کر سکیں خبر آئي کہ کچھ لوگ "سقفیہ بنی ساعدہ" میں جمع ہیں او رخلیفہ منتخب کئے جانے کے بارے میں بحث کر رہے ہیں اور قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کا نام خلافت کے لئے پیش کیا گیا ہے_

عمر اور ابوبکر نے جیسے ہی یہ خبر سنی فوراً سقیفہ کی طرف روانہ ہوئے_ راستے میں ابوعبیدہ بن جراح کو بھی مطلع کیا اور تینوں افراد نے سقیفہ [۴] کی جانب رخ کیا_

اس وقت تک معاملہ انصار کے ہاتھ میں تھا لیکن جیسے ہی یہ تینوں مہاجر وہاں پہنچے تو تنازع شروع ہوگیا اور ہر شخص اپنی اہلیت وشایستگی کی تعریف کرنے لگا_ بالآخر ابوبکر کو پانچ رائے کے ذریعے سقیفہ میں خلیفہ چن لیا گیا_

برادران اہل سنت نے اس واقعہ کو حقیقت سمجھ لیا اور خلیفہ کے انتخاب کو مشاورت اور اجماع مسلمین کا نام دے کر اسے تسلیم کرلیا_

اس حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل عنوانات کا تجزیہ کیاجائے تاکہ اصل واقعے کی وضاحت ہوسکے_

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا مسئلہ شیعوں کی نظر میں

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات میں ہی فرمان خدا کے ذریعے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طے اور واضح کردیا تھا اور جو کچھ سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش آیا وہ فرمان خدا اور حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف محض ایک تحریک تھي_

گذشتہ فصل میں ہم نے چند ایسی دلیلیں اور حدیثیں بیان کی تھیں جو مذکورہ دعوے کو ثابت کرتی ہیں_یہاں اس مسئلے کا تاریخی واقعات کی روشنی میں جائزہ لیاجائے گا_

پیغمبر اکرم ﷺ کے دوش مبارک پر ایک عالمی تحریک کی قیادت تھی یہ بات بھی واضح و روشن ہے کہ اس تحریک کے پروان چڑھنے اور سیاسی ، ثقافتی نیز اجتماعی سطح پر گہری تبدیلی لانے کیلئے رسول خدا ﷺ کا زمانہ رسالت (بعثت سے رحلت تک) کافی نہ تھا اگرچہ اسلام کے اس عظےم رہبر و پیشوا نے اس مختصر و محدود عرصے میں ہی انسان کی تکمیل اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے بہت عظیم و اساسی اقدامات کئے لیکن اس عالمی تحریک کو آپ ﷺ کے بعد بھی جاری و ساری رہنا تھا_

اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت اچانک واقع نہیں ہوئي بلکہ آپ ﷺ نے اس کے وقوع پذیر ہونے سے کچھ عرصہ قبل محسوس کرلیا تھا کہ جلد ہی اس دنیا سے کوچ کرجائیں گے_ چنانچہ آپ نے "حجۃالوداع" کے موقع پر کھلے لفظوں میں اس کا اعلان بھی کردیا تھا اس کے بعد آپ کے پاس اسلام کے مستقبل سے متعلق سوچنے کے لئے وقت کافی تھا اور آپ کوئي اصولی روش وتدبیر اختیار کرکے ان عوامل کی پیش بندی کرسکتے تھے جن سے انقلاب خداوندی کی راہ میں آئندہ کسی خطرے کے آنے کا امکان ہوسکتا تھا_ ان حالات و واقعات کے بارے میں غیبی عوامل کی مدداور سرچشمہ وحی سے ارتباط کو علیحدہ کرکے بھی غور کیاجاسکتا ہے ایسی صورت اور ان واقعات کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کے سامنے اسلام کے مستقبل سے متعلق تین ہی ممکن راہیں ہوسکتی تھیں :

لا تعلقي

شوري

اپنے وصی اور جانشین کے بارے میں وصیت

اب ہم تاریخی حقائق اور ان سیاسی واجتماعی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو اس وقت اسلامی معاشرہ پر حکم فرما تھے مذکورہ بالا تینوں راہوں کا اجمالی جائزہ لیں گے_

لاتعلقي

لاتعلقي سے مراد یہ ہے کہ ہم اس بات کے قائل ہوجائیں کہ رسول خدا ﷺ کو اسلام کے مستقبل سے کوئي سروکار نہ تھا بلکہ آنحضرت ﷺ نے اسے نوشتہ تقدیر اور آئندہ حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا تھا۔

پیغمبر اکرم ﷺ جیسی شخصیت کے بارے میں ایسی بے سروپا باتوں کا فرض کرلینا کسی طرح بھی حقائق وواقعات کے موافق نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی اسلامی رسالت کا مقصد یہ تھا کہ دور جاہلیت کے جتنے بھی رگ وریشے اس دور کے انسان میں ہوسکتے تھے انہیں اس کے دل وجان کے اندر ہی خشک کردیا جائے اور اس کے بجائے ایک جدید اسلامی انسان کی تعمیر کی جائے۔ جب بھی کوئي ہادی و راہنما نہ ہو تو معاشرہ بے سرپرست رہ جائے اور انقلاب میں ایک ایسا خلاء پیدا ہوجائے گا جس کی وجہ سے اس کو مختلف قسم کے خطرات لاحق ہوجائیں گے۔ مثال کے طورپر:

لوگوں کا دور جاہلیت کی جانب واپس چلے جانے کا خطرہ

اس میں کوئي شک نہیں ہے کہ روح رسالت اور رسول ﷺ کی تحریک کے مقاصد کو وہی شخص پایہ تکمیل تک پہنچاسکتا تھا کہ جس کو رسول ﷺ نے پہچنوایا تھا اور امت کے کسی فرد میں اسکی صلاحیت نہ تھی کہ وہ رسول کے بعد زمام داری اور رسالت کے مقصد کے درمیان کوئي متین تناسب قائم کرسکے اور اسلامی معاشرہ سے ان جاہلی تعصبات کو دور کرسکے جو ابھی تک معاشرہ کی رگ وپے میں موجود تھے کہ جس نے انہیں مہاجر، انصار، قریش و غیر قریش اور مکی و مدنی وغیرہ میں تقسیم کر رکھا تھا۔

تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کاغذ و دوات لے آؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے تم (میرے بعد)ہرگز گمراہ نہ ہو[۵]

رسول خدا ﷺ کا یہ فرمانا ہی اس بات کی واضح و روشن دلیل ہے کہ آیندہ رونما ہونے والے خطرات کے بارے میں آپ کو تشویش تھی اور ان کا سدباب کرنے کے لئے آپ ﷺ کوشاں تھے۔

شوری

شوری سے مراد یہ ہے کہ گویا رسول خدا ﷺ نے اپنے بعد مسلمانوں کی رہبری کو انہی کے وست اختیار میں دے دیا تھا کہ جسکو چاہیں منتخب کر لیں۔

اگرچہ اسلام نے قانون اور اصول شوری (مشاورت)کا احترام کیا ہے اور قرآن میں اس کا شمار اوصاف مومنین میں ہوتا ہے [۶] لیکن اس کا تعلق ان واقعات سے ہے جو مسلم معاشرے کے درمیان رونما ہوتے ہیں اور ان کی بارے میں کوئي نص صریح موجود نہ ہو کیونکہ اسلام کے قوانین و احکام مشوروں سے طے نہیں ہوتےیہی وجہ تھی کہ وہ ذمہ داریاں (تکالیف) جو وحی کی ذریعے معین کی گئیں تھیں ان کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے کسی سے مشورہ نہ کیا چنانچہ مسئلہ ولایت و امامت کا شمار بھی ایسے ہی مسائل میں ہوتاہے جو امور مشاورت کی حدود سے خارج ہیں یہی نہیں بلکہ اس کے بارے میں رسول خدا ﷺ بھی اپنی رائے کا اظہار نہیں فرما سکتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ جس وقت قبیلہ بنی عامر کی ایک جماعت پیغمبر اکرم ﷺ سے ملاقات کرنے کے لئے آئي اور اس نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم اس شرط پر ایمان لانے کو تیار ہیں کہ آپ اپنے بعد خلافت ہماری تحویل میں دے دیں اگرچہ اس وقت پیغمبر اکرم ﷺ انتہائي پر آشوب حالات سے دو چار تھے نیز قریش [۷] کی جانب سے آپ پر سخت دباؤ بھی تھا اور آپ ﷺ کو خوفزدہ کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی تھی مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام خداند تعالی کا ہے (اور اس میں مجھے کوئي اختیار نہیں)وہ جسے بھی مناسب سمجھے گا اسے ہی میرے بعد میرا جانشین مقرر کرے گا [۸]۔

اس کی علاوہ اسلام کی فلاح و بہبود کی خاطر پیغمبر اکرم ﷺ نظام شوری کو سودمند اقدام خیال فرماتے تو آپ یقینا اپنے زمانہ حیات کے دوران ایسے دستورات عمل کا سلسلہ مرتب فرماتے جس کے ذریعے امت مسلمہ خود کو اس اقدام کے لئے تیار کر لیتی کہ شوری کے ذریعے نظام حکومت جاری رکھ سکے کیونکہ دور جاہلیت کے نظام حکومت میں کوئي ایسا ادارہ کارفرمانہ تھا جو شوری کی ذریعے نظام حکومت چلا سکے اگرچہ رسول خدا ﷺ نے کسی وقت بھی نظام شوری اور راس کے دائرہ عمل نیز مشخصات کو منفی قرار نہیں دیا اور نہ ہی مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائي کہ وہ اس سے گریز کریں۔

اس سے قطع نظر ابو بکر نے جب عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا تو یہ اس امر کی واضح دلیل تھی کہ اس اقدام کے ذریعے نظام شوری کی نفی کی گئي اور یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ نظام شوری کے حامی نہ تھے اور آپ ﷺ اسے اپنا حق سمجھتے تھے کہ زمانہ حیات میں کسی ایسے شخص کو مقرر فرما دیں جو رحلت کے بعد آپ کا جانشین ہو سکے یہی نہیں بلکہ عمر بھی خلیفہ مقرر کرنا اپنا حق سمجھتے تھے اور اسے انہوں نے چھ افراد کے درمیان محدود کر دیا تھا تاکہ وہ اپنے درمیان میں سے کسی ایک شخص کو خلیفہ مقرر کر لیں اور ان افراد کے علاوہ انہوں نے تمام امت مسلمہ کو اس حق سے محروم کر دیا تھا۔

وصی اور جانشین کا تقرر

وصایت (عملی جانشینی) سے ہماری مراد یہ ہے کہ تنہا ایک یہی ایسی راہ ہے جو حقائق اور فطرت اور خلافت کی واقعیت سے عین سازگار ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے اسلام کی آیندہ فلاح و بہبود کی خاطر یہ مثبت اقدام فرمایا تھا اور خدا عالم کے حکم سے ایک شخص کو جانشین کی حیثیت سے مقرر کر دیا تھا چنانچہ صرف یہی ایک ایسا مثبت اقدام تھا جو مستقبل میں اسلام کی خیر و صلاح اور رسالت کو خطرات سے محفوظ رکھنے کا ضامن ہو سکتا تھا۔ اسلام میں سبقت، اور دوسرے مسلمانوں کی نسبت علي علیہ السلام کی واضح و امتیازی خصوصیات کی بناء پر کسی دوسرے شخص کو ان کے علاوہ

پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی کا حق حاصل نہ تھا ۔

رسول خدا ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کی باہمی زندگی کے ایسے بہت سے شواہد موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس حیثیت سے حضرت علی علیہ السلام کی تربیت فرمارہے تھے کہ آیندہ اسلامی معاشرے کے آپ علیہ السلام ہی قائد و رہبر ہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے آپ علیہ السلام کو حقائق رسالت کی بہت سے خصوصیات سے نوازا تھا حضرت علی علیہ السلام جب کبھی پیغمبر اکرم ﷺ سے کوئي بات دریافت فرماتے تو آپکا سوال ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کلام کی ابتدا فرماتے اور تہذیب و افکار کے ہدایا و تحائف کی دولت سے آپ علیہ السلام کو معزز و مفتخر فرماتے چنانچہ روز و شب کا زیادہ وقت باہمی گفتگو اور خلوت مےں گذرتا ۔

اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی کا مختلف مواقع پر اعلان بھی فرما دیا تھا چنانچہ اس ضمن میں بکثرت احادیث نبوی موجود ہیں جس میں سے حدیث یوم الدرار' حدیث الثقلین' حدیث منزلت اور سب سے اہم غدیر (حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر مسلمانوں کا بیعت کرنا) قابل ذکر اور اس دعوے کی شاہد و گواہ ہیں [۹] ۔

مزید برآں رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے حوادث رونما ہوئے اور آپ نے پوری زندگی جہاد و ذمہ داری میں گذاری جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ علیہ السلام ہی رسول ﷺ کے جانشین ہیں آپ کی لیاقت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ جن مسائل کو حل کرنا خلفاء کے لئے ناممکن تھا انھیں آپ ﷺ ہی سے حل کرتے تھے لیکن اس کے برعکس ہمیں خلفاء کے زمانہ میں ایک موقعہ بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں امام علیہ السلام نے کسی مشکل کے حل کیلئے یا اسلام کے نظریہ سے مزید آگہی کے لئے کسی سے رجوع کیا ہو [۱۰]

سقیفہ میں رونما ہونے والے حالات

معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ نامی دو افراد کے دلوں میں " سعد بن عبادہ خزرجی " کے

خلاف کدورت تھی ان کے ذریعے عمر اور ابوبکر کو خبر ملی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو رہے ہیں چنانچہ یہ دونوں حضرات نہایت عجلت کے ساتھ اضطراب و پریشانی کے عالم میں ابو عبیدہ کے ہمراہ سقیفہ میں داخل ہوئے عمر گفتگو کا آغاز کر کے ابوبکر کی خلافت کیلئے میدان ہموار کرنا چاہتے تھے لیکن ابوبکر نے منع کر دیا اور کہا کہ اگر مجھ سے کوئي فرو گذاشت ہو جائے تو تم اس کی تلافی کرو چنانچہ اس کے بعد انھوں نے تقریر شروع کی اور خداوند عالم کی وحدنیت اور رسالت رسول خدا ﷺ کی شہادت کے بعد کہا کہ مہاجرین میں ہم وہ پہلے افراد تھے جنھوں نے دین اسلام قبول کیا اور اس لحاظ سے تمام لوگ ہمارے پیروکار ہیں ہم طائفہ رسول خدا ﷺ اور مرکز قبائل عرب میں سے ہیں نیز ان کے درمیان نقطئہ ربط و تعلق ہیں آپ انصار بھی خدا و رسول کے یاور و مددگار ہیں پیغمبر اکرم ﷺ کے پشتیبان اور ہمارے سردار ہیں دین اور اس کے فائدے میں آپ ہمارے شریک ہیں _ خداوند تعالی کی رضا میں راضی رہے اور اس پاک پروردگار نے تم سے مہاجر بھائیوں کے لئے جو کچھ چاہا اسے قبول کرنے میں لائق و شائستہ ترین افراد ثابت ہوئے لیکن تمہیں اس پر حسد نہیں کرنا چاہیے اسلام کی ترقی کی خاطر تم نے مشکلات میں اپنی طاقت کے جوہر دکھائے اس بنا پر تمہارے لئے یہ زیبا نہیں کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اس دین کی بیخ کُنی کرو_ میں تمہیں ابو عبیدہ اور عمر کی بیعت کی دعوت دیتا ہوں میں دونوں ہی کو قابل و اہل سمجھتا ہوں (۱۱) ... اس موقع پر ان دونوں نے کہا : لوگوں میں سے کسی کو تم پر برتری حاصل نہیں ہے_ تم پیغمبر اکرم ﷺ کے یار غار ہو...

اس خطبے کے اہم نکات

ابو بکر نے جو تقریر کی اس کے بعض نکات کا ذکر کرنا یہاں ضروری ہے_ (۱۲)

ابوبکر نے پہلے مہاجرین کی تعریف کی تاکہ ان کی عظمت انصار کے ذہنوں پر نقش ہو جائے اس کے بعد جس حد تک ممکن تھا اُس نے انصار کی بھی تعریف و توصیف بیان کی اور خود کو منصف کی حیثیت سے ظاہر کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انصار کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اس تردو کے بر خلاف جو

خلافت کے سلسلہ مےں انصار کے ذہنوں میں تھا ابوبکر نے یقین کے ساتھ کہا مہاجرین کی خلافت جو خدا کی مرضی کے مطابق ہے اوریہی خدا کا حتمی فیصلہ ہے چنانچہ ہر قسم کا تذبذب ختم ہو گیا ابوبکر نے خلافت کو مہاجرین کا مسلم حق ثابت کرنے کے بعد اس سلسلہ میں انصار کی کسی بھی فعالیت کو خدا سے عہد شکنی اور دین کو برباد کرنے کے مترادف قرار دے دیا اپنی تقریر کے آخر میں ابوبکر نے حاضرین کو عُمر و ابوعبیدہ کی بیعت کی دعوت دی وہ طبیعی طور پر ابوبکر کو مقدم سمجھتے تھے گویا وہ پہلے ہی خلیفہ کی تعیین کے سلسلہ میں منصوبہ بنا چکے تھے۔ (۱۳)

انصار کا ردّعمل

پروگرام کے تحت ابوبکر کی ہونے والی تقریر سن کر انصار اپنے گذشتہ موقف سے ہٹ گئے اور انہوں نے مہاجرین کے سامنے اپنے سر خم کر دیئے ان میں "حباب بن منذر" ہی ایک ایسے انصار تھے جنہوں نے کھڑے ہو کر یہ دھمکی دی کہ اگر مہاجرین انصار سے مصالحت نہیں کرتے تو ہم علیحدہ مستقل حکومت قائم کر لیں گے لیکن عمر نے فورا ہی اس کی گفتگو کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ افسوس دو تلواریں ایک میان میں نہےں سما سکتیں خدا کی قسم عرب اس بات پر ہرگز راضی نہےں ہوں گے کہ حکومت تمہارے حوالے کر دی جائے اس کی وجہ یہ تھے کہ پیغمبر اکرم ﷺ تم میں سے نہےں تھے۔ (۱۴) مہاجرین اور انصار کے درمیان حصول اقتدار کی خاطر بہت سخت کشمکش ہونے لگی چنانچہ انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا قبیلہ اوس کے سردار "اسید بن حضیر" کا میلان مہاجرین کی طرف تھا ، اس نے اظہار رغبت کیا انکی پیروی کرتے ہوئے "بشیر بن سعد خزرجی" نے لوگوں کو مہاجرین کی بیعت کی جانب رغبت دلانا شروع کی بالاخر اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کا فیصلہ ابوبکر کے حق میں ہو گیا اور انھیں پانچ رائے کے ذریعے خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ (۱۵)

اس واقعے کا اگر اجمالی طور پر جایزہ لیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ سقیفہ میں جو کچھ پیش آیا

اور اس میں ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا گیا وہ انتخاب کے اصول و ضوابط کے منافی تھا ـ
اس معاملے مےں فیصلہ اتنی عجلت و جلدی سے کیا گیا کہ کسی صاحب فکر شخص کو اتنا موقعہ ہی نہےں دیا گیا کہ وہ اس مسئلے کے بارے میں غور و فکر کر سکے اور کسی مخالف کو بھی اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ اپنے دعوے کے حق میں دلیل پیش کر سکے اس عجلت وتندی کے باعث روح انتخابات کی اچھی طرح پائمالی کی گئي کہ حتی کہ ان لوگوں سے بھی جو سقیفہ میں موجود تھے حق رائے دہی سلب کر لیا گیا شروع سے آخر تک ذاتی میلانات و احساسات کار فرما رہے اس کے علاوہ انتخاب اس طرح کیا گیا کہ بیشتر مسلمان قطعی لاعلم و بے خبر رہے اور جنہیں اطلاع بھی ہوئي تو وہ رسول خدا ﷺ کے مراسم تجہیز و تکفین میں منہمک و مشغول تھے وہ سقیفہ والے انتخابات میں شریک نہیں ہو سکتے تھے ـ
جانشین رسول خدا ﷺ کے انتخاب کے لئے جس مجلس کی تشکیل کی گئي تھی اس میں کم از کم کوئي ایسا شخص تو اپنے افراد خاندان کے ہمراہ وہاں پیش پیش رہتا جس کی قدر و منزلت پیغمبر اکرم ﷺ کی نظروں میں وہی تھی جو حضرت ہارون کی حضرت موسي علیہ السلام کے نزدیک تھی اس واقعے پر جب ہم شروع سے آخر تک نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں یہ سب اس طرح پیش آیا کہ قبیلہ بنی ہاشم بالخصوص اس کے سردار یعنی امیر المومنین علی علیہ السلام ان واقعات سے قطعی بے خبر اور لاعلم رکھا گیا ـ

علی علیہ السلام کی بیعت کے بارے میں تجویز

حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اکرم ﷺ کے جسد مبارک کی تجہیز و تدفین میں منہمک و مشغول تھے کہ ابو سفیان 'جس مےں حس تدبر و سیاست فہمی بہت تیز تھی 'پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر پہنچا تاکہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرے اور حضرت علی علیہ السلام کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ آپ علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرے لیکن حضرت علی علیہ السلام اسکی نیت کو جانتے تھے لہذا اسکی باتوں کو قطعی اہمیت نہ دی اور فرمایا تمہارا مقصد مسلمانوں کے درمیان فتنہ پھیلانا ہے ـ [۱۶]
جس وقت ابوسفیان نے یہ تجویز پیش کی تو عین اس وقت حضرت عباس نے بھی چاہا کہ اپنے

بھتیجے کے دست مبارک پر بیعت کریں لیکن حضرت علی علیہ السلام نے ان کی تجویز کو بھی منظور کرنے سے انکار کردیا_ (۱۷)
حضرت عباس کی تجویز کو حضرت علی علیہ السلام نے کیوں منظور نہیں فرمایا اس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا ، یہاں ابو سفیان کی تجویز کے بارے میں وضاحت کردینا ضروری ہے کہ ابو سفیان کی پیشکش حسن نیت پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد اختلاف و فتنہ برپا کرنا تھا اس نے جانشینی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مسلمانوں کی رسہ کشی اور اختلاف کو اچھی طرح محسوس کرلیا تھا وہ جانتا تھا کہ ابوبکر و عمر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے چکر میں ہیں اور اسے یہ معلوم تھا کہ سیاسی اور معنوی اعتبار سے بنی ہاشم ہی ان کا مقابلہ کرسکتے ہیں لہذا وہ اپنے ناپاک مقصد کے حصول کے غرض سے خدمت امام علیہ السلام میں آیا اور آپ کو جنگ کیلئے ابھارا_
آپ نے ابوسفیان کی گفتگو سے اس اختلاف کا اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں میں ایک طوفان دیکھ رہا ہوں کہ جس کی منھ زوریوں کو خون ہی روک سکتا ہے (۱۸) پھر آپ اپنی رائے میں صحیح تھے اگر بنی ہاشم اور ان کے سردار حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام فداکاری اور صبر سے کام نہ لیتے تو اس طوفانی اختلاف کو کشت و خون کے علاوہ کوئی چیز خاموش نہیں کرسکتی تھی_

سقیفہ کے واقعات کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا ردعمل

سقیفہ میں جو اجتماع ہوا تھا وہ اس طرح اختتام پذیر ہوا کہ انصار و مہاجرین میں سے چند افراد نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے بعد یہ مجمع مسجد کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہاں عام مسلمان بیعت کرسکیں عمر اس مجمع میں پیش پیش تھے اور راہ میں جو بھی ملتا اس سے کہتے کہ وہ ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلے_ (۱۹)
حضرت علی علیہ السلام ابھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد مبارک کے تکفین و تدفین میں مشغول و منہمک تھے کہ لوگوں کے شور و غل کی صدائیں سنائي دیں اور صحیح واقعے کا اس کے ذریعے علم ہوا خلافت کی اہلیت کے

بارے میں جب مہاجرین کی یہ حجت و دلیل آپ کو بتائي گئي کہ انہوں نے اس بات پر احتجاج کیا کہ خلیفہ خاندان قریش اور شجر نبوت کی شاخ ہو تو اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے تکیہ تو درخت پر ہی کیا لیکن اس کے پھل کو تباہ کر ڈالا_ (۲۰)

حضرت علی علیہ السلام کا دوسرا رد عمل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد مبارک کی تدفین کے بعد ظاہر ہوا_ حضرت علی علیہ السلام مسجد مےں تشریف فرما تھے اس وقت بنی ہاشم کے افراد بھی کافی تعداد میں وہاں موجود تھے بعض وہ لوگ جو ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے آپ کے اور افراد بنی ہاشم کے گرد جمع ہوگئے اور کہنے لگے کہ طائفہ انصار نیز دیگر افراد نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے آپ بھی بیعت کر لیجئے ورنہ تلوار آپ کا فیصلہ کرے گی_

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان سے زیادہ بیعت کے لئے اہل وقابل ہوں تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت کے باعث خلافت انصار سے لے لی اور انہوں نے بھی یہ حق تسلیم کر لیا خلافت کے لئے میرے پاس بھی دلائل موجود ہیں مےں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات میں ہی نہےں بلکہ رحلت کے وقت بھی ان کے سب سے زیادہ قریب و نزدیک تھا میں وصی 'وزیر اور علم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حامل ہوں ... میں کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے مےں سب سے زیادہ واقف و باخبر ہوں امور کے نتائج کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں ، ثبات و پائداری مےں تم سے سب سے بہتر محکم و ثابت قدم ہوں اس کے بعد اب تنازع کس بات پر ہے؟ (۲۱)

اس پر عمر نے کہا : آپ مانیں یا نہ مانیں ہم آپ کو بیعت کئے بغیر جانے نہیں دیں گے حضرت علی علیہ السلام نے انھیں فیصلہ کن انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ دودھ اچھی طرح دوہ لو اس مےں تمہارا بھی حصہ ہے آج خلافت کے کمربند کو ابو بکر کیلئے مضبوط باندھ لو کل وہ تمہیں ہی لوٹا دیں گے_ (۲۲)

اس وقت وہاں عبیدہ بھی موجود تھے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے چچا زاد بھائي رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی قرابت داري، اسلام میں آپ کے سابق

الاسلام، اور اس کے مددگار اور آپ کی علمی فضیلت سے ہمیں انکار نہیں لیکن آپ ابھی جوان ہیں اور ابوبکر آپ ہی کے قبیلے کے معمر آدمی ہیں اس بار خلافت کو اٹھانے کیلئے وہ بہتر ہیں آپ کی اگر عمر نے وفا کی تو ان کے بعد خلافت آپ کو پیش کردی جائي گی ... لہذا آپ اس وقت فتنہ و آشوب بپانہ کیجئے یہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ عربوں کے دلوں میں آپ کی کتنی دشمنی ہے۔ (۲۳)

حضرت علی علیہ السلام کا تیسرا ردعمل وہ تقریر تھی جو آپ نے مہاجرین و انصار کے سامنے فرمائي اسی تقریر کے دوران آپ نے فرمایا تھا "اے مہاجرین و انصار خدا پر نظر رکھو اور میرے بارے میں تم نے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد و پیمان کیا تھا اسے فراموش نہ کرو حکومت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کو ان کے گھر سے اپنے گھر مت لے جاؤ...

تم یہ بات جانتے ہو کہ ہم اہل بیت اس معاملے مےں تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ کیا تم کسی ایسے شخص کو نہیں چاہتے جسے مفاہیم قرآن، اصول و فروع دین اور سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عبور حاصل ہے تاکہ وہ اسلامی معاشرے کا بحسن و خوبی نظم ونسق برقرار کرسکے ... میں خدائے واحد کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ ایسا شخص ہم میں موجود ہے اور تمہارے درمیان نہیں، نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرو اور حق سے دور نہ ہوجائو نیز اپنے گذشتہ اعمال کو اپنی بد اعمالیوں سے فاسد و کثیف نہ ہونے دو"۔

بشیر بن سعد نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ کہا: اے ابوالحسن اگر انصار نے آپ کی یہ تقریر ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے پہلے سن لی ہوتی تو وہ آدمی بھی ایسے نہ ہوتے جو آپ کے بارے میں اختلاف کرتے۔ (۲۴)

علی علیہ السلام نے کیوں عجلت نہیں کي؟

تاریخ کے اس حصے کا مطالعہ کرنے کے بعد ممکن ہے کہ یہ سوال سامنے آئے کہ اگر حضرت علی علیہ السلام بھی دوسروں کی طرح امر خلافت میں عجلت کرتے اور حضرت عباس و ابوسفیان کی تجویز مان لیتے

تو شاید یہ منظر سامنے نہ آیا ہوتا اس بات کی وضاحت کے لئے یہاں اس بات کا واضح کردینا ضروری ہے کہ آپ کی خلافت کا مسئلہ دو حالتوں سے خالی نہ تھا یا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خداوند تعالی کے حکم سے اس مقام کے لئے منتخب کرلیا تھا (اس پر شیعہ عقائد کے لوگوں کا اتفاق ہے) ایسی صورت میں عوام کا بیعت کرنا یا نہ کرنا اس حقیقت کو بدل نہیں سکتا اور اگر بالفرض خلافت کے معاملے میں امت کو اس کے فیصلے پر آزاد چھوڑدیا تھا تو پھر کیوں حضرت علی علیہ السلام لوگوں کے حق انتخاب کو سلب کرتے_ وہ امت کو اس حال پر چھوڑدیتے کہ وہ جسے بھی چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کریں_

اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد مبارک ابھی زمین کے اوپر ہی تھا ، حضرت علی علیہ السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کے لئے ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ جسد اطہر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین پر رکھے رہنے دیں اور خود اپنے کام کے چکر میں نکل جائیں_

حضرت علی علیہ السلام نے پہلے اپنا فرض ادا کیا پھر لوگوں کے سامنے تشریف لائے_ دوسرے بھی یہ بات جانتے تھے کہ اگر ایسے میں حضرت علي علیہ السلام تشریف لے آتے تو وہ ہرگز اپنے مقصد و ارادے میں کامیاب نہ ہوتے_ چنانچہ دوسروں نے امر خلافت کے سلسلے میں عجلت کی اور حضرت علی علیہ السلام کو اس وقت اطلاع دی جب کام تمام ہوچکا تھا_[۲۵]

سوالات

۱_ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد کیا واقعہ پیش آیا اور وہ کس طرح رفع ہوا؟

۲_ زمانہ مستقبل میں اسلام کی قیادت ورہبری کے سلسلے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی نظر میں کونسی ممکن راہیں تھیں سب کی کیفیت بتایئے اور ہر ایک کا مقصد بیان کیجئے؟

۳_ اگر پیغمبر اکرم ﷺ کی جانب سے کوئي شخص جانشین کی حیثیت سے منتخب نہ کیا گیا ہوتا تو مستقبل میں اسلام کے لئے کیا خطرات لاحق ہوسکتے تھے مختصر طور پر لکھیئے؟

۴_ خلافت کے سلسلے میں جس شوری کی تشکیل کی گئي تھی اسکی نفی کے لئے دو تاریخی شواہد و دلائل بیان کیجئے؟

۵_ امر خلافت میں پیغمبر اکرم ﷺ نے وصایت کو پیش نظر رکھا تھا اس میں تاریخ و احادیث کی بنیاد پر دو دلیل پیش کیجئے؟

۶_ سقیفہ کا واقعہ کس طرح پیش آیا، مہاجرین میں سے وہاں کون لوگ موجود تھے وہ وہاں کس لئے پہنچے اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟

۷_ بیعت کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام پر اپنے چچا عباس اور ابوسفیان کی تجاویز کا کیوں اثر نہ ہوا؟

۸_ واقعہ سقیفہ کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کا کیا رد عمل تھا؟

حوالہ جات

١_ حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے دو واقعات جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات میں پیش آئے وہ مختصر طور پر تاریخ عصر نبوت میں بیان کردیئے گئے ہیں _

٢_ آل عمران ١٤٤ _﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إلاَّ رَسُولٌ قَد خَلَت من قَبله الرُّسُلُ أَفَإين مَاتَ أَو قُتلَ انقَلَبتُم عَلَى أَعقَابكُم﴾(محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول گذر چکے ہیں اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پائوں پلٹ جاؤ گے_

٣_ تاریخ طبری ج ٣/ ٢٠٠ کامل ابن اثیر ج ٢/ ٣٢٣، شرح ابن ابی الحدید ج ١/ ١٢٨_

٤_ سقیفہ کے لغوی معنی سایبان ہیں _ سقیفہ مدینہ میں مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٦٠٠ قدم کے فاصلے پر باب السلام کے راستے میں واقع ہے _یہ جگہ بنی ساعدہ بن کعب خزرمی سے متعلق تھی _ لوگ اس سایبان کے نیچے اپنے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے بعد میں یہ جگہ سقیفہ بنی ساعدہ کے نام سے مشہور ہوگئی_ (معجم البلدان ج ٣/ ٢٢٨)_

٥_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ٦/ ٥١، المراجعات / ٢٦٠_ ٢٥٩ منقول از صحیح بخاری و مسلم ،تاریخ ابی الفداج ١/ ١٥١ائتونی بدواة وصحیفة اکتب لکم کتاباً لا تضلون بعده_

٦_ وامرہم شوری بینھم (سورہ شوری آیت ٣٨)_

٧_ حضرت ابوطالب علیہ السلام و حضرت خدیجہ علیہا السلام کی وفات کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبیلہ بنی عامر کے درمیان سخت رنجش پیدا ہوگئی جس کے باعث قریش پہلے کی نسبت اب زیادہ آپ پر دبائو ڈالنے لگے نیز حملات کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے_

٨_ سیرة ابن ہشام ج ٢/ ٦٦''الامر الى الله یضعه حیث یشاء''

٩_ گذشتہ فصل میں حدیث ثقلین کے علاوہ دیگر احادیث کا مختصر جائزہ لیاجاچکا ہے اسی وجہ سےیہاں اس کے دوبارہ نقل کرنے سے گریز کیا گیا ہے_

١٠_ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ خلفاء وقت نے جب کبھی ضرورت محسوس کی حضرت علی علیہ السلام سے رجوع کیا اور آپ سے درخواست کی ان کی مشکلات حل کرنے میں انکی مدد فرمائیں _ ان واقعات کی کیفیت آیندہ ابواب میں بیان کی جائے گا_

یہ حصہ کتاب تشیع مولود طبیعی اسلام ترجمہ التشیع والاسلام_ شہید باقر الصدر سے ماخوذ ہے ص۲۸_

۱۱_ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱/ ۱۴_ ۳۱_

۱۲_یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابوبکر کی تقریر کے بعد عمر نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے راستہ طے کرنے کے دوران کسی منصوبے یا لائحہ عمل کے بارے میں غور و فکر نہیں کیا ہے سوائے اس کے جو ابوبکر نے بیان کیا ہے مجھے اس سے کلی اتفاق ہے اور جو کچھ انہوں نے اپنی زبان سے کہا ہے بلکہ اس سے بھی بہتر ما من شی کنت زرتہ فی الطریق الا انا بہ او باحسن منہ _تاریخ طبری ج ۳/ ۲۱۹، کامل ابن اثیر ج ۲/ ۳۲۷_

۱۳_ طرح ہای رسالت (ج ۱/ ۲۵۷_ ۲۵۵)کا خلاصہ_

۱۴_ الامامۃ والسیاسۃ(ج ۱/ ۲۱_۱٦)کامل ابن اثیر ج ۲/ ۳۲۹_ ۲۲۸)تاریخ طبری (ج ۳/ ۲۲۰_ ۲۱۸)_

۱۵_ ان پانچ رائے میں سے تین تو ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ کی تھیں اور انصار میں سے دو رائے بشیر ابن سعد و اسید بن حضیر کی تھیں _ ان پانچ افراد کے علاوہ باقی لوگ اپنے سرداران قبائل کے تابع تھے_چنانچہ ہر قبیلے کا سردار جو رائے دیتا اس قبیلے کے تمام افراد اس کی پیروی کرتے اور اپنی مرضی سے کوئی رائے نہ دیتے_

۱٦_ کامل ابن اثیر ج ۲/ ۳۲٦ _تاریخ طبری ج ۳/ ۲۰۹ ارشاد مفید ۱۰۲_

۱۷_ تاریخ طبری ج ۳/ ۲۳۰_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۱۹۲_

۱۸_انی لاری عجاجۃلا یطفئھا الالدم_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲/ ۴۳_ کامل ج ۲/ ۳۲۵_ تاریخ طبری ج ۳/ ۲۰۹_

۱۹_ شرح ابن ابی الحدید ج ۳/۲۰۹_

۲۰_ احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ_ نہج البلاغہ خ ٦٦_

۲۱_ احتجاج طبری ج ۱/۹۵ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱/ ۱۸_

۲۲_ احلب حلباً ہناک شطرہ وشد لہ الیوم لیرد علیک غداً_

۲۳_ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱/ ۱۸ شرح ابن ابی الحدید ج ٦/ ۱۲_ ۱۱_ احتجاج طبرسی ج ۱/ ۹٦_

۲۴_ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱۹/ ۱۸_ احتجاج طبرسی ج ۱/ ۹٦_

۲۵_ ماخوذ از کتاب "خلافت و ولایت" /٦۳_

تیسرا سبق

رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۲

حضرت علی علیہ السلام کے گھرمیں پناہ گزینی

انصار سے مدد چاہنا

حساس صورت حال

قیام نہ کرنے کے دلائل اور وجوہات

معقول فوجی طاقت کی کمي

اسلام اور اسلامی وحدت کا تحفظ

جاہلیت کی طرف بازگشت

کینہ توز دشمن

.بیعت کا انجام

مسئلہ فدک

فدک پر قابض ہونے کے محرکات

۱)مخالفین کو اپنی جانب متوجہ کرنا ۲) جمع وخرچ کی مدمیں کمي

علی علیہ السلام کی اقتصادی قوت کے باعث خطرے کا احتمال

مخالفین کی سرکوبي

شورش کا دباجانا

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی وفات

سوالات

حوالہ جات

حضرت علی عليه‌السلام کے گھر میں پناہ گزینی

صحابہ رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم میں ایسے پاک طینت لوگ بھی موجود تھے جنھوں نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھي_ چنانچہ موصوف کو خلیفہ بنائے جانے پر انہوں نے اعتراض کیا اور اس کے اظہار کے لئے انہوں نے پناہ گزینی کی راہ اختیار کی اور اس مقصد کے لئے بنت رسول صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم حضرت فاطمہ عليها‌السلام کے گھر میں جمع ہوگئے_

ان میں سے بعض افراد کے نام مورخین نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں _[(۱)]

حضرت فاطمہ عليها‌السلام کا گھر رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کی حیات میں خاص احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا_ چنانچہ بنی ہاشم' بعض مہاجرین اور اہل بیت عليهم‌السلام کا آپ کے گھر میں پناہ گزیں ہونے کا فطری طور پر مقصد ہی یہ تھا کہ کوئي شخص زبردستی پناہ گزینوں کی بیعت کی غرض سے مسجد میں لا نہیں سکتا تھا_ بالاخر عمر کو ایک دستے کے ساتھ مقرر کیا گیا کہ وہ حضرت فاطمہ عليها‌السلام کے گھر پر جائیں اور پناہ گزینوں کو نکال کر باہر لائیں تاکہ وہ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کریں _ عمر ایک گروہ کے ساتھ حضرت فاطمہ عليها‌السلام کے گھر کی جانب روانہ ہوئے اور بڑی کشمکش کے بعد حضرت علی عليه‌السلام کو باہر لایا گیا اور آپ کو مسجد لے گئے جہاں آپ کو مجبور کیا گیا کہ ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کریں لیکن حضرت علی عليه‌السلام اپنے ارادے پر قائم رہے_

جب دیکھا کہ حضرت علی عليه‌السلام اپنے عزم و ارادے پر قائم ہیں تو لوگ بھی آپ سے دستکش ہوگئے_[(۲)]

انصار سے مدد چاہنا

اس واقعے کے بعد حضرت علی ؑ اور حضرت فاطمہ ؑ راتوں کو انصار کے گھر تشریف لے جاتے اور اہل بیت سے متعلق پیغمبر اکرم ﷺ کی وصایا اور احادیث کی جانب توجہ دلاتے ہوئے ان سے مدد کے خواہاں ہوتے وہ لوگ جواب میں کہتے اے بنت رسول ﷺ ہم اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اگر تمہارے چچا کے بیٹے نے ابوبکر سے قبل ہم سے بیعت کرنے کے لئے کہا ہوتا تو ہم علی ؑ کے مقابل کسی دوسرے شخص کو ترجیح نہ دیتے۔ اس پر حضرت علی ؑ فرماتے کیا عجیب بات ہے کیا تمہیں مجھ سے یہ توقع تھی کہ جنازہ رسول ﷺ کو تکفین و تدفین کیئے غیر اسے یونہی گھر میں چھوڑ دیتا اور اس حکومت کو حاصل کرنے کی غرض سے' جو اس عظیم المرتبت انسان نے چھوڑی تھی، کشمکش و تنازع میں پڑ جاتا ؟

فاطمہ زہرا ؑ فرماتیں: ابوالحسن نے جو کچھ کیا وہ صحیح تھا اور لوگوں نے جو کچھ کیا ہے خدا ان سے بازپرس کرے گا۔[٣]

حساس صورتحال

حضرت علی ؑ جس کیفیت و حالت سے گذر رہے تھے وہ بہت زیادہ حساس تھی کیونکہ آپ کو جو فرض سپرد کیا گیا تھا وہ نہایت ہی مشکل مگر بہت ہی عظیم و اہم تھا۔ ایک طرف آپ دیکھ رہے تھے کہ خلافت و اسلامی قیادت اصل راہ سے دور ہوگئی ہے جس کے باعث فطری طور پر بہت سے حقوق پائمال ہوکر رہ جائیں گے۔

دوسری طرف آپ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان چونکہ گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے، اسی لئے ان میں اختلافات بھی شروع ہوگئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حساس حالت و کیفیت میں حضرت علی ؑ کا کیا فرض ہے کیا داخلی موقع پرست جماعت کی خودغرضی پر مبنی حرکات کو برداشت کرکے سکوت اختیار کیئے رہنا یا ان حالات کے خلاف سرکشی اور کسی تحریک کا آغاز کرنا؟

اگرچہ مسجد نبوی ﷺ میں مہاجرین و انصار کی موجودگی میں حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے طرفداروں کی پند ونصیحت نیز روشن و واضح تقاریر نے اس حقیقت کو آشکار ا کردیا تھا۔ آپ کے سامنے اب دو ہی راہیں تھیں پہلی تو یہی کہ بغاوت کرکے اپنا حق واپس لے لیا جائے اور دوسری یہ کہ اسلام کے تحفظ کی خاطر سکوت اختیار کیا جائے۔

موجود قرائن ودلائل سے ثابت ہے کہ ان حالات میں حضرت علی علیہ السلام کے لئے قیام کرنا اسلام کے حق میں ہرگز سود مند نہ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوسکتا تھا کہ اسلامی معاشرہ منتشر ہوکر رہ جائے اور لاتعداد گروہ و افراد دین اسلام سے برگشتہ ہوکر واپس عہد جاہلیت میں اور دیگر خرافات کی جانب چلے جائیں۔

قیام نہ کرنے کے دلائل اور وجوہات

حضرت علی علیہ السلام نے مختلف مواقع پر جو تقاریر کیں اگر ہم ان کا اور ان حالات کا جو اس وقت اسلامی معاشرہ پر مسلط و طاری تھے جائزہ لیں تو ہمیں اس سوال کا جواب مل جائے گا کہ حضرت علی علیہ السلام نے کیوں قیام نہیں کیا اب ہم ان نکات کو بیان کر رہے ہیں جن سے یہ باتیں روشن ہوجائےں گی۔

۱۔ معقول فوجی طاقت کی کمي

مندرجہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے خود حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا:

امر خلافت میں میری کوتاہی موت کے خوف کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ رسول خدا ﷺ کے فرمان کے مطابق تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ امت نے تجھ سے خیانت کی ہے، انہوں نے مجھ سے جو عہد کیا ہے اسے وہ وفا نہیں کریں گے۔ درحالیکہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت موسی علیہ السلام

کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے_

اس کے بعد آپ نے مزید فرمایا کہ میں نے سوال کیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر کوئي ایسا شخص مل گیا جو تمہاری مدد کرے تو تم ان سے جنگ وجدال کرنا اور اپنا حق حاصل کرلینا اگر ایسا نہ ہوا تو تم اس خیال سے درگذر کرنا ، اپنی خون کی حفاظت کرنا تاکہ تم میرے پاس مظلوم آؤ_[۴]

آپ نے ایک جگہ اور بھی اس تلخ حقیقت کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا تھا: اگر مجھے چالیس با عزم افراد مل جاتے تو میں اس گروہ کے خلاف انقلاب اور جنگ و جدال کرتا_[۵]

ایک جگہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اطراف میں نظر ڈالی اور دیکھا کہ جز میرے اہل بیت علیہم السلام کے میرا کوئي یار ومددگار نہیں مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ انہیں موت کے منہ میں دے دوں_[۶]

۲_ اسلام اور اسلامی وحدت کا تحفظ

وہ نو مسلم عرب جن میں سے دور جاہلیت کے رسم ورواج کی عادت و خوا بھی مکمل طورپر ختم نہیں ہوئي تھی اور جذبہ ایمان واسلامی عقیدہ ان کے دلوں میں پورے طورپر راسخ نہیں ہوا تھا انہیں مدنظر رکھتے ہوئے ہر قسم کی داخلی جنگ مسلمانوں کی طاقت کے انحلال اور اسلام کے انہدام کا باعث ہوتی بالخصوص ان حالات میں جب کہ "اہل ردہ" نے جزیرہ العرب کے اطراف میں مرکزی حکومت کے خلاف اپنا پرچم لہرادیا تھا[۷] ان کے علاوہ ایران اور روم کی دو شاہنشاہی طاقتیں اس موقع کی تلاش میں تھیں کہ قائم شدہ حکومت سے برسرپیکار ہوں اگر حضرت علی علیہ السلام ان متزلزل مسلمانوں اور بیرونی دشمنوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھی تلوار کا سہارا لیتے اور اپنا حق حاصل کرنے کی خاطر ابوبکر سے جنگ وجدال کرتے تو نوعمر اسلامی طاقت اور مرکزیت کو مدینہ میں نقصان پہنچتا اور اسلام کو نیست ونابود کرنے کی غرض سے بیرونی طاقتوں کے لئے یہ بہترین

موقع ہوتا شاید یہی وجہ تھی کہ سقیفہ کے واقعات سے متعلق آپ نے جو تقریر کی تھی اس میں اتحاد کی اہمیت اور تفرقہ اندازی کے برے نتائج کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: فتنے کی امواج کو نجات کی کشتیوں سے چاک کردو، اختلاف پیدا کرنے سے گریز کرو ، فخر فروشی کی علامات کو سر سے اتار دو ، میری خاموشی کا سبب میری وہ دانش وباطنی آگاہی ہے جس میں میں غرق ہوں اگر تم بھی میری طرح باخبر ہوتے تو کنویں کی رسی کی مانند مضطرب و لرزاں ہوجاتے_ (۸)

۳_ جاہلیت کی طرف بازگشت

قرآن مجید میں ایک آیت اس امر کی جانب اشارہ کر رہی تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد ایک گروہ واپس دور جاہلیت کی طرف چلاجائے گا چنانچہ فرماتا ہے: ﴿فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم﴾_ (۹)

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں پیغمبر اکرم ﷺ کو اسلامی معاشرہ کی آیندہ زندگی کے بارے میں سخت تشویش تھی_ سقیفہ میں جو واقعہ پیش آیا اس کا جائزہ لیاجائے تو یہ بات واضح ہوجائے گی اس روز کس طرح یہ راز روشن عیاں ہوگیا اور ایک بار پھر قبائلی تعصبات اور دور جاہلیت سے متعلق افکار و خیالات دونوں جانب سے تقاریر کے دوران اشارہ و کنایہ میں نمایاں ہوگئے_

اس کے علاوہ قبائل میں سے بعض گروہ جو کچھ عرصہ قبل ہی مسلمان ہوئے تھے، رسول اکرم ﷺ کی خبر رحلت سنتے ہی مرتد ہوگئے اور اپنے آبا و اجدا کے دین کی طرف واپس چلے گئے اور مرکزی حکومت کی مخالفت شروع کردي_

دوسری طرف "مسیلمہ"، "سجاح" اور "طلیحہ" نے بھی نجد ویمامہ کے علاقوں میں اپنی نبوت کا دعوا کرکے دوسرا پرچم لہرادیا اور کچھ لوگوں کو بھی اپنے گرد جمع بھی کرلیا_

اگرچہ حضرت علی علیہ السلام حق بجانب تھے مگر اس وضع و کیفیت کو دیکھتے ہوئے کیا یہ زیبا تھا کہ اپنا پرچم لہراکر انقلاب وقیام کا اعلان کردیں؟ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے اہالی مصر کو جو خط لکھا تھا اس میں آپ

نے اس نکتے کی جانب اشارہ فرمایا تھا... میں نے دیکھا ہے کہ لوگوں میں ایک گروہ دین اسلام سے برگشتہ ہوگیا ہے اور وہ اس فکر میں ہے کہ آئین محمدی ﷺ کو نیست ونابود کردے ،مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ اگر میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں تو مجھے اس بات کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے کہ اسلام کی تباہی کا منظر اپنے آنکھوں سے دیکھوں دنیا کی حکومت چند روزہ ہے جو سراب یا ابر کی طرح سرعت سے گذر جانے والی ہے_ اسلام کی تباہی اس حکومت کے ترک کرنے سے زیادہ مجھ پر شاق والمناک گذرے گی _(۱۰)

۴_ کینہ توز دشمن

حضرت علی علیہ السلام کے مسلمانوں میں ہی بہت سے دشمن موجود تھے اور یہ وہ لوگ تھے جن میں سے کسی کا باپ 'کسی کا بھائي یا کوئي دوسرا قرابت دار جنگ کے دوران آپ کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور یہ دشمنی وکینہ توزی ان کے دلوں میں اسی وقت سے چلی آرہی تھي_

ایسے حالات میں جب کبھی حضرت علی علیہ السلام نے مسلح ہوکر قیام کیا اور اپنا حق طلب کرنے کی کوشش کی تو یہی دشمن فریب ونفاق کو ہوا دینے لگتے اور یہ کہتے پھرتے کہ علی علیہ السلام نے مسلمانوں کے درمیان رخنہ پیدا کردیا ہے اور دین کے نام پر جنگ وپیکار پر اتر آئے_ اگر حضرت علی علیہ السلام نے ان سے جنگ کی ہوتی تو اس کے یہ نتائج نکل سکتے تھے_

ممکن تھا کہ جنگ کے ابتدائي چند لمحات میں ہی آپ علیہ السلام کے بہت سے عزیز و ہمدرد تہ تیغ کئے جاتے اور پھر بھی حق حقدار کو نہ ملتا_

جب آپ کے دوست خیر خواہ تہ تیغ کردیئے جاتے تو مخالفین کا قتل ہونا بھی فطری امر تھا اور اس کا مجموعی نتیجہ یہ ہوتا کہ مرکز میں مسلمانوں کی طاقت رو بزوال ہونے لگتي_

اور جب مرکزی طاقت کمزور ہونے لگتی تو وہ قبائل جو مرکز سے دور تھے اور جن کے دلوں میں دین اسلام نے پوری طرح رسوخ نہیں کیا تھا ، مرتدین کی صفوں میں جاملتے اور شاید ان کے طاقتور ہونے اور مرکز میں رہبر کی زبونی کے باعث اسلام کے چراغ کی روشنی ماند پڑنے لگتي_

بیعت کا انجام

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی رحلت تک ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔[۱۱]

حضرت فاطمہ (سلام علیہا) کی وفات کے بعد جب آپ علیہ السلام نے لوگوں کی بے رخی اور مسلمانوں کی پریشان حالی کا مشاہدہ کیا تو آپ علیہ السلام نے اسلام اور مسلمانوں کی خاطر خاموشی اختیار کرنے میں ہی مصلحت سمجھی مگر اس کے باوجود یہ تلخ واقعات آپ علیہ السلام کے دل سے کبھی محو نہ ہوسکے اور ہمیشہ ان دنوں کو یاد کرکے شکوہ و شکایت کرتے تھے۔

چنانچہ خطبہ "شقشقیہ" میں فرماتے ہیں : "فرائت ان الصبر علی ہاتا اجی فصبرت وفی العین قذی و فی الملق شجا" (عقل اور اس فرض کے مطابق جس کا پورا کرنا مجھ پر واجب تھا) مجھ پر یہ بات واضح و روشن تھی کہ میرے لئے صبر و شکیبائی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں لہذا میں نے صبر و تحمل سے کام لیا مگر اس طرح گویا میری آنکھ میں خار اور گلے میں ہڈی اٹک گئی ہو۔[۱۲]

مسئلہ فدک

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کو ابھی دس دن بھی نہ گذرے تھے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو یہ خبر ملی کہ خلیفہ کے کارندوں نے ان کے کام کرنے والوں کو "فدک" سے باہر نکال دیا ہے اور اس کے تمام کاموں کو اپنے اختیار میں لے لیا ہے۔

بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمین کو حاصل کرنے کی غرض سے بنی ہاشم کی خواتین کے ہمراہ خلیفہ کے پاس گئیں اس وقت ابوبکر اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی درمیان جو گفتگو ہوئی وہ ذیل میں درج ہے:

حضرت فاطمہ علیہا السلام : تم نے میرے کارندوں کو "فدک" سے کیوں باہر نکالا اور مجھے میرے حق سے محروم کیا ؟

خلیفہ: میں نے آپ کے والد سے سنا ہے کہ پیغمبر کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑتے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام: فدک کی زمین میرے والد نے اپنے زمانہ حیات میں مجھے بخش دی تھی اور اس وقت اس کی مالک میں ہی تھي۔

خلیفہ: آپ کے پاس اس دعوے کے ثبوت میں کیا شاہد و گواہ موجود ہیں ؟

حضرت فاطمہ علیہا السلام: ہاں میرے شاہد وگواہ علی علیہ السلام اور ام ایمن ہیں چنانچہ ان حضرات نے حضرت زہرا علیہا السلام کی درخواست پر یہ شہادت دی کہ آپ علیہا السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات میں اس کی مالک تھیں۔ (۱۴) بعض مورخین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی گواہی دي۔ (۱۵)

فخر رازی نے یہ قول نقل کیا ہے کہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام نے بھی حضرت فاطمہ علیہا السلام کے مالک ہونے کی گواہی دی بلاذری نے اس غلام کے نام کے تصریح بھی کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کا نام "رباح" تھا۔ (۱۶)

جب یہ گواہیاں گذر گئیں تو حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ کو ان (ابوبکر) کی خطاء کی طرف متوجہ کیا (کیونکہ خلیفہ نے گواہی اس شخص سے طلب کی تھی جس کے تصرف میں فدک تھا اور متصرف (قابض) سے گواہی مانگنا اسلامی میزان و عدل کے سراسر خلاف ہے) اور فرمایا کہ اگر میں اس مال کا دعویدار ہوں جو دوسرے کے قبضے میں ہے تو آپ گواہ کس سے طلب کریں گے مجھ سے کہ مدعی ہوں یا اس سے جس کے تصرف میں مال ہے؟

ابوبکر نے کہا کہ آپ گواہ پیش کریں اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ فدک ہمارے تحت تصرف ہے اور اب دوسروں نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ اموال عامہ ہیں ایسی صورت میں وہ گواہ پیش کریں ناکہ ہم (۱۷)

خلیفہ نے حضرت علی علیہ السلام کی اس دلیل پر سکوت اختیار کیا اور حلبی کے قول کے مطابق انہوں نے بذریعہ تحریر اس بات کی تصدیق کی کہ فدک حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ملکیت ہے۔ لیکن عین اسی وقت عمر وہاں پہنچ گئے اور دریافت کیا کہ یہ کیسا مکتوب ہے ؟ اس پر ابوبکر نے کہا کہ میں نے اس ورق

پر تصدیق حق مالکیت حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ہے عمر نے کہا کہ فدک سے جو آمدنی ہوگی اس کی تو آپ کو ضرورت ہے کیونکہ عرب مشرکین نے اگر کل کہیں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کردی تو آپ جنگ کے اخراجات کہاں سے مہیا کریں گے_
چنانچہ اس نے ابوبکر سے ورق لیا اور چاک کردیا_ [۱۸]

فدک پر قابض ہونے کے محرکات

خلیفہ کی جانب سے فدک پر قابض ہونے کے جو مختلف محرکات تھے ان کی کیفیت ذیل میں درج ہے:

۱_ مخالفین کو اپنے جانب متوجہ کرنا

خلیفہ وقت نے اس بات کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ وہ عوام پر اس وقت تک اپنی فرمانروائي قائم نہیں کرسکتے تاوقتی کہ وہ اپنے مخالفین کو اپنا ہمنوا و ہمخیال نہ بنالیں اور مختلف طریقوں سے جب تک ان کے افکار و قلوب کو اپنی جانب متوجہ نہ کریں گے ان دستوں پر حکمرانی کرتے رہنا ان کے لئے مشکل ہوگا_
بااثر افراد اشخاص میں سے ایک ابوسفیان کہ جس کے اعتقاد کو بدلا جاسکتا تھا کیونکہ سقیفہ کا واقعہ جب پیش آیا تو اس نے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے بیعت لینے کی تجویز پیش کی تھی نیز مسلح ہوکر قیام کرنے کو دعوت دی تھی اور (بنی ہاشم سے خطاب کرتے ہوئے) کہا تھا کہ آپ لوگ اٹھیں اور زمام امور اپنے ہاتھ میں لیں تو میں مدینہ کو سوار و پیادہ فوج سے بھردوں گا_ [۱۹] لیکن یہ شور و غل ابتدائي چند روز تک برقرار رہا اس کے بعد ختم ہوگیا_
خلیفہ وقت نے ابوسفیان کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے وہ دولت جو بیت المال و زکات کے نام پر جمع کرکے لائے تھے ، اسے بخش دی اس کے علاوہ اس کے لڑکے یزید کا بھی

انہوں نے سپاہ اسلام کے فرماندار کی حیثیت سے شام کے علاقے فتح کرنے کے لئے انتخاب کیا اور بالآخر اسے عالم اسلام کے شاداب ترین علاقے یعنی شام کا فرمانروا مقرر کردیا جس وقت یہ خبر ابوسفیان کو پہنچی اس نے کہا ابوبکر نے صلہ رحم کیا ہے_ (۲۰)

جن افراد کی خوشنودی حاصل کرنا خلیفہ کیلئے ضروری تھی وہ بہت سے افراد تھے_ اور بہت سے افراد مہاجرین اور انصار میں سے ایسے تھے جو سقیفہ میں موجود نہیں تھے یا بعد میں جنہوں نے مجبوراً خلیفہ کی بیعت کی تھی ان کا شمار بھی اس زمرے میں تھا_

اس کے علاوہ خزرجی قبیلے کے لوگوں نے چونکہ پہلے دن بیعت نہیں کی تھی ان کی دلجوئي بھی خلیفہ کے لئے ضروری تھی یہی نہیں بلکہ انصار کی خواتین بھی خلیفہ کے عطیات سے بے بہرہ نہ رہیں_ (۲۱)

۲_ جمع وخرچ کی مد میں کمي

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو کچھ اثاثہ و سرمایہ تھا اسے آپ نے رحلت سے قبل تقسیم کردیا اور رحلت کے بعد آپ کے جو بھی نمایندگان مدینے پہنچے وہ بھی اس شہر میں مختصر پونجی لے کر داخل ہوئے مگر یہ قلیل آمدنی نئي قائم شدہ حکومت کی نظر میں کافی نہ تھی بالخصوص ان حالات میں جب کہ اطراف کے قبائل نے مخالفت کا پرچم لہرا دیا تھا اور مرکزی حکومت کو زکات دینے میں پس وپیش کررہے تھے_

۳_ علی علیہ السلام کی اقتصادی قوت کے باعث خطرے کا احتمال

قیادت ورہبری کی جو شرائط ہوسکتی ہیں وہ سب حضرت علی علیہ السلام میں موجود تھےں اور مالی اعتبار سے بھی اگر آپ کی حالت قوی ہوتی تو فطری طور پر ضرورت مند افراد آپ کے گرد جمع ہونے لگتے چنانچہ ممکن تھا کہ افراد کا یہ اجتماع خلافت کی مشینری کے لئے کوئي مسئلہ پیدا کردیتا_

مخالفین کی سرکوبی

اپنی خلافت کے ابتدائي دنوں میں ابوبکر کے سامنے جو مشکلات آئیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ بعض مسلمان مرتد ہوگئے تھے ان کا مقابلہ کرنے کی غرض سے خلیفہ نے جنگ کا حکم دیا اور ان سے جنگ کرنے کے لئے سپاہی روانہ کیئے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو ابوبکر کے دور خلافت میں "اہل ردّہ" کے نام سے مشہور ہوئے تھے کیا واقعی وہ اسلام سے برگشتہ ہوگئے تھے یا محض اس لئے کہ انہوں نے حکومت وقت کے سامنے چونکہ اپنا سر خم نہیں کیا تھا اس لئے انہیں مرتد کہہ کر بدنام کردیا گیا درحالیکہ وہ اصلی و حقیقی اسلام پر کاربند تھے؟

اس سوال کی وضاحت کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ: لفظ ارتداد کا مادہ "ردد" ہے اور اس کے معنی ہیں واپس ہوجانا' عرف عام اور مسلم فقہاء کی اصطلاح میں اس کے معنی دین سے پھر جانا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ لفظ دین اس کے ساتھ استعمال ہو۔ اب بھی ردد اور ارتداد کے معانی دین سے پھر جانا کے ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی جان سوز خبر رحلت جب پھیلی تو بعض وہ لوگ جو کچھ عرصہ قبل ہی مسلمان ہوئے تھے اور دور دراز مقامات پر آباد تھے تردد میں مبتلا ہو کر دین سے برگشتہ ہوگئے اور بالخصوص اس وقت جبکہ مشرکین میں ہمت و حوصلہ پیدا ہونے لگا تھا اور وہ اسلام کے خلاف برسرپیکار ہونے کے لئے زیادہ سنجیدگی سے سوچنے لگے تھے۔

لیکن اطراف وجوانب کی باقی مسلمانوں کی نگاہیں مرکز پر لگی ہوئي تھیں اور وہ اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں جانشینی کا مسئلہ کہاں جاکر ختم ہوتا ہے چنانچہ جب انہیں اس واقعے کی اطلاع ملی کہ بعض افراد نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی مگر بعض قبائل کے لوگوں نے جن میں بنی ہاشم اور ان کے سربراہ حضرت علی علیہ السلام چند صحابہ رسول مقبول ﷺ اور قبیلہ خزرج کے سردار (سعد بن عبادہ) نے بیعت کرنے سے انکار کردیا ہے۔

مدینہ میں مسئلہ خلافت پر جو کشمکش ہوئی اس کے باعث کچھ عرب قبائل سقیفہ میں ابوبکر کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت کی مخالفت پر اتر آئے اور انہیں حکومت وقت کو زکات ادا کرنے میں تامل ہوا (کیونکہ زکات اس شخص کو دی جاسکتی تھی جسے متفقہ طور پر خلیفہ وقت تسلیم کرلیا گیا ہو)جس کا سبب قانون زکات سے منکر ہونا نہ تھا کیونکہ اس کی ادائیگی کو وہ جزو دین سمجھتے تھے بلکہ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ حکومت جیسے شاندار منصب کے لئے اس شخص کو جو پیغمبر اکرم ﷺ کا جانشین کہلائے جانے کا بھی مستحق نہیں تھا ، اسے متفقہ طور پر تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔

ابوبکر نے خالد بن ولید کی سرکردگی میں چند سپاہی زکات وصول کرنے کی غرض سے روانہ کئے اور یہ ہدایت دی کہ اگر لوگ زکات نہ دیں تو ان سے جنگ کی جائے۔ ابن ماجہ کے علاوہ اہل سنت کے دیگر تمام محدثین نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ عمر نے اس مسئلہ پر ابوبکر سے اختلاف کیا اور کہا کہ آپ کیوں بے سبب لوگوں کا خون بہانے پر تلے ہوئے ہیں درحالیکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ میں اس کام کے لئے مامور کیا گیا ہوں کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک وہ شہادین نہ کہہ لیں ، مگر اس کے بعد ان کا خون نیز ان کا مال قابل احترام ہے۔ اس پر ابوبکر نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ اگر لوگ پیغمبر اکرم ﷺ کو زکات میں خواہ اونٹ کی رسی ہی دیتے تھے مگر مجھے نہ دیں گے اور نماز وزکات کے درمیان تفرقہ ڈالیں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ خداوند تعالی نے ابوبکر کا سینہ قتال (جنگ وپیکار) کے لئے فراخ کردیا ہے اور میں نے جان لیا ہے کہ وہ حق بجانب ہےں۔ [۲۲]

جامعۃ الازہر کے استاد دانشکدہ ادبیات عالم متبحر حسن [۲۳] ابراہیم حسن فرماتے ہیں کہ ابوبکر جن لوگوں سے اس بنا پر جنگ کررہے تھے کہ وہ مرتد ہوگئے تھے درحقیقت ان میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا تھا وہ لوگ دین اسلام سے نہیں پھرے تھے بلکہ حکومت سے ان کے اختلاف کا سبب کچھ اور تھا۔ [۲۴]

اس کے بعد ابوبکر کی ان لوگوں سے جنگ کے محرک کے متعلق لکھتے ہیں خلیفہ نے مرتدین

کیلئے سزا معین کی اور انہیں قتل کردیا یہ ایک سیاسی حکم تھا اس وقت اس کا جاری کرنا حکومت کیلئے ان کے اسلام لانے سے بہتر تھا_

شورشوں کا دبا جانا

پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس خدمت کو ابوبکر نے انجام نہ دیا اس لشکر کے روانہ کئے جانے کے بعد خلیفہ وقت اور ان کے ہمنوا افراد نے کوشش کی کہ جتنی بھی شورشیں اس وقت ابھری تھیں یکے بعد دیگرے دبادی جائیں_

طلیحہ' سجاح' مسیلمہ اور ایاس بن عبداللہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے یا کسی گوشے میں پیغمبری کا دعوا کیا یا سرکشی کی، قتل کردیئے گے یا انہوں نے فرار کی راہ اختیار کی_ جنوب اور مشرق میں آباد قبائل اور وہاں کے شہروں میں آباد لوگ دوبارہ مدینہ کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے کیونکہ انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ خانہ جنگی سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ مصلحت اس میں ہے کہ مرکزی حکومت کی اطاعت قبول کرلیں_

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی وفات

جس سال رسول ﷺ کا انتقال ہوا اسی سال آپ کی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا علیہا السلام نے بھی وفات پائی باپ کی موت اور مختصر مدت کے بعد جو سانحات پیش آئے انہوں نے فاطمہ زہرا علیہا السلام کے جسم و روح کو غمگین بنادیا_

حضرت زہرا علیہا السلام کے دل ودماغ پر ان واقعات کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ آپ کے فرمانے کے بموجب اگر یہ مصائب وآلام دنوں پر پڑتے تو رات کی تاریکی میں تبدیل ہوجاتے_[۲۵] ان

صدمات کی تاب نہ لاکر صاحب فراش ہوگئیں ، وہ لوگ جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر جان بکف رہا کرتے تھے اور ان کے پاس جو کچھ تھا وہ آپ کے والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کی برکت سے ہی تھا اب ایسے پھرے کہ ان میں سے چند ہی آپ کی عیادت کو آئے_

جناب صدوق اس ضمن میں فرماتے ہیں : مہاجر و انصار کی کچھ خواتین آپ کی عیادت کے لئے گئیں آپ نے اس وقت کو غنیمت جانا اور اس موقعے پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعض اہم اقتباسات یہاں کئے جاتے ہیں :

افسوس تمہارے مردوں نے خلافت کو رسالت کی پائیگاہ، نبوت کی اقامت گاہ اور منزل وحی سے الگ کردیا اور دنیا ودین کے ماہروں سے زمام خلافت چھین لیں یقینا اس میں انکا سراسر نقصان ہے انہیں ابوالحسن علیہ السلام سے کیا عداوت تھي_

جی ہاں : انہےں علی علیہ السلام کی راہ خدا میں برہنہ شمشیر، دلیری اور شجاعت کا خوف تھا_

قسم خدا کی اگر خلافت کو علی علیہ السلام کے ہاتھ سے نہ لیا ہوتا تو ان کے امور و مسائل کو حل کرنے میں وہ علیہ السلام خود حصہ لیتے اور انتہائي رضا و رغبت سے شادمانی وکامرانی کی جانب انہیں ہدایت کرتے، تشنگان عدل وانصاف آپ کے چشمہ داد و عدالت سے سیراب ہوتے محروم ولاچار لوگ ان کی پناہ صولت میں دلیر و شیر دل ہوجاتے_ (۲۶)

بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک علالت کے باعث صاحب فراش رہیں (۲۷) کسی شخص نے آپکے چہرے پر شادابی اور مسکراہٹ نہ دیکھی آپ ہفتے میں دو مرتبہ (پیر اور جمعرات) شہداء کے مزارات پر جاتیں اور ان کے لئے دعائے خیر فرماتےں_ (۲۸)

اور بالاخر ہجرت کے گیارہوےں سال میں بتاریخ سوم جمادی الآخر اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے اس جہان فانی سے کنارہ کرلیا اور اپنے والد بزرگوار کے پاس پہنچ گئیں _ (۲۹)

حضرت علی علیہ السلام نے دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا نیز آپ کی وصیت کے مطابق خواص کے علاوہ دیگر افراد کی غیر موجودگی میں نماز جنازہ ادا کی اور راتوں رات آپ کے جسد مطہر کو سپرد خاک کرکے

قبر کے نشان کو محو کردیا اس کے بعد آنحضرت علیہ السلام نے مزار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب رخ کیا اور فرمایا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اور اپنی دختر کی جانب سے جواب آپ کے جوار میں پہنچ گئي ہیں اور بہت جلد آپ سے جاملی ہیں سلام قبول فرمایئے اوریا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی برگزیدہ و پاک دختر کی جدائي کے باعث میرا پیمانہ صبر لبریز ہوچکا ہے اور اب مجھ میں غم برداشت کرنے کی تاب نہیں ...

آپ کے پیاری بیٹی جلد ہی آپ کو مطلع کردیں گی کہ آپ کی امت نے ان پر ستم روا رکھنے کی غرض سے کیا کیا باہمی سازشیں نہ کیں ان پر جو کچھ گذری انہی کی زبانی سنیئے اور یہ وقت کس طرح گذرا اس کی کیفیت انہی سے دریافت فرمایئے اگرچہ آپ کی رحلت و زمانہ حیات کے درمیان کافی عرصہ نہیں گذرا ہے اور آپ کی یاد دلوں سے بھی محو نہیں ہوئي ہے۔[۳۰]

-

سوالات

۱_ حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں کن لوگوں نے پناہ لی اور کیوں ؟

۲_ واقعہ سقیفہ کے بعد حضرت علي علیہ السلام کا کیا موقف رہا ؟ اس حساس کیفیت کی وضاحت کیجئے ؟

۳_ حضرت علی علیہ السلام کے اقوال کی روشنی میں کنارہ کشی کے اسباب بیان کیجئے ؟

۴_ حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ وقت سے کس وقت مصالحت کی تھی ؟

۵_ فدک کہاں واقع ہے یہ مسلمانوں کے ہاتھ کس طرح آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات مےں کسے بخشا ؟

۶_ فدک پر قابض ہونے کے محرکات بیان کیجئے ؟

۷_ ابوبکر کی حکومت کے مقابل اہل " ردہ " کا کیا رد عمل رہا کیا وہ سب مرتد ہو گئے تھے ؟

۸_ مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے میں ابوبکر کے پیش نظر کیا محرکات تھے اس بارے میں خلیفہ ثانی کا بھی نظریہ پیش کیجئے ؟

۹_ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی وفات کس سنہ میں واقع ہوئی رحلت کے وقت آپ کی کیا عمر تھی آپ کی تکفین و تدفین کی رسومات کس طرح ادا کی گئیں ؟

حوالہ جات

١_ جن حضرات کے نام دیئے گئے ہیں ان مےں زبیر' عباس بن ابی لہب' سلمان' ابوذر' مقداد عمار، براء' ابی بن کعب' سعد بن ابی وقاص اور طلحہ شامل ہیں لیکن الفصول المھمۃ میں ان افراد کے علاوہ دیگر حضرات کے نام بھی درج ہیں _

٢_ الامامۃ والسیلۃ ج ١ / ٢٠ _

٣_ الامامۃ والسیلمۃ ج ١ / ١٩ _

٤_ الشیعۃ والی کمون / ١٨ _

٥_ لو وجدت اربعین ذویي عذم منهم لنا هضت القوم شرح ابن ابی الحدید ج ٢ / ٤٧ و ٢٢

٦_ نہج البلاغہ (صبحی صالح) خلبہ "فنظرت فاذا ليس معين الا اهل بيتي فضنت بهم عن الموت _

٧_ اس جماعت نے رسول ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کی مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت شروع کردی اور ایک مدت اس کے حملے جاری رہے _

٨_ نہج البلاغہ خطبہ ج " شقوا امواج الفتن بسفن النجاة ، عرجوا عن طريق المناضرة وضعوا بتيجان المفاخرة اندمجت على مكنون علم لوبحت به لاضطربتم الاشية فى الطوى البيصره" _

٩_ "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین" (محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول نہیں ان سے پہلے اور رسول بھی گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کردیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤں گے ؟ یادرکھو جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا البتہ جو اللہ کے شکرگزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزادے گا) آل عمران آیہ ١٤٤ _

١٠_ نہج البلاغہ خط ٦٢ _

"فامسكت يدي حتى رايت راجعة الناس قد رجعت عن الاسلام يدعون الى محق دين محمد ﷺ فخشيت ان لم انصر الاسلام واهله ان ارى فيه ثلما اوهدما تكون المصيبة به على اعظم من فوت ولايتكم التى هي متاع ايام قلائل يزول منها ماكان كما يزول السراب اوكما يتقشع السحاب " _

۱۱_ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اسد الغابہ ج۳ / ۲۲۲'تاریخ یعقوبی ۲ / ۱۱۲۶'استیعاب ج۲ / ۱۲۴۴'التنبیہ والا شراف / ۲۵۰ اور الامامۃ والسیاسۃ ج۱ / ۲۰_

۱۲_ نہج البلاغہ خطبہ ۳،یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی مصالحت اور اجتماعا میں شرکت اسی حد تک تھی کہ جتنی اسلام و مسلمین کی حفاظت کا تقاضا تھا_

۱۳_فدک خیبر کے نزدیک مدینہ سے ۱۴۰ کلومیٹر کے فاصلے پر سرسبز و زرخیز زمین تھی فتح خیبر کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک وفد"فدک" کے سرداروں کے پاس بھیجا اور بحث و گفتگو کے بعد وہاں کے رہنے والوں نے یہ عہد کیا کہ ہر سال خیبر کی جتنی پیداوار ہوگی اس کا نصف حصہ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا کریں گے اور اس کے عوض حکومت کی جانب سے ان کی حفاظت کی جائے گي_ اسلامی نظریے کے مطابق وہ زمین جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوتی ہے وہ خالص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و امام علیہ السلام کا حصہ ہے اس مسئلے کی رو سے "فدک" صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق تھا چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی شیعہ محدثین و مفسرین نیز بعض سنی مفکرین کے قول کے مطابق جس وقت آیت ذالقربی حقہ... (سورہ اسراء آیت ۲۶) نازل ہوئي تو آپ نے اپنی دختر حضرت فاطمہ علیہا السلام کو بلایا اور "فدک" انہیں دیدیا (کشف الغمہ ج ۱ / ۴۷۶)_

۱۴_ احتجاج طبری ج ۱/ ۱۳۱_

۱۵_ مروج الذہب ج ۳/ ۲۳۷_

۱۶_ فتوح البلدان ۴۴ شیعہ احادیث میں مذکورہ بالا شواہد کے علاوہ اسماء بنت عمیس کا نام بھی شاہد کی حیثیت سے آیا ہے_

۱۷_ احتجاج طبری ج ۱/ ۱۲۲_

۱۸_ اعیان الشیعہ (دس جلدي) ج۱/۳۱۸ منقول از سیرہ حلبي_

۱۹_ کامل ابن اثیر ج ۲ / ۳۲۶ شرح ابن ابی الحدید ج ۲/ ۳۵_

۲۰_ تاریخ طبری ج۳/۲۰۲_

۲۱_ زید بن ثابت کچھ رقم لے کر بنی عدی کی ایک خاتون کے پاس پہنچے اور کہا کہ یہ وہ رقم ہے جو خلیفہ نے عورتوں کے درمیان تقسیم کی ہے اور یہ تمہارا حصہ ہے اس نیک خاتون نے اپنی ذہانت کے باعث اس رقم کو قبول

کرنے سے انکار کیا اور کہا کیا میرا دین خریدنے کے لئے مجھے یہ رشوت دی جارہی ہے _(شرح ابن ابی الحدید ج ۲/ ۵۳، طبقات ابن سعد ج ۳/ ۱۸۲)_

۲۲_ البدایہ والنہایہ ج ۶ / ۳۱۱ قال عمر ھو الاّ ان رایت اللہ قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق "لیکن صحیح بخاری ج ۷/ ۱۷۱ میں عمر کا جملہ اس طرح نقل کیا ہے فواللہ ما ہو الا ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر فعرفت انہ الحق "_

۲۳_ تاریخ اسلام ج ۱/ ۳۵۱ _

۲۴_ تاریخ اسلام ج ۱/ ۳۵۲ _

۲۵_ صبت علی مصائب لوانہا صبت علی الایام صرن لیالیا

۲۶_ احتجاج طبرسی ج ۱/ ۱۴۹ ، شرح ابن ابی الحدید ج /۱۶ / ۲۳۳، بلاغات النساء / ۱۹ اور دلائل الامامہ طبری/ ۳۹ _

۲۷_ حضرت فاطمہ علیہا السلام کتنے عرصے تک علیل رہیں اس کے بارے میں اختلاف ہے ابن شہر آشوب نے مناقب میں بیان کیا ہے کہ آپ چالیس دن تک مریض رہیں اور اسی مرضی کے باعث آپ کی وفات واقع ہوئی حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ پندرہ تک علیل رہیں اور اس کے بعد آپ کی رحلت ہوئی_(اعیان الشیعہ ج ۱/ ۳۱۹)_

۲۸_ اعیان الشیعہ ج ۱/ ۳۱۹ _

۲۹_ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی تاریخ وفات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کی مدت عمر کے بارے میں اختلاف ہے کتاب کے متن مےں جو بات درج کی گئي ہے وہ اقوال مشہور کے مطابق ہے مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ(س) رحلت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کم از کم چالیس دن اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ماہ اس جہان فانی میں تشریف فرما رہیں مذکورہ بالا دونوں اقوال کے علاوہ مختلف روایات میں دو ماہ سے پچھتر دن 'تین ماہ اور چھ ماہ عرصہ بھی نقل کیا گیا ہے _

۳۰_ نہج البلاغہ (صبحی صالح) خ ۲۰۲ _

چوتھا سبق

رسول اکرم صلى الله عليه وآله وسلم کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۳

سرزمین شام و عراق کی فتح

خلیفہ وقت کی قرآن و سنت سے واقفیت

حضرت علی عليه السلام ، اور ابوبکر کی علمی و سیاسی مشکلات

جانشینی کا تعین

قلمرو اسلام کی وسعت

فتوحات کی خوشخبریوں کے اثرات

حضرت علی عليه السلام کے ساتھ خلیفہ ثانی کے سیاسی و علمی مشورے

بنی ہاشم کی گوشہ نشینی

احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت پر پابندي

بیت المال کی تقسیم میں خلیفہ کا رویہ

خلیفہ دوم کا قتل

کونسی شوری ؟

مذکورہ شوری کے بارے میں علي عليه السلام کا رویہ

حضرت علی عليه السلام کی شرکت اور اس کی وجہ

عثمان کی خلافت

مسلمانوں کا بیت المال

حضرت علی علیہ السلام کے پند و نصایح

خلیفہ سوم کا قتل

حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں عثمان کا قتل

پچیس سالہ حکومت خلفاء کے دوران علی علیہ السلام کے کارنامے

سوالات

حوالہ جات

سرزمین شام و عراق کی فتح

داخلی جنگوں کی آگ جب خاموش ہو گئي تو خلیفہ وقت نے دو اہم لشکر تیار کیئے ان میں سے ایک لشکر خالد کے زیر فرمان عراق کی جانب روانہ کیا جس پر اس وقت ساسانی حکومت کا اثر و غلبہ تھا اور دوسرا لشکر ابو عبیدہ کی سرکردگی میں شام کی سمت' مشرقی روم کی جانب روانہ کیا ـ

خالد سب سے پہلے " حیرہ"کی طرف متوجہ ہوا لیکن وہاں کے حاکم نے صلح و امن کا طریقہ اختیار کیا اور نوے ہزار درہم ادا کر کے اپنے ملک کے تابع سرزمین کو مسلمین کی درازدستی سے بچا لیا حیرہ کے بعد" آبلہ"" عین التمر " اور " انبار " جیسے شہر جنگ یا معاہدہ صلح کے ذریعے تابع و مطیع کئے گئے ـ

عراق کی جانب جب لشکر روانہ کیا گیا تھا تو وہ کامیابی سے ہمکنار ہوا مگر جو لشکر رومی شانہشاہیت کے متصرفات کو فتح کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا اس کے بارے مےں احتمال تھا کہ کہیں شکست سے دوچار نہ ہو اس خدشے کے پیش نظر ابوبکر نے خالد کو عراق سے واپس بلا لیا اور مسلمانوں کی مدد کے لئے انھیں شام کی جانب جانے پر مقرر کیا خالد کے چلے جانے کے بعد قبیلہ بکر کے سردار مثنی نے لشکر عراق کے مانداری کی ذمہ داری قبول کی اور حیرہ سے بابل (یہ شہر موجودہ حلہ کے نزدیک واقع تھا)کی جانب روانہ ہوئے خالد جب اپنا مختصر لشکر اسلام لے کر"یرموک "پہنچے تو لشکر اسلام کو اس سے بہت فرحت حاصل ہوئي اور بے مثال بہادری و دلیری سے جنگ کر

کے انہوں نے سپاہ روم کو شکست دی چنانچہ انھوں نے پسپا ہو کر دمشق میں پناہ لی ۔

خلیفہ وقت کی قرآن و سنت سے واقفیت

ابوبکر اگرچہ مسند خلافت پر متمکن ہو گئے لیکن مہاجر و انصار کی نظروں میں ان کا شمار افضل و اعلی دانشور صحابہ رسول میں نہیں ہوتا تھا مثلا تفسیر قرآن مجید کے وہ قابل اعتناء توجہ مطالب بیان نہیں کر سکتے تھے چنانچہ جلال الدین سیوطی جیسا تتبع مفسر دس سے زیادہ تفسیر و مطالب تفسیر ان سے نقل نہیں کر سکا ہے جبکہ وہی مفسر حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ علم تفسیر میں آپ کی بہت سے روایات بیان کی گئی ہیں ۔ (۵)

حنبلی مسلک کے پیشوا امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں "(۶) مسند" میں انہوں نے پچاس ہزار سات سو احادیث نقل کی ہیں او جو احادیث انہوں نے ابوبکر کے واسطے سے نقل کی ہیں ان کی تعداد اسی (۸۰) سے کم ہی ہے (۷)

ابن کثیر نے بہت زیادہ تلاش و جستجو کے بعد ابوبکر سے منقول بہتر (۷۲) احادیث جمع کی ہے ں اور انھیں "مجموعہ مسند صدیق" کا نام دیا ہے جلال الدین سیوطی کی علم تفسیر و احادیث پر کافی دسترس تھی اس نے مجموعہ ابن کثیر کا سند کے اعتبار سے جایزہ لیا ہے اور ان کی تعداد کو اس نے ایک سو چار تک پہنچا دیا ہے (۸)

حضرت علی علیہ السلام ' اور ابوبکر کی علمی و سیاسی مشکلات

اوپر جو بیان کیا گیا ہے اس کے پیش نظر ابوبکر کے لئے علمی ہی نہیں بلکہ سیاسی مشکلات میں بھی اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ضرورت کے وقت حضرت علی علیہ السلام سے رجوع کریں اور آپ سے مدد چاہیں اور یہ بات اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کتاب خدا ،حدیث رسول علیہ السلام اور اسلام

کے سیاسی مصالح کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر، ذی ہوش شخص تھے مثال کے طور پر ہم یہاں دو واقعہ بیان کر رہے ہیں
_

اہل روم سے جنگ کرنے کے بارے میں رسول خدا ﷺ کا خود فرمان تھا اسے نافذ کرنے مےں ابوبکر کو تردد تھا اس سلسلے میں انھوں نے بعض صحابہ رسول ﷺ سے مشورہ بھی کیا چنانچہ ہر شخص نے اس سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا بالاخر انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے مشورہ کیا اور رائے جاننا چاہی آپ نے پیغمبر خدا ﷺ کے حکم کو نافذ کئے جانے کی ترغیب دلائي اور مزید فرمایا " ان فعلت ظفرت "یعنی اگر آپ یہ اقدام کریں گے تو کامیاب ہوں گے خلیفہ نے بھی آپ کے کہنے پر عمل کیا_ (۹)

۲_ ایک شخص نے شراب پی رکھی تھی نشہ کی حالت میں اسے خلیفہ کے روبرو لایا گیا اس شخص نے کہا مجھے علم نہ تھا کہ شراب پینا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اب تک میں نے اس ماحول میں پرورش پائي ہے جہاں شراب کو حلال سمجھا جاتا ہے خلیفہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کریں چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا اور کہا کہ اس مشکل کو حل فرمائیں_ (۱۰)

جانشینی کا تعین

عمر نے ابوبکر کو خلیفہ بنانے کے لئے بہت زیادہ سعی و کوشش کی جس کا مقصد یہ تھا کہ خلیفہ اول کے بعد خلافت ان کو ملے ، ابوبکر نے بھی ان کی مرضی کے خلاف کوئي اقدام نہ کیا_ جس وقت بستر علالت پر وہ تھے تو انہوں نے عثمان کو بلایا اور کہا لکھو:

یہ عہد نامہ ابوبکر جانشین رسول خدا ﷺ کا مسلمانوں کے لئے ہے ... بات یہیں تک پہنچی کہ ابوبکر پر غشی طاری ہوگئي عثمان کو یہ گمان گذرا کہ شاید خلیفہ گذر گئے ہیں چنانچہ انہوں نے اس عہدنامے کی اس طرح تکمیل کي_ ابوبکر نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے_ اسی اثناء میں ابوبکر کو ہوش آگیا اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ عثمان نے کیا لکھا ہے تو انہوں نے کہا "تم نے

ٹھیک لکھا ہے اس معاملے میں میری اور تمہاری ایک ہی رائے ہے۔[۱۱]

حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں ابوبکر کے اس اقدام پر سخت تنقید کی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں "عجیب بات ہے کہ وہ شخص جو زندگی میں لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ وہ میرا عذر قبول کریں اور (علی علیہ السلام کے ہوتے ہوئے) اس کو خلافت سے معذور رکھیں خود مرتے وقت خلافت (کی دلہن) کا پلا دوسرے سے باندھ گیا۔[۱۲]

قلمرو اسلام کی وسعت

عمر کے دور خلافت میں مسلمانوں کو بہت سی فتوحات نصیب ہوئیں اور ایران و روم جیسی دو عظیم شہانشاہی حکومتوں کے دروازے ان پر کھل گئے۔

عراق میں مسلمانوں نے جس تیزی سے پیشرفت کی اس کے باعث انہیں یہ امید نظر آنے لگی کہ ساسانی حکومت کے اصل سرزمین پر بھی وہ حملہ کرسکیں گے چنانچہ عمر نے ابوعبیدہ کو ایران کی فتح کے لئے فرماندار مقرر کیا اور مثنی چونکہ عراق میں مقیم تھے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ ابوعبیدہ کی اطاعت و پیروی کریں۔

ایران کے بادشاہ "یزدگرد سوم" نے اپنے سرداروں کو کثیر طاقت جمع کرنے کے بعد حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی پیشرفت کو روکیں اگرچہ اس کے سردار ہرچند لایق و جنگجو تھے مگر وہ سب ایک دوسرے کے بعد یا تو قتل ہوئے یا انہوں نے لشکر اسلام سے صلح کرلي۔ ایرانی سرداروں میں بہمن جادویہ ہی ایسا سردار تھا جو مطیع و فرمانبردار نہ ہوا چونکہ اس کی فوج ہاتھیوں کے لشکر سے آراستہ تھی جنہیں دیکھ کر عربوں کے گھوڑے بھڑک گئے چنانچہ "جسر" میں ابوعبیدہ شہید ہوئے اور باقی لشکر نے پسپا ہوکر فرات کے پار جاکر پناہ لي۔

لیکن ایک سال بعد (۱۴ ھ) میں سپاہ اسلام نے مثني کے زیر فرمان "بویب[۱۲]" میں سپاہ ایران پر فتح پائي اور اس سے جنگ جسر کی شکست کی تلافی ہوگئي۔

اس کے بعد قادسیہ وقوع پذیر ہوئي اس سے قبل کہ جنگ شروع ہو ایرانی اور اسلامی افواج کے سپہ سالاروں (سعد وقاص اور رستم فرح زاد) کے درمیان ایلچیوں کے ذریعے گفت وشنید ہوتی رہی۔ ایلچیوں کی اس ملاقات میں سپاہ اسلام کے سپہ سلار نے بھی مطالبہ کیا کہ دوچیزوں میں سے ایک چیز قبول کی جائے، اسلام یا جزیے کی ادائیگی۔ لیکن رستم فرح زاد جو بڑا خود سر سردار تھایہی کہتا رہاکہ جس وقت تک ہم تمہیں قتل نہ کردیں گے دم نہ لیں گے۔

بالآخر چاردن کی جنگ کی بعد مسلمان فتح وکامرانی سے ہمکنار ہوئے اور اس طرح محرم سنہ ۱۴ ھ میں ایران کے دروازے لشکر اسلام پر کھل گئے اور نور ایمان وتوحید نے اس سرزمین کو اپنی آمد سے منور کیا۔

دوسری طرف شہنشاہ روم کی فوج نے یرموک میں اپنی شکست کے بعد دمشق میں پناہ لی اور اپنی اس شکست کے تلافی کرنے کی غرض سے اس نے عظیم فوجی طاقت جمع کی لیکن یہ لشکر بھی شکست سے دوچار ہوا اور مسلمانوں نے دمشق و اردن جیسے شہروں پر فتح پائي۔ سنہ ۱۷ میں مسلمانوں نے فلسطین کو بھی جو فوجی اور تاریخی لحاظ سے اہم شہر تھا، تسخیر کیا۔ ۱۹ ھ میں عمر وعاص نے بحر احمر کو عبور کرکے مصر کی جانب رخ کیا۔"بابلیوں"میں باز نطینی سپاہ سے مقابلہ ہوا اس میں بھی لشکر اسلام کو کامیابی نصیب ہوئي۔ وہاں سے وہ عین الشمس اور روم کی جانب روانہ ہوا تاکہ شہنشاہ روم کی رضایت حاصل کرکے اسکندریہ پہنچ جائے۔ چنانچہ چند ماہ کے محاصرے کے بعد اسکندریہ کو بھی فتح کرلیا اور اس طرح شمالی افریقہ کے لئے راستہ ہموار ہوگیا۔

فتوحات کی خوشخبریوں کے اثرات

مغایرت و مخالفت سے قطع نظر جو محرکات خلفاء کے زمانے میں ان فتوحات کے ذریعے مسلمانوں کو ہوئے اگر ان کا موازنہ ان جنگوں اور فتوحات سے کیاجائے جو رسول خدا ﷺ کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئیں تو اس نکتے کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے، ان فتوحات سے یہ ثابت نہیں ہوتا

کہ ان کے باعث دربار خلافت کی شان وشوکت میں اضافہ ہوا ، اس میں شک نہیں کہ ایک طاقتور و فاتح فوج کو اعلی مقاصد ، حوصلہ مندانہ آمادگی ، فن حرب وضرب سے واقفیت اور فوجی تربیت جیسے عوامل و اوصاف کا مجموعہ ہونا چاہئے مگر اس کا چندان ربط و تعلق موجودہ سپہ سالاروں سے نہیں تھا ۔ مسلمانوں کی فتح وکامرانی میں جو عوامل کار فرما تھے اور انہیں دو عظیم شہنشاہی حکومتوں سے قوت آزما ہونے کیلئے ترغیب دلاتے تھے، وہ پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ خوش خبری تھی کہ مسلمان ایران اور وم جیسی سرزمینوں کو فتح کریں گے ان کے علاوہ بھی دیگر ایسے عوامل تھے جن سے مسلمانوں کی میدان جنگ میں حوصلہ افزائی ہوتی تھی مگر انکا تعلق کسی طرح بھی حکومت وقت سے نہ تھا بلکہ ان میں وہ شہرت ونیک نامی کے عناصر کار فرما تھے جو رسول اکرم ﷺ اور شیر خدا علی علیہ السلام جیسے پیشوایان اسلام نے اپنے کردار کے ذریعے قائم کئے تھے ۔

حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خلیفہ ثانی کے سیاسی و علمی مشورے

حضرت علی علیہ السلام خلیفہ اول کی طرح خلیفہ دوم کے بھی اہم مشکل کشا تھے اور ان کی بھی سیاسی و علمی مشکلات کو حل فرماتے تھے یہاں ہم بطور مثال دو واقعات پیش کر رہے ہیں ۔

جنگ قادسیہ میں سپاہ ایران کی شکست کے بعد ایران کے بادشاہ یزدجرد نے فیروزان کے کمانڈری میں عظیم لشکر مرتب کیا تاکہ وہ آیندہ عربوں کے حملات کا سد باب کرسکے ، کوفہ کے حاکم نے خط کے ذریعے تمام واقعات کی اطلاع خلیفہ کو دی ، عمر مسجد میں آئے اور اصحاب سے مشورہ کیا کہ وہ مدینہ میں ہی رہیں یا اس علاقے میں پہنچ کر جو بصرہ وکوفہ کے درمیان واقع ہے ، سپاہ اسلام کی کمان سنبھالیں ۔ عثمان اور طلحہ نے دوسرے نظریے کی تائید کی اور اس ضمن میں مزید کہا کہ آپ سرداران سپاہ شام ویمن کو لکھیں کہ وہ آپ سے ملحق ہوں ۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام نے دونوں ہی نظریات کی مخالفت کی اور فرمایا کہ وہ شہر جو حال ہی میں مسلمانوں کے تصرف میں آئے ہیں انہیں فوج سے خالی نہیں رہنا چاہیئےیونکہ ایسی صورت میں ممکن ہے کہ حبشہ کی فوج یمن پر اور روم کا لشکر

شام پر قبضہ کرلے_ عمر کی پہلی تجویز کے بارے میں بھی آپ نے مشورہ دیا اور فرمایا کہ اگر آپ مدینہ سے باہر چلے جائیں گے تو ممکن ہے کہ اطراف کے اعراب اس موقع کا فائدہ اٹھائیں اوریہاں کوئي فتنہ بپا کریں اس کے علاوہ اگر آپ محاذ جنگ پر پہنچیں گے تو دشمن جری ہوجائے گا کیونکہ جب عجمی سپاہی آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ عربوں کی جڑ بنیاد یہی شخص ہے گر اس کو کاٹ ڈالیں تو سارا جھگڑا ہی پاک ہوجائے گا_

حضرت علیؑ کی بات سننے کے بعد عمر نے روانگی کے خیال کو ترک کردیا اور کہا کہ قابل عمل رائے علیؑ کی ہے مجھے انہی کی پیروی کرنی چاہیئے_[۱۳]

ایک شخص خلیفہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میری بیوی کے یہاں شادی کے چھ ماہ بعد ولادت ہوئي ہے عورت نے بھی اس بات کو قبول کیا اس پر خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کیا جائے لیکن حضرت علیؑ نے حد جاری کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ قرآن کی رو سے عورت چھ ماہ پورے ہوجانے پر وضع حمل کر سکتی ہے کیونکہ مدت حمل اور شیر خوار تیس ماہ معین ہے_[۱۴]

اور دوسری آیت میں دودھ پلانے کی مدت دو سال بتائي گئي ہے_[۱۵] اور اگر تیس ماہ میں سے دو سال کم کردیئے جائیں تو مدت حمل چھ ماہ رہ جاتی ہے_ حضرت علیؑ کی منطقانہ گفتگو سننے کے بعد عمر نے کہا "لو لا علی علیه‌السلام لهلك عمر"_"اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا"_[۱۶]

بنی ہاشم کی گوشہ نشینی

ابوبکر و عمر کے زمانہ خلافت میں بنی ہاشم اور حضرت علیؑ کے ہوا خواہوں کو عملی طور پر حکومت کے اہم عہدوں سے دور رکھا گیا اور یہ کوشش کی گئي کہ اس زمانے کہ دل ودماغ سے اہل بیتؑ کی اعلی اقتدار کو محو کردیا جائے_

اس کے مقابل اموی گروہ بتدریج معاشرے کی رہبری میں اثر رسوخ پیدا کرتا رہا_ اس

نظریے کے بہت سے تاریخی شواہد موجودہیں جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیاجاتا ہے_

۱_ ابوبکر نے اس زمانے کی وسیع وعریض مملکت میں سے چھوٹا سا حصہ بھی بنی ہاشم میں سے کسی کو نہیں دیا کہ جبکہ شام کو سیاسی اہمیت حاصل ہونے کے باوجود ابوسفیان کے بیٹے یزید کے اختیار میں دیدیا تھا_(۱۷)

۲_ عمر "حمیص"کی حکومت حضرت ابن عباس کو دینے سے منصرف ہوگئے جبکہ معاویہ کو شام پر مسلط کرنے کے سلسلہ میں کسی قسم کا دریغ نہیں کیا _

۳_ محض چند لوگوں کی اس شکایت پر کہ عماریاسر ایک ضعیف انسان ہیں خلیفہ دوم نے کوفہ کی گورنری سے انہیں معزول کیا اور مغیرہ کو گورنر مقرر کیا چند روز بعد مغیرہ کی بھی شکایت پہنچی لیکن اس کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا_(۱۸)

خلیفہ اول و دوم اگرچہ ابوسفیان سے بہت زیادہ خوش نہ تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے اموی خاندان کے افراد کو حد سے زیادہ سیاسی امور میں داخل ہونے نہیں دیا مگر اس کا میدان انہوں نے عثمان کے زمانہ خلافت میں ہموار کردیا تھا_ مثلاً عمر جانتے تھے کہ شوری جس کی انہوں نے تشکیل کی ہے اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ عثمان کو خلیفہ منتخب کرلیاجائے گا چنانچہ اس نے خود بھی یہ بات کہہ دی تھی کہ اگر عثمان حاکم ہوئے تو وہ بنی امیہ کو لوگوں پر مسلط کردیں گے_(۱۹)

احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت پر پابندي

جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ حیات میں بیان کیاجاچکا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں چاہا تھا کہ امت کے لئے ایک نوشتہ لکھ دیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ گمراہ نہ ہو مگر عمر نے منع کیا اور کہا کہ ہماری لئے قرآن کافی ہے_

اس خیال کی پیروی کرتے ہوئے انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں حکم دیا کہ احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قلم بند نہ کیاجائے اور اگر انہیں کوئي حدیث لکھی ہوئي مل جاتی تو اسے ضبط کرکے جلوا دیتے_

انہوں نے تمام شہروں میں یہ منادی کرادی کہ اگر کسی کے پاس کوئی حدیث ہے تو وہ اسے نیست ونابود کردے۔[۲۰] چنانچہ قاسم بن محمدبن ابی بکر سے منقول ہے کہ عمر کے زمانے میں احادیث بہت زیادہ جمع ہوگئیں جب ان کے پاس لائی گئیں تو حکم دیا کہ انہیں جلادیا جائے۔[۲۱]

ابوبکر نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں پانچ سو احادیث جمع کیں ۔عائشہ فرماتی ہیں : مجھ سے کہا کہ احادیث میرے پاس لاؤ جب انہیں لایا گیا تو ان سب میں آگ لگادی گئي۔[۲۲] چنانچہ یہ روش عمربن عبدالعزیز کے دور خلافت تک جار رہی ۔

اس رویے کو اختیار کرنے کی وجہ وہ یہ بتاتے تھے کہ اگر عوام کی توجہ احادیث کی جانب رہے تو وہ قرآن سے دور ہوجائیں گے درحالیکہ قرآن کا یہ ارشادہے کہ "پیغمبر جو کچھ تمہارے لئے لائے ہیں ، اسے قبول کرلو اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے باز رہو "۔[۲۳] رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا امکان پیدا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احادیث جن میں بالخصوص اوامر ونواہی کے بارے میں آپ نے فرمایا محفوظ رہنی چاہئے ورنہ کس طرح رسول کی اطاعت ہوسکے گی ؟

بیت المالک کی تقسیم میں خلیفہ کا رویہ

رسول خدا ﷺ کے عہدمیں سپاہیوں اور حکومت کے کارکنوں کی تنخواہ مقرر نہ تھی بلکہ اخراجات زندگی مال غنیمت کے ذریعے مہیا کئے جاتے تھے ۔اس کی تقسیم میں لوگوں کے سابقہ زندگي'عربوں کی نسلی فضیلت یا پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ قرابت داری کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا۔

خلیفہ اول کے زمانے میں بھی یہی طریقہ رائج رہا لیکن خلیفہ دوم کے زمانے میں اس طریقہ کار کو بدل دیا گیا انہوں نے سپاہیوں اور حکومت کے کارکنوں کی تنخواہ کے لئے علیحدہ رجسٹر بنایا اور اس کی تقسیم کے لئے نسل ونسبت کو معیار قراردیا ان کے درمیان عرب کو عجم پر، قحطان کے عرب کو عدنان کے عرب پر، مضر کو ربیعہ پر، قریش کو غیر قریش پر اور بنی ہاشم کو بنی امیہ پر برتری و

فضیلت تھی اور انہیں بیشتر مراعات حاصل تھیں۔[۲۴]

کچھ عرصہ گذرا تھا کہ ذخیرہ اندوزوں اوردنیا پرستوں نے اس طریقہ کار کی بدولت جس طرح بھی ممکن ہوسکتا تھا مال جمع کرنا شروع کردیا وہ غلاموں اور کنیزوں کو خرید لیتے اور انہیں مختلف کاموں پر زبردستی لگادیتے تاکہ ان کے لئے زندگی کی سہولتیں فراہم کرنے کے علاوہ ہر روز نقد رقم بھی اپنے آقائوں کو لاکردیں۔

خلیفہ دوم کا قتل

فیروزایرانی ابولو لو مغیرہ کا غلام تھا۔ اپنی زندگی کے اخراجات پورکرنے کے علاوہ وہ مجبور تھا کہ ہر روز دو درہم مغیرہ کو ادا کرے اس نے ایک روز خلیفہ کو بازار میں دیکھا اس نے فریاد کی کہ اس کے آقانے اس سے ہرروز دو درہم وصول کرنے کا جو بار اس پرڈالا ہے وہ اس کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ لیکن خلیفہ نے بڑی بے اعتنائي سے جواب دیا کہ تجھ جیسے ہنرمند اور ماہرفن شخص کے لئے اتنی مقرر کردہ رقم کوئي زیادہ نہیں میں نے تو یہ سنا ہے کہ تو ایسی چکی بناسکتا ہے جو ہوا کے رخ پر گردش کرتی ہے۔ کیا ایسی چکی تو میرے لئے بھی بناسکتا ہے ؟ فیروز کو چونکہ خلیفہ کی بے اعتنائي سے بہت تکلیف پہنچی تھی اس نے کہا کہ میں آپ کیلئے ایسی چکی بنائوں گا جس کی مشرق و مغرب میں کہیں مثال نہ ملے گی اور بالآخر ماہ ذی الحجہ ۲۳ ھ میں اس نے خلیفہ کو قتل کردیا۔

کونسی شوري؟

عمر نے جب موت کے آثار دیکھے تو انہوں نے چھ ایسے افراد کو جن سے اس کے بقول پیغمبر اکرم ﷺ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بہت خوش تھے ، بلوایا وہ یہ چھ افراد تھے:

حضرت علی علیہ السلام ۔ عثمان۔ طلحہ اور زبیر۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد وقاص۔

عمر نے ہر ایک کی معنوی خصوصیت بیان کرنے کے بعد کہا کہ : اگر میرے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے سلسلے میں تم نے اتفاق رائے سے کام لیا تو تمہیں نیز تمہارے فرزندان کو درخت خلافت کے میوے سے فیض پہنچے گا ورنہ خلافت کی گیند کو معاویہ اچک لیگا_ اس کے بعد انہوں نے اباطلحہ کو کچھ ضروری نصیحتیں کیں اور مزید فرمایا اگر پانچ افراد نے اتفاق رائے کیا اور ایک نے مخالفت یا چار افراد ایک طرف ہوگئے اور دو شخص دوسری جانب ، تو ایسی صورت میں جو اقلیت میں ہوں ان کی گردن اڑا دینا اگر دونوں فریق برابر ہوئے تو حق اس طرف جائے گا جس طرف عبدالرحمن ہوں گے ... اگر تین دن گذر جائیں اور کسی بھی مرحلے پر اتفاق رائے نہ ہو تو سب کو قتل کردینا اور مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑنا کہ اس کے بعد وہ جسے بھی چاہیں خلیفہ مقرر کریں_ (۲۵)

حضرت عمر کے انتقال کے بعد اس شوری میں طلحہ نے اپنا حق حضرت عثمان کو دے دیا اور زبیر حضرت علی ؑ کے حق میں دستبردار اور سعد بن ابی وقاص نے اپنا ووٹ عبدالرحمن بن عوف کو دے دیا ، یوں خلافت کے لیئے صرف تین امیدوار یعنی حضرت عثمان، حضرت علی ؑ اور عبدالرحمن باقی بچ گئے پھر عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علی ؑ کی جانب رخ کیا اور کہا کہ میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا ، سنت رسول ﷺ اور شیخین کی روش پر عمل کریں گے اس پر حضرت علی ؑ نے فرمایا کہ میں کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ اور اپنے اجتہاد کی بنیاد پر عمل کروں گا_ عبدالرحمن نے یہی بات عثمان کی جانب رخ کرکے کہی عثمان نے ان کی اس شرط کو فوراً قبول کرلیا ، اس کے بعد انہوں نے عثمان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھدیا اور انہیں "امیرالمؤمنین" ہونے کی حیثیت سے سلام کیا_ (۲۶)

مذکورہ شوری کے بارے میں حضرت علی ؑ کی نظر

جس وقت شوری کے اراکین کا تعین ہوا تو حضرت علی ؑ نے ابتدا ہی میں اس کے فیصلے سے باخبر کردیا تھا اور عباس سے کہا تھا "عدلت عنا" یعنی ہمارے خاندان سے خلافت کا رخ موڑ دیا گیا ہے انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے کیسے جانا تو آپ نے فرمایا کیونکہ عثمان کو میرے

مقابل لایا گیا ہے۔[27]

جب شوری کے نتیجے کا اعلان کیا گیا تو اس وقت بھی آپ نے فرمایا تھا عمر نے اپنی موت کے بعد خلافت کو ایک جماعت میں محدود کردیا اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک رکن قرار دیا ہے بھلا میرا اس شوری سے کیا تعلق ہے ان میں سے سب سے پہلے ہی کے مقابلہ میں میرے استحقاق میں کب شک تھا کہ جواب اس قسم کے لوگوں میں شامل کرلیا گیا ہوں ؟ وہ پرندہ کی طرح کبھی زمین پر چلتے تھے اور کبھی اڑنے لگتے تھے مجبوراً میں نے بھی نشیب وفراز میں ان سے ہم آہنگی کی ان میں سے ایک (سعد بن ابی وقاص) تو کینہ توزی کی وجہ سے حضرت عثمان کی طرف چلاگیا اور دوسرا (عبدالرحمن بن عوف) دامادی اور بعض ناگفتہ باتوں کی وجہ سے ادھر جھک گیا۔[28]

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس بیان کے ذریعے اس مجلس مشاورت کے حقیقی چہرے کو بے نقاب کردیا اور یہ بات واضح کردی کہ آپ کا شمار کسی طرح بھی اس شوری کے اراکین میں نہیں ہے اس کے علاوہ عثمان کے حق میں رائے دہی ان کے رائے غیر جانبدار نہ تھی بلکہ اس میں کینہ توزی اور قرابت داری جیسی ذاتی اغراض شامل تھیں اور جس وقت خلافت کیلئے فیصلہ کیا جارہا تھا اس وقت یہ عوامل کارفرما تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شرکت اور اس کی وجہ

جیسا کہ اس سے قبل اشارہ کیاجاچکا ہے کہ عمر نے جس شوری کی تشکیل کی تھی اس کی ہیئت شروع سے ہی یہ بتا رہی تھی کہ اس کے ذریعے حضرت علي علیہ السلام کو امیرالمومنین علیہ السلام منتخب نہیں کیاجائے گا اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے جب پہلے ہی یہ انداز لگالیا تھا تو آپ نے اس شوری میں شرکت ہی کیوں فرمائي؟

اس سوال کا جواب دینے کے لئے ضروری ہے کہ ان نکات کی جانب توجہ دلائي جائے جن میں بعض آپ ہی کے اقوال ہیں۔

۱۔ ابن عباس نے آپ سے کہا تھا کہ اس شوری میں شرکت نہ کیجئے تو اس پر آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے اختلاف پسند نہیں ۔ (۲۹)

۲۔ قطب راوندی کے قول کے مطابق ابن عباس کے سوال کے جواب میں ہی آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں جانتا تھا کہ شوری کی تشکیل کس نہج پر ہوئی ہے اس کے باعث خلافت ہماری خاندان سے چلی جائے گی لیکن میں نے ان کی اس شوری میں شرکت کی جس کی وجہ یہ تھی کہ عمر نے مجھے خلافت کا اہل و شایستہ جانا لیکن اس سے قبل انہوں نے ہی کہا تھا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ نبوت اور امامت ایک گھر میں جمع نہ ہوں اب میں اس شوری میں شامل کرلیا گیا ہوں تو چاہتا ہوں لوگوں کے سامنے کہ ان (عمر) کے فعل کی ان کی بیان کردہ روایت کی مخالفت کو واضح کردوں ۔ (۳۰)

مذکورہ شوری میں حضرت علی علیہ السلام کی عدم شرکت کے باعث فیصلہ کرنے کا اختیار عبدالرحمن کو ہوتا ایسی صورت میں اگر حضرت علی علیہ السلام مخالفت کرتے تو اس ہدایت کے مطابق جو عمر نے کی تھی تو آپ کو قتل کروایا جاتا اس اعتبار سے صحیح اور منطقی راہ وہی تھی جسے آپ نے پیش نظر رکھا ۔

عثمان کی خلافت

خلیفہ دوم کی وفات کے بعد عثمان نے زمام امور اپنے ہاتھوں میں سنبھالی ، انہوں نے روز اول سے وہی راہ اختیار کی جس کا عمر کو خدشہ تھا ۔ چنانچہ بتدریج اپنے قرابت داروں (بنی امیہ) کو اہم مناصب پر مقرر کرنا شروع کیا ۔

اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ ابن عامر کو جس کی عمر ابھی پچیس سال ہی کی تھی بصرے کا والی مقرر کردیا اور اپنے ماموں ولید ابن عقبہ جیسے بدکار شخص کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا یہ شخص بحالت مستی مسجد میں داخل ہوا اور فجر کی نماز میں چار رکعت پڑھادی نماز پڑھانے کے بعد اس نے اپنے مقتدیوں سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں مزید چند رکعت پڑھا سکتا ہوں ۔

معاویہ کو عمر نے دمشق اور اردن کا گورنر مقرر کیا تھا لیکن عثمان نے ان میں حمص ، فلسطین اور جزیرہ کے علاقوں کا بھی اضافہ کردیا اور اس کے لئے ایسے مواقع فراہم کردیئے جس سے اس کے تسلط و اقتدار میں اضافہ ہوسکے۔

اسی طرح انہوں نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ مروان بن حکم کو پیغمبر اکرم ﷺ نے شہربدر کردیا تھا مگر عثمان نے اسے اپنے حواریوں میں شامل کرکے اسے اپنا مشیر مقرر کردیا۔

مختصر یہ کہ ان کی خلافت کے دوران قلیل عرصے میں ہی بصرہ، کوفہ ، شام اور مصر جیسے چار عظیم صوبے جنہیں فوجی اجتماعی اور اقتصادی اعتبار سے خاص اہمیت حاصل تھی ، بنی امیہ کے زیر تسلط آگئے اور وہ عرب خاندان جو صحابہ رسول ﷺ کی نسلوں سے تھے نیز دیگر افراد قبائل حکومت کے عہدوں سے محروم کردیئے گئے۔

اموی دستے نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور شروع سے ہی اپنی وضع و حالت کو استحکام دینے سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔

ابوسفیان نے عثمان کے دور خلافت کی ابتدا میں ہی اپنے قبیلے کے لوگوں سے کہنا شروع کردیا تھا کہ اے بنی امیہ حکومت کو گیند کی مانند ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی جانب اچھالتے رہو ... میری ہمیشہ یہی آرزو رہی ہے کہ حکومت تمہارے ہی ہاتھوں میں رہے اور تمہارے بچوں کو ورثے میں ملے۔[۳۱] ابوسفیان کی نصیحت کے مطابق بنی امیہ اس پر کاربند ہوگئے کہ امور حکومت میں داخل ہوکر اپنے ان رسوخ کو وسیع کریں اور خلافت کو سلطنت میں تبدیل کردیں تاکہ اسے اموی خاندان کی میراث بنانے میں کامیاب ہوسکیں۔

مسلمانوں کا بیت المال

وہ کثیر دولت جو تازہ مفتوحہ علاقوں سے بطور خراج اور مال غنیمت خلافت اسلامیہ کے مرکز کی

جانب کشاں کشاں چلی آرہی تھی ، ایسا طرہ امتیاز بن گئی تھی جس نے خلیفہ سوم کی حیثیت کو دیگر خلفاء سے علیحدہ کردیا تھا_ چنانچہ خلیفہ نے خود ہی یہ امتیاز حاصل کرلیا تھا کہ اگر چاہیں تو وہ اس مال و دولت میں تصرف کرسکتے ہیں_

قرابت دار، ہم قوم افراد، قریش کے امرا اور بعض اراکین مجلس و مشاورت اس مال و دولت سے بخشش و بخشایش کے ذریعے فیضیاب ہورہے تھے_ اسلامی خلافت کی وسیع و عریض سرزمین پر صوبہ دار اور حکام بھی اسی راہ و روش پر عمل کر رہے تھے_[۳۳] چنانچہ مسعودی لکھتا ہے کہ: جس وقت عثمان کا قتل ہوا اس وقت ان کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار سونے کے دینار تھے اور دس لاکھ درہم تھے_ "وادی القری"، "حنین" اور دیگر مقامات پر جو باغات تھے ان کی قیمت کا تخمینہ ایک لاکھ سونے کے دینار لگایا گیا تھا_ اونٹوں کے گلے اور گھوڑوں کے غول ان سے علیحدہ تھے_[۳۴] حاکم بصرہ بیت المال سے جو سونے اور چاندی کے سکے نکال کر عثمان کے پاس لایا تھا انہوں نے انہیں کیل سے ناپ ناپ کر پیمانے سے خاندان بنی امیہ کی خواتین اور ان کے بچوں کے درمیان تقسیم کئے تھے_[۳۵]

عبداللہ بن شرح کو پیغمبر اکرم ﷺ نے شہربدر کردیا تھا_ فتح افریقہ کے بعد جب وہ واپس آیا اور وہاں سے مال غنیمت اپنے ساتھ لایا تو اس کی قیمت پچیس لاکھ بیس ہزار دینار تھی_ عثمان نے یہ سارا مال اسے ہی بخش دیا_[۳۶]

ایک روز اس نے حکم دیا کہ بیت المال سے دو لاکھ درہم سفیان اور ایک لاکھ درہم مروان کو عطا کردیئے جائیں_[۳۷] اس کے علاوہ دیگر ایسے بہت سے مواقع پر جن کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں ، موصوف نے دل کھول کر داد و دہش سے کام لیا_

حضرت علی علیہ السلام کے پند و نصایح

جس وقت لوگ اور بزرگ صحابی عثمان کی راہ و روش اور ان کے کارندوں کی زیادتیوں سے

تنگ آگئے تو وہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس پہنچے اور شکایات کے ضمن میں یہ درخواست کی کہ وہ ان کے نمایندے کی حیثیت سے عثمان کے پاس جائیں اور کہیں کہ وہ لوگوں کو اپنے کارندوں کے شر سے نجات دلائیں _ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے نصیحت فرمائي _ دوران گفتگو ان سے کہا کہ : ... عثمان خدا سے ڈرو اور اپنے اوپر رحم کرو ... خدا کے بہترین بندوں میں وہ عادل پیشوا ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے ... مروان سے تم اتنے نہ دبو کہ وہ تمہیں اس پختہ عمر اور پیرانہ سالی میں جہاں چاہے لیئے پھرے _(۳۸) بعض صحابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عثمان کی کارکردگی اور ان کے کارندوں کی زیادتیوں پر اعتراض کیا تو عثمان کا عتاب نازل ہوا _ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن بزرگ صحابہ سے انہوں نے ناروا سلوک کیا ان میں سے تین قابل ذکر ہیں _

حضرت ابوذر علیہ السلام نیک صالح بزرگ تھے ان کا شمار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم الشان صحابہ میں ہوتا تھا _ عثمان نے انہیں شہر بدر کرکے "ربذہ"(۳۹) چلے جانے کا حکم دیا یہی نہیں بلکہ یہ حکم جاری کردیا کہ رخصت کرنے کی غرض سے ان کے ساتھ کوئي شخص نہ جائے _ چنانچہ جس وقت وہ روانہ ہوئے تو انہیں رخصت کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام آپ کے دو فرزند اور حضرت عقیل و حضرت عمار یاسر کے علاوہ اور کوئی شخص نہ تھا _(۴۰)

عمار یاسر اور عبداللہ بن مسعود بزرگ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی وہی حالت گذر گئي جس سے حضرت ابوذر علیہ السلام دوچار ہوئے تھے _ عبداللہ کے بارے میں ان کے غلاموں کو حکم دیا گیا کہ وہ انہیں خوب زدو کوب کریں _ چنانچہ انہوں نے موصوف کو اس بری طرح زمین پر پٹخا اور اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں _ بیت المال سے جو انہیں وظیفہ دیا جاتا تھا وہ بھی منقطع کردیا گیا اور لوگوں کو منع کردیا گیا کہ کوئي ان کی عیادت کو نہ جائے _(۴۱)

حضرت عمار نے جب یہ اعتراض کیا کہ بیت المال کو پانی کی طرح بہایا جارہا ہے اور حکومت کے عہدے نالایق افراد کو دیئے جارہے ہیں تو ان پر بھی خلیفہ اور انکے خدمتگاروں کا عتاب نازل ہوا جن کے باعث وہ مرض فتق میں مبتلا ہوگئے _(۴۲)

خلیفہ سوم کا قتل

بنی امیہ کو کارگاہ خلافت اور ولایت کے صدر و مقامات پر بروئے کار اور بر سر اقتدار لانا ، ان کا موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور ان بزرگ ہستیوں کی جانب نکتہ چینی کیا جانا جن کا شمار بزرگ صحابہ رسول ﷺ میں ہوتا تھا ایسے عوامل تھے جن کے باعث لوگ عثمان کے خلاف طیش و غضب میں آگئے اور انفرادی اعتراضات، عوامی غم و غصہ کا سبب بن گئے۔

عوامی غم وغصہ کا مقابلہ کرنے کی غرض سے عثمان نے حاکم شام معاویہ اور بصرہ کے گورنر عبداللہ بن سعد کو خط لکھا اور مخالفین کی سرکوبی کے لئے ان سے مدد چاہی۔[۴۳]

مسلمین کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی کہ خلیفہ نے اپنی راہ و روش پر تجدید نظر کی بجائے ان کی سرکوبی کے اقدامات شروع کردیئے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس قضیے کا فیصلہ ہی کردیں۔ چنانچہ اس غرض سے کثیر تعداد میں لوگ مصر سے اور کچھ لوگ کوفہ سے مدینہ پہنچے ، مزید مہاجرین و انصار بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے اور سب نے دل بنا کر عثمان کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔

اگرچہ عوام کے نمایندگان اور خلیفہ کے درمیان بہت زیادہ کشمکش نیز کئي مرتبہ طولانی گفتگو ہوئی اس موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ کو پند ونصائح بھی کئے اور عثمان نے ان پر کاربند رہنے کا وعدہ کیا مگر انہوں نے نہ صرف انہیں عملی جامہ نہ پہنایا بلکہ جنگ و مقابلے پر اتر آئے اور اس بات پر اصرار کرکے کہہ "وہ پیراہن جو خداوند متعال نے مجھے پہنایا ہے میں اسے ہرگز نہ اتاروں گا"[۴۴] خلافت سے برطرف ہونے کے احتمال کو مسترد کردیا۔

عثمان کے گھر کا محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا اس دوران گھر کے اندر سے تیر چلتے رہے جس میں رسول خدا ﷺ کے ایک ضعیف العمر صحابی بھی شہید ہوگئے۔ عوام نے مطالبہ کیا کہ قاتل کو ان کے حوالے کیا جائے مگر انہوں نے یہ بات نہ مانی چنانچہ لوگوں نے ان کے گھر پر ہجوم بپا کردیا جس کے باعث عثمان قتل ہوگئے۔[۴۵]

حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں عثمان کا قتل (۴۶)

نہج البلاغہ میں مجموعی طور پر سولہ مقامات پر عثمان کے بارے میں بحث ہوئی ہے جن میں سے زیادہ کا تعلق قتل عثمان سے ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبات میں ایک طرف تو خود کو اس حادثہ قتل سے بری الذمہ قرار دیا ہے اور دوسری طرف انہوں نے خود کو عثمان کے مددگار میں شامل نہیں کیا ہے بلکہ جن لوگوں نے ان کے خلاف شورش کی تھی انہیں عثمان کے مددگاروں پر ترجیح دی ہے اس کے ساتھ ہی یہ سانحہ قتل آپ کی نظر میں مجموعی طور پر اسلامی مصالح و منافع کے مواقع و سازگار نہ تھا ۔

بظاہر یہ اقوال اور موضوعات مختلف و متضاد نظر آتے ہیں مگر ان میں اس طرح ہم آہنگی و مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے کہ:
حضرت علی علیہ السلام چاہتے تھے کہ عثمان اپنے طریقہ کار سے دست بردار ہوجائیں اور اسلامی عدل کی صحیح راہ اختیار کرلیں اور ضرورت پیش آجائے تو انہیں گرفتار بھی کرلیں تاکہ ان کی جگہ اہل خلیفہ بر سر اقتدار آئے اور وہ ان کے دور کے بدعنوانیوں کی تفتیش کرے اور اس سے متعلق جو حکم خداوندی ہو اسے جاری کرے ۔

اس طرح حضرت علی علیہ السلام نے نہ تو عثمان کے قتل سے اپنی رضا مندی کا اظہار کیا ہے اور نہ ہی ان کی شورش کرنے والوں کے ساتھ رویے کی تائید کی ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام کی یہی کوشش تھی کہ خون نہ بہایا جائے اور شورش کرنے والوں کے جو جائز مطالبات ہیں انہیں تسلیم کیا جائے اور اس طرح عثمان یا تو اپنی راہ و روش پر تجدید نظر کریں یا خلافت سے برطرف ہوجائیں تاکہ یہ کام کسی ایسے شخص کے سپرد کیا جاسکے جو اس کا اہل و مستحق ہو ۔

عثمان اور انقلابیوں کے درمیان جو تنازع ہوا اس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ یہ تھا کہ عثمان نے ہر چیز کو اپنے اور اپنے عزیز و اقارب کے لئے مخصوص کردیا تھا اور جو شیوہ انہوں نے اختیار کیا تھا وہ پسندیدہ نہ تھا اور تم شورش کرنے والوں نے بھی عجلت و بے تابی سے کام لیا جو بری چیز ہے ۔ (۴۷)

جس وقت حضرت علی علیہ السلام فرد ثالث کی حیثیت سے انقلابیوں کے مطالبات عثمان کو بتا رہے تھے تو آپ نے اس تشویش کا اظہار فرمایا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ انہیں مسند خلافت پر قتل کردیا جائے اور اگر ایسا ہوا تو مسلمانوں پر عظیم مصیبتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ نے عثمان سے کہا کہ میں تمہیں قسم دلا کر کہتا ہوں کہ ایسا کوئی کام نہ کرنا جس کے باعث تمہارا شمار امت کے مقتول پیشواؤں میں ہو کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس امت کے ایک پیشوا کا قتل ہوگا اور اس کے بعد کشت و کشتار کے دروازے کھل جائیں گے"۔(۴۸)

عثمان کے قتل کو بہانہ بنا کر طلحہ و زبیر نے لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف مشتعل کرنا چاہا تھا اسی لئے ایک موقع پر آپ علیہ السلام نے انہیں عثمان کے قتل میں ملوث قرار دیا تھا اور فرمایا تھا:

عثمان کے خون کا بدلہ لینے کی اس لئے جلدی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں اس خون کا ذمہ دار قرار دیا جائے کیونکہ ان پر الزام آرہا تھا کہ انہیں سب سے زیادہ عثمان کے قتل کئے جانے پر اصرار تھا۔(۴۹)

حضرت علی علیہ السلام نے دو موقعوں پر معاویہ کو سخت قصوروار قرار دیا کیونکہ عثمان کے قتل کو اس نے سازش نیز حضرت علی علیہ السلام کی اسلامی حکومت میں رخنہ اندازی کی غرض سے بطور آلہ کار استعمال کرنا چاہا تھا۔ اس لئے اس قتل پر وہ بہت زیادہ رنج و افسوس ظاہر کر رہا تھا اور اپنے مفاد کی خاطر وہ مظلوم خلیفہ کے خون کا قصاص لینے کیلئے لوگوں میں اشتعال پیدا کر رہا تھا۔(۵۰)

پچیس سالہ حکومت خلفاء کے دوران علی علیہ السلام کے کارنامے

عثمان کا قتل "۳۵ھ" کے اواخر میں ہوا اور یہیں پر حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے چوتھے مرحلے کی تکمیل ہوئی وہ خلافت کو چونکہ اپنا حق سمجھتے تھے اسی لئے اس پچیس سالہ دور میں انہیں خلفائے ثلاثہ کی حکومت سے اختلاف بھی رہا اس کے باوجود انہوں نے خلفائے وقت کی مدد، ہدایت اور تعلیم احکام سے کوئی دریغ نہ کیا اور اسی طرح آپ نے عالم اسلام کی قابل قدر خدمات انجام

دیں۔

اگرچہ گذشتہ اسباق میں ہم حضرت علی علیہ السلام کی بعض کارگزاریوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرچکے ہیں ، لیکن یہاں ہم محض بطور یاددہانی ترتیب وار آپ کے اہم ترین کارناموں کا ذکر کریں گے:

۱۔ قرآن کی تفسیر، اس کی جمع آوری اور علم تفسیر میں بعض شاگردوں کی تربیت۔

۲۔ دانشوران علم بالخصوص یہود ونصاری کے سوالات کے جواب اور ان کے شبہات کا ازالہ۔

۳۔ ایسے واقعات کے احکامات بیان کرنا جو اس وقت تازہ اسلام میں رونما ہوچکے تھے اور ان کے بارے میں بالخصوص نص قرآن و سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہیں تھی۔

۴۔ خلفاء کے سیاسی وعلمی مسائل حل کرنا اور ان کی جانب سے مشورہ کیئے جانے پر ایسے نظریات پیش کرنا جو ان کے مشکلات کو دور کرسکیں چنانچہ ان کی بعض مشکلات کو گذشتہ صفحات میں بطور نمونہ پیش کیا جاچکا ہے۔

۵۔ اپنے پاک ضمیر اور روشن ذہن شاگردوں کی تربیت وپرورش کرنا جو سیر وسلوک کیلئے آمادہ رہیں۔

۶۔ بعض لاچار ومجبور انسانوں کی زندگی کے مخارج پورا کرنے کی سعی وکوشش کرنا۔

۷۔ ان لوگوں کی دل جوئی و پاسبانی جن پر حکام وقت کی جانب سے ستم روا رکھے جاچکے تھے۔

سوالات

۱_ ابوبکر نے داخلی مسائل حل کرنے کے بعد کیا اقدامات کیئے؟

۲_ حضرت علی علیہ السلام نے دو مرتبہ ابوبکر کے سیاسی و علمی مسائل حل کئے ان کے بارے میں بھی لکھیئے؟

۳_ عمر کس طرح بر سر اقتدار آئے کیا انہیں عہدہ خلافت پر منصوب کیا گیا یا منتخب کیا گیا _ ان کے بارے میں شوری کی تشکیل ہوئي اس کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے ابوبکر کے اقدام سے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے نظریے کی صراحت کیجئے؟

۴_ مسلمانوں نے ایران کو کب فتح کیا؟ مختصر طور پر وضاحت کیجئے ؟

۵_ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد احادیث کو نقل و جمع کرنا کیوں ممنوع قرار دیا گیا اس کے اسباب کیا تھے؟

۶_ عمر نے جانشین مقرر کرنے کے سلسلے میں کیا راہ اختیار کي؟

۷_ عثمان کی مالی حکمت عملی کس بنیاد پر قائم تھي؟

۸_ عثمان کے عہد خلافت میں اموی گروہ کو کیا مراعات حاصل تھي؟

۹_ عثمان کے قتل کے کیا اسباب تھے؟

۱۰_ حضرت علی علیہ السلام نے پچیس سال تک سکوت و خاموشی کی زندگی بسر کی اس دوران آپ نے کون سے نمایاں کارنامے انجام دیئے پانچ واقعات کا ذکر کیجئے_

حوالہ جات

۱_ یہ شہر کوفہ اور موجودہ نجف کے درمیان واقع تھا_

۲_ بعقوبی (ج۲/ ۱۳۱) نے یہ رقم ستر ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان تردید کے ساتھ نقل کی ہے_

۳_ نہر اردن اور جھیل طبریہ کے نزدیک صحرائي علاقہ جہاں لشکر اسلام اور سپاہ روم کا مقابلہ ہوا_

۴_ بلاذری لکھتا ہے کہ لشکر اسلام نے پہلے دمشق فتح کیا اور اس کے بعد اسے یرموک پر کامیابی حاصل ہوئي(فتوح البلدان /۱۴۰)

۵_ اتقان ج ۲ / ۳۲۸

۶_ تذکرة الحفاظ ذہبی ج ۲ / ۳۳۱

۷_ مسند حنبل ج ۱/ ۱۴_۲

۸_ تاریخ خلفاء ۹۳_۸۶

۹_ تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۳۲

۱۰_ کافی ج ۲/ حدیث ۱۶ / ارشاد مفید/ ۱۰۷ حضرت علی علیہ السلام نے اس مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ وہ شخص اسے عام لوگوں کے درمیان لے جائیں اور ان سے پوچھیں کیا تم نے اس شخص کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی ہے جس کی رو سے شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے اگر ان کا جواب مثبت ہو تو اس شخص پر حد جاری کی جائے_ وگرنہ اس سے کہا جائے کہ وہ اپنے اس فعل سے توبہ کرے خلیفہ نے ایسا ہی کیا اور اس شخص نے نجات پائي_

۱۱_ کامل ابن اثیر ج ۲/ ۴۲۵' تاریخ طبری ج ۴/ ۱۴۲۹' شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۱۶۳_
نہج البلاغہ خطبہ سوم "فواعجباً بينا هو يستقبلها فی حياته اذ عقدر لاخر بعد وفاية"

۱۲_ یہ عراق میں کوفہ کے نزدیک نہر ہے جو فرات سے نکلی ہے_

۱۳_ اعیان الشیعہ ج ۱/ ۳۳۹_ نہج البلاغہ خ ۱۳۶_ بحار مطبوعہ کمپانی ج ۵۰۱/۹

۱۴_ وحملہ وفصالہ ثلاثون شہرا (احقاف آیہ ۱۵)

۱۵_ والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین (بقرہ ۲۳۲)

۱۶_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۲۱_

۱۷_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۳۱

۱۸_ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۵۵' کامل ابن اثیر ج ۳ / ۳۳ ۱۳_

۱۹_ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۵۸' شرح ابن ابی الحدید ج' / ۱۸۶ "ان ولی حمَّل بن ابی معیط وبنی امیة علی رقاب الناس...

۲۰_ شیعہ در اسلام / ۱۱ منقول از " کنز العمال ' مقدمہ مراہ العقول ج ۱ / ۳۰_

۲۱_ طبقات ابن سعد ج ۵ / ۱۸۸' مقدمہ مراۃ العقول ج ۱ / ۲۹_

۲۲_ شیعہ در اسلام ۱۱_

۲۳_ سورہ حشر آیہ ﴿ماآتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا﴾

۲۴_ مورخین نے سپاہیوں اور کارکنان حکومت کی تنخواہوں کے جو اعداد و شمار درج کیے ہیں ان کی رقوم میں نمایاں فرق ہے مثلا عباس بن عبد المطلب کی سالانہ تنخواہ بارہ ہزار درہم تھی جب کہ ایک مصری سپاہی کو سالانہ تنخواہ صرف تین سو درہم دی جاتی تھی معاویہ اور ان کے باپ کی سالانہ تنخواہ پانچ ہزار درہم مقرر تھی جب کہ مکہ کے ایک عام باشندے کی تنخواہ جس نے مہاجرت نہیں کی تھی صرف چھ سو درہم ہی تھی ازدواج پیغمبر اکرم ﷺ کو سالانہ تنخواہ چار سو درہم ملتے تھے جبکہ ایک یمنی سپاہی کی تنخواہ ۴۰۰ درہم تھی (تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۵۳' کامل ابن اثیر ج ۲ / ۵۰۲_

۲۵_ (خلاصہ) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۱۸۶_

۲۶_ طبری کے قول کے مطابق (ج ۴ / ۲۲۷) جس وقت مجلس مشاورت (شوری) کی تشکیل ہوئی طلحہ مدینہ میں نہ تھے اور اس مجلس کی تشکیل باقی پانچ فراد نے کی_

۲۷_ شرح نہج البلاغہ جلد ۳_

۲۸_ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ٦٧ ، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۹۱ ، تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۲٦_

۲۹_ نہج البلاغہ خ ۳_

۳۰_ حتی اذا مضی لمبیلہ جعلھا فی جماعة زعم انی احدھم فیاللہ وللشوری متی اعترض الریب فی مع الاول منھم حتی صرت آقرن الی ھدہ النظائر لکننی اسففت اذاسفوا

وطرت اذ طاروا فصغى رجل منهم لضغنه ومال الاخر لصهره مع هن وهن

٣١_ کامل ابن اثیر ج٣ / ١٦٦" انی اکره الخلاف"_

٣٢_ شرح ابن ابی الحدید ج١ / ١٨٩_

٣٣_ تاریخ یعقوبی ج٢ / ١٦٥' شرح ابن ابی الحدید ج ٣ / ١٩' مروج الذھب ج٢ / ٣٣٥' کامل ابن اثیر ج٣ / ١٠٧_

٣٤_ مروج الذھب ج٢ / ٣٤٣ الاغانی ٦/ ٣٥٦ الفاظ کے معمولی اختلاف کی ساتھ یہ عبارت نقل کی ہے":

یا بنیی امیة تلقفوها تلقف الکرة فوالذیی یحلف به ابو سفیان مازلت ارجوها لکم لتصید ن الی صبیانکم وراثة

٣٥_ مروج الذہب ج ٢/ ٣٤٣_ ٣٣١

٣٦_ مروج الذہب ج ٢/ ٣٣٢

٣٧_ شرح ابن ابی الحدید ج ١/ ١٩٩، الغدیر ج ٢٥٨/٨

٣٨_ ایضاً

٣٩_ شرح ابن ابی الحدید ج ١٩٩/١

٤٠_ نہج البلاغہ خ ١٦٣_"... فلا تکون لمروان سیقة بسوقك حیث شاء بعد جلال السن و تقضی العمر"_

٤١_ ربذہ کا انتخاب اس لئے کیا گیا تھا کہ یہ جگہ بہت خشک اور سخت مقامات پر واقع تھی اور حضرت ابوذر نے اپنے کفر کا بشیر زمانہ اسی جگہ گذارا تھا اس لئے انہیں اس سے سخت نفرت تھی_

٤٢_ مروج الذہب ج ٢/ ٣٣٩_ ٣٤٢ کامل ابن اثیر ج ٣/ ١١٣، تاریخ طبری ج ٤/ ٢٨٣

٤٣_ الغدیر ج ٩/ ٣، ٦، ١١٠، شرح ابن ابی الحدید ج ٣/ ٤٠

٤٤_ الغدیر ج ١١٣/٩_ ١١٠ شرح ابن ابی الحدید ج ٣/ ٤٧، الامامة والسیاسة ج ١/ ٣٦_ ٣٥

٤٥_ ان خطوط کے متوب کتاب الغدیر کی جلد ٩ میں مشاہدہ کریں_

٤٦_ شرح ابن ابی الحدید ج ٢/ ١٥٢_ ١٥١_ لا انزع قمیصاً البسنیة اللہ_

۴۷_ عثمان کے سانحہ قتل کے بارے میں یہ کتابیں ملاحظہ ہوں :"الامامة والسیاسة ج ۱_ الغدیر ج ۹ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ اور کامل ابن اثیر ج ۳

۴۸_یہاں اس سانحہ کا محض جائزہ لیا گیا ہے_

۴۹_استا ثر فاساء الاثرة وجزعتم فسا تم الجزع (نہج البلاغہ خ ۳۰)

۵۰_ نہج البلاغہ خ ۱۶۴"انی انشدك الله الا تکون امام هذه الامة المقتول فانه کان یقال یقتل فی هذه الامة امام یفتح علیها القتل والقتال الی یوم القیامة "

۵۱_نہج البلاغہ خ ۱۷۴"والله ما استعجل متجردا الطلب بدم عثمان الاخوفاً من ان یطالب بدمه لانه مظنه ولم یکن فی القوم احرص علیه منه"_

۵۲_ اس واقعے کی تفصیلات آیندہ صفحات میں آئے گی_

۵۳_ اس سلسلہ میں نہج البلاغہ کا تیسرا حصہ ملاحظہ ہو (سیری در نہج البلاغہ نامی کتاب تالیف شہید استاد مطہری (رح) کے صفحات ۱۷۵،۱۶۵ سے بطور خلاصہ ماخوذ)_

۵۴_یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت علي عليه‌السلام کی ولادت سے خلافت ظاہری تک کی زندگی کے حالات محقق گرانقدر استاد جعفر سبحانی کی کتاب "پوھشی عمیق از زندگی علي عليه‌السلام (و دیگر معتبر کتب سے اخذ کئے گئے ہیں)_

پانچواں سبق

خلافت ظاہری سے شہادت تک

حضرت علي عليه السلام کی بیعت

بیعت کے بعد لوگوں میں سرور و شادمانی.

قریش کی وحشت و پریشانی

گوشہ نشین لوگ

حضرت علي عليه السلام کی بیعت کے امتیازات

سوالات کے جوابات

حضرت علي عليه السلام نے کن مقاصد کے تحت حکومت قبول فرمائی

ابتدائي اقدامات

نیک اور صالح کارکنوں کا تقرر

معاویہ کی برطرفي

مساوی حقوق کی ضمانت

لوٹے ہوئے مال کی واپسي

بدعنوانیوں میں ملوث دولتمندوں کی رخنہ اندازي

سوالات

حوالہ جات

حضرت علي عليه السلام کی بیعت

عثمان کے قتل کے بعد اپنے آیندہ کے ہادی و راہنما کا انتخاب کرنے کی غرض سے مہاجرین و انصار حضرت علی علیہ السلام کے گرد جمع ہو گئے جو لوگ اس مقصد کے تحت حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے ان مےں عمار یاسر' ابوالھیثم' ابو ایوب انصاری ، طلحہ اور زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش پیش تھے _

حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی خاطر آپ کے گھر کی طرف ایک جم غفیر روانہ ہوا ان میں سب کا یہی اصرار تھا کہ امور خلافت کی لگام آپ سنبھالیں انہوں نے ایک زبان ہو کر کہا : اے ابوالحسن عثمان قتل کر دیئے گئے اور ہمیں اپنے ہادی و راہنما کی ضرورت ہے اور ہم آج آپ سے زیادہ کسی کو شایستہ و قابل نہیں سمجھتے جن لوگوں نے دین اسلام قبول کیا آپ ان مےں سب پر سبقت لے گئے اور دوسروں کے مقابل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ ہی سب سے زیادہ نزدیک تھے _

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : مجھے تمہاری حکومت کی ضرورت نہیں تم جسے بھی اپنا رہنما اختیار کرو گے میں بھی اس سے اتفاق کروں گا _ (۱)

سب نے ایک زبان ہو کر کہا : آپ کے علاوہ ہم کسی کو بھی نہیں چاہتے (۲) لوگوں کا اصرار جاری رہا مگر حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے انھیں جواب نفی کی صورت میں ہی ملتا رہا بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے بغیر حضرت کے گھر سے باہر نکل آئے _

اگرچہ لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا مگر حضرت علي علیہ السلام کسی طرح بھی خلافت قبول

کرنے کے لئے راضی ہی نہیں ہوتے تھے اور ہر بار یہی جواب دیتے کہ اس امر کے لئے تم لوگ مجھے مجبور مت کرو امیر بننے سے میرے لئے بہتر یہی ہے کہ وزیر (۳) رہوں لیکن انہوں نے یہی کہا کہ ہم اپنے اس فیصلے سے ہرگز رو گرداں نہ ہوں گے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے (۴) اور ہر طرف سے بیعت کی خاطر آپ کے گرد ہجوم ہونے لگا _

آپ کے گرد لوگ کس طرح جمع ہوئے اس کی کیفیت خود ہی بیان فرماتے ہیں :

اچانک میرے گرد لوگوں کا ہجوم اس طرح ہو گیا کہ لگتا تھا گویا یہ انسان نہ ہوں بلکہ چرغ بجو کی گردن پر گھنے بال ہوں اس ازدحام میں میرے بچے حسن و حسین بھی روندے گئے اور لوگوں کے اس ہجوم کے باعث میرا لباس بھی دو جانب چاک ہو گیا لوگوں کی یہ حالت تھی گویا اوہ انسان نہیں بلکہ ایسے مویشی ہیں جن کے سر پر گلے بان نہ ہو ان میں سے ہر ایک میری طرف ہی چلا آرہا تھا _ (۵)

لیکن اس کے بعد بھی حضرت علي عليه‌السلام نے بلا قید و شرط حکومت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ : میں تمہیں کل صبح تک کی مہلت دیتا ہوں اپنے اپنے گھر جاؤ اور اپنے فیصلے پر غور کر لو اگر اس کے بعد بھی تم لوگ اپنے فیصلے پر قائم رہے تو تمہیں میری حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہو گا اور تم مجھ سے یہ نہ چاہو گے کہ میں سابق خلفاء کی روش کا پیرو کار رہوں اگر یہ شرط منظور ہے تو کل صبح مسجد میں جمع ہو جانا ورنہ تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو _

اگلے روز لوگ مسجد میں جمع ہوئے امیر المومنین حضرت علي عليه‌السلام منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا : لوگو کل جب ہم آپس میں جدا ہوئے تو اس وقت میری یہ کیفیت تھی کہ مجھے تمہاری حکومت سے بیزاری تھی جب کہ تمہارا یہ اصرار تھا کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص تمہارے امور کی زمام نہ سنبھالے یہ جان لو اگرچہ تمہارے مال (بیت المال مسلمین) میرے دست اختیار میں ہے مگر مجھے یہ حق نہیں کہ تمہارے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نکالوں میں اسی صورت میں تم پر حکومت کر سکتا ہوں ورنہ تم میں سے کسی کی ذمہ داری قبول کرنے کو میں تیار نہیں (۶) جس وقت حضرت

علی علیہ السلام کی تقریر ختم ہوئي تو لوگوں نے بلند آواز کہا ہم نے جو عہد کیا تھا آج بھی اسی پر قائم ہیں اور خدا کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کیلئے تیار ہیں اس کے بعد موجوں کی مانند لوگوں میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور بیعت کے لئے لوگوں کا ادحام ہو گیا _

سب سے پہلے طلحہ اور زبیر نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اس کے بعد ان لوگوں نے بیعت کی جو مصر 'بصرہ اور کوفہ سے آئے ہوئے تھے اس کے بعد عام لوگ اس سعادت سے سرفراز ہوئے _ (۷)

بیعت کے بعد لوگوں میں سرور و شادمانی

حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد لوگ انتہائي خوش و خرم تھے کیونکہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی _

بیعت کے بعد لوگوں میں جو باطنی خوشي و مسرت تھی اسے حضرت علی علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمایا ہے : میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد لوگوں کی مسرت و شادمانی کا یہ حال تھا کہ بچے تک وجد و سرور میں آ گئے تھے _ ضعیف العمر لرزتے ہوئے پیروں سے چل کر 'بیمار دوسروں کے کاندھوں پر سوار ہو کر میرے پاس آئے اور جو لوگ معذور تھے ان کی دلوں میں مجھ تک پہنچنے کی حسرت ہی رہ گئي _ (۸)

عام لوگوں کی خوشي و مسرت کے علاوہ بعض بزرگ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دوسرے کے بعد عوام میں تشریف لائے اور انہوں نے بھی تقاریر کے ذریعے اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا اس ضمن میں انہوں نے عوام کو دعوت دی کہ وہ عہد و پیمان پر مضبوطی سے قائم رہیں اور نئي حکومت کو تقویت بخشیں جن لوگوں نے اس موقعے پر تقاریر کیں ان مےں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں _

۱_ انصار کے نمائندہ ثابت بن قیس نے کہا : یا امیرالمومنین خدا کی قسم اگرچہ دوسرے لوگوں کو خلافت کے لحاظ سے آپ پر سبقت حاصل ہے لیکن دین میں وہ آپ پر برتری حاصل نہ کر

سکے ... انھیں آپ کی ضرورت تھی لیکن آپ ان سب سے بے نیاز رہے" _ [۹] ۲_ خزیمہ بن ثابت نے اس موقع پر کہا : یا امیرالمومنین ہماری نظر میں آپ کے علاوہ کوئي ایسا نہیں جس کے ہاتھوں میں اپنے معاملات کی لگام دے سکیں ...
ایمان میں آپ کو سب پر برتری حاصل ہے خدا شناسی مےں آپ عارف کامل ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات و مراتب کے سب سے زیادہ حق دار آپ ہی ہیں دوسروں میں جو خصوصیات پائي جاتی ہیں وہ آپ میں بھی موجود ہیں لیکن جو فضائل و کمالات آپ کی ذات میں ہیں ان سے وہ محروم ہیں [۱۰]
۳_ صعصعہ بن صوحان نے کہا : یا امیرالمو منین مقام خلافت نے آپ کی ذات کے ذریعے زینت و رونق پائي، خلافت کو آپ کی ضرورت ہے اور آپکو اس کی ضرورت قطعی نہیں _ [۱۱]

قریش کی وحشت و پریشاني

قریش اور حق سے روگرداں وہ تمام لوگ جنہوں نے عثمان کے عہد میں حکومت مےں خاص مراعات حاصل کرلی تھیں حضرت علی علیہ السلام کے دور خلافت میں بہت مضطرب و پریشان ہوئے چنانچہ ان کے لئے اس کے سوا کوئي چارہ کار نہ تھا کہ سر تسلیم خم کردیں کیونکہ اب رائے عامہ امیرالمومنین حضرت علي علیہ السلام کے ساتھ تھی اور وہ لوگ کسی ایسی راہ پر گامزن نہیں رہ سکتے تھے جو اسلامی معاشرے کے منافی ہو اسی لئے انہوں نے حضرت علي علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرلی لیکن ان کے دلوں میں کدورت ابھی تک باقی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علي علیہ السلام کی تلوار نے بہت سے مشرکین قریش اور کفار کے سرتن سے جدا کئے تھے _
اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کی حکمت علمی اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتی کہ بیت المال کو غارت کیا جائے _
قریش کے دلوں میں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف جو کینہ و دشمنی کے جذبات تھے ان کے بارے

میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے: اگرچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے اس وقت تک کافی عرصہ گذر چکا تھا مگر قریش کے دلوں میں ان علیہ السلام کے خلاف اس قدر بغض و کینہ تھا کہ کسی طرح کم نہیں ہوتا تھا یہی نہیں بلکہ اس کینہ و عداوت کو انہوں نے اپنے بچوں تک کے ذھنوں پر نقش کردیا_ (۱۲)

گوشہ نشین لوگ

بعض لوگوں نے حضرت علي علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے سے کنارہ کشی بھی کی_ مسعودی نے انھیں قعاد (زمین گیر)(۱۳) اور ابوالفداء نے انھیں معتزلہ (گوشہ نشین (۱۴)) کے عنوان سے یاد کیا ہے جب حضرت علی علیہ السلام سے ان کے بارے مےں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نہ حق کا ساتھ دیا اور نہ ہی باطل کی مدد کیلئے کھڑے ہوئے (۱۵) ان لوگوں میں سعد بن وقاص 'عبداللہ بن عمر' حسان بن ثابت' کعب بن مالک' قدامہ بن فطعون' مغیرہ بن شعبہ اور دیگر چند افراد شامل تھے_ (۱۶)

یہ لوگ اپنے اس فعل کی توجیہ کے لئے بیجا عذر بہانے تراشتے تھے مثلا جب سعد قاص سے بیعت کے لئے کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تک سب لوگ بیعت نہ کرلیں گے میں بیعت نہیں کروں گا_ (۱۷)

یہ لوگ تو اچھی طرح جانتے تھے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام حق پر ہیں اور حق بھی ان کے ساتھ ہے آپ کو ہر اعتبار سے دوسروں پر فضیلت و برتری حاصل تھی لیکن ان کی نخوت اور جسمانی ہوا و ہوس نے انھیں حق سے دور کردیا تھا چنانچہ امیرالمومنین حضرت علي علیہ السلام نے ان کو ان کے حال پر چھوڑدیا اور بیعت کیلئے مجبور نہ کیا البتہ ان میں سے چند لوگ بالخصوص سعد بن وقاص اور عبداللہ بن عمر بعد میں بہت پشیمان ہوئے_

حضرت علي عليه السلام کی بیعت کے امتیازات

حضرت علی عليه السلام کے دست مبارک پر بیعت روز جمعہ بتاریخ پچیس ذی الحجہ ۳۵ھ انجام پذیر ہوئي اس کے بعض امتیازات ہم یہاں بیان کر رہے ہیں :۔

۱۔ حضرت علی عليه السلام نے مستقبل کی حکومت کے استحکام کی خاطر لوگوں کو یہ موقعہ دیا کہ وہ آزادانہ طور پر اپنا رہبر انتخاب کریں اور انہیں اتنی مہلت دی کہ وہ اس کے بارے میں مکمل طور پر غور و فکر کرلیں تاکہ پورے شعور کے ساتھ آیندہ کیلئے اپنے رہبر کا انتخاب کریں۔

۲۔ امیرالمومنین حضرت علی عليه السلام کی بیعت عمومی تھی اور ایک عوامی تجویز کے طور پر پیش کی گئي تھی اس کے برعکس گذشتہ خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کا معاملہ عوامی تحریک پر مبنی نہ تھا بلکہ بقول عمر: ابوبکر کی بیعت کا اتفاقی واقعہ تھا جو "اچانک" کسی پیش بندی کے بغیر حادثی طور پر رونما ہوا اور صرف دو افراد (عمر اور ابوعبیدہ) کی تجویز پر اس مسئلے کو پیش کیا گیا۔

عمر کو بھی عوام کی تجویز پر خلیفہ مقرر نہیں کیا گیا تھا بلکہ انہیں ابوبکر نے اس منصب پر مامور کیا تھا۔ عثمان کو بھی عوام کی تجویز پر خلیفہ منتخب نہیں کیا گیا تھا بلکہ چھ افراد پر مشتمل شوری میں سے صرف دو افراد کی موافقت سے جسے خلیفہ ثانی نے منتخب کیا یہ کام انجام پذیر ہوا۔[۱۹]

۳۔ حضرت علی عليه السلام کی بیعت کو لوگوں نے خود قبول کیا اور یہ کام اس وقت عمل پذیر ہوا جب لوگوں نے پہلے سے اس مسئلے پر غور کرلیا تھا جبکہ سابقہ خلفاء نے عوام کو غور و فکر کرنے کا موقع ہی نہیں دیا بلکہ ان کی سعی وکوشش یہ تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے یہ کام ختم ہوتاکہ تاکہ خیر کے باعث اس میں موانع پیدا نہ ہوں۔

۴۔ بیعت کے لئے جس جگہ کو مرکز بنایا وہ مسجد تھی تاکہ تمام مسلمین اس میں شرکت کرسکیں اور اگر کسی کو کوئي اعتراض ہو تو اسے پیش کرے درحالیکہ گذشتہ خلفاء کی بیعت میں اس خصوصیت کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔

۵۔ حضرت علی عليه السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کیا گیا چنانچہ جس

وقت عبداللہ بن عمر کی بیعت کا مسئلہ سامنے آیا اور انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کردیا تو مالک اشتر نے امیرالمومنین علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام سے کہا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ان کی گردن تن سے جدا کردی جائے، تو حضرت علی علیہ السلام نے ان کی اس تجویز کو صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سے یہ ضمانت بھی دی کہ عبداللہ بن عمر کو کوئی شخص تکلیف و آزار نہ پہنچائے۔[۲۰]

سوالات کے جوابات

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے اور نہج البلاغہ میں مندرج امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے خطبات سے بھی اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے اگرچہ لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے مصر تھے مگر آپ نے اس کام کے آغاز سے ہی خود کو کسی بھی پیشقدمی سے باز رکھا۔[۲۱]

ممکن ہے یہ سوال پیش آئے کہ: حضرت علی علیہ السلام اس کے باوجود کہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے اور بر سر اقتدار آنے کے لئے شایستہ ترین انسان بھی تھے، نیز عوام آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے ہر طرف سے جمع ہو گئے تھے پھر عوام کے اصرار کے باوجود امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے شروع ہی سے منصب خلافت کو قبول کرنے سے کیوں منع فرمایا؟

حضرت علی علیہ السلام کے لئے منصب خلافت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ حکومت کی ذمہ داریوں نیز ان سے پیدا ہونے والی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کو عاجز وناتوان سمجھتے تھے بلکہ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ آپ علیہ السلام اسلامی معاشرہ کی اجتماعی و معنوی کیفیت پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس کی بہت سی مشکلات آپ کے پیش نظر تھیں اس لئے آپ چاہتے تھے کہ لوگوں کا امتحان لیں تاکہ یہ اعلان ہوجائے کہ عوام آپ کی انقلابی روش کو برداشت کرنے کے لئے کس حد تک تیار ہیں اور ان کا جب مشکلات سے سامنا ہو تو وہ یہ نہ کہیں کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے انہیں صحیح حالات سے بے خبر رکھا اور ان کے انقلابی جذبات نیز جوش و خروش سے فائدہ اٹھالیا۔

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ نے عوام سے کہا تھا کہ: آپ لوگ مجھے معاف رکھیں یہ ذمہ داری

کسی دوسرے شخص کے سپرد کردیں کیونکہ جو مقصد میرے پیش نظر ہے اس میں اتنی زیادہ مشکلات ہیں کہ لوگوں میں انہیں برداشت کرنے کی طاقت اور انسانی عقول میں انہیں قبول کرنے کی تاب ہی نہیں ۔ عالم اسلام کے افق پر ظلم وبدعت کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں اور اسلامی راہ و روش میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔[۲۲]

حضرت علی علیہ السلام نے کن مقاصد کے تحت حکومت قبول فرمائی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شخص جسے حضرت علی علیہ السلام کے کردار و اخلاق اور طرز زندگی کے بارے میں ادنی سی واقفیت ہے اتنا تو جانتا ہی ہے کہ آپ جیسے بزرگوار شخص کی قطعی یہ آرزو تمنا نہ تھی کہ لوگوں پر حکومت کریں اور منصب خلافت قبول کرنے میں ہرگز یہ مقصد کارفرما نہ تھا کہ مال ودولت ، جاہ و ثروت اور حکومت و اقتدار حاصل ہو۔

آپ علیہ السلام نے بھی گفتگو کے دوران کئی مرتبہ یہ بات لوگوں کے گوش گزار کردی تھی۔چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اور ابن عباس کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا اقتباس یہاں پیش کیا جارہا ہے:

ابن عباس کہتے ہیں بصرہ کے راستے میں واقع "ذی قار" نامی منزل پر حضرت علی علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی آپ اپنا نعلین سی رہے تھے انہیں سیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ان جوتیوں کی کیا قیمت ہوگی؟ میں نے عرض کیا کہ : اب ان کی کیا قیمت رہ گئی اس پر آپ نے فرمایا :

والله لهی احب الی من امر بکم الا ان اقیم حقا او ادفع باطلا[۲۳]

خدا کی قسم مجھے یہ نعلین تم پر حکومت کرنے سے کہیں زیادہ عزیز ہیں مگر یہ کہ حق کو قائم کروں اور باطل کا قلع قمع کردوں۔

اور ایک جملے میں تو آپ نے زمامداری کو گندے پانی اور ایسے لقمے سے تشبیہ دی ہے جو گلے میں پھنسا ہو۔چنانچہ فرماتے ہیں :

"هذا ماء آجن ولقمه یَفضَّ بها اکلها"[۲۴]

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ شقشقیہ کے آخر میں اس مقصد کی وضاحت فرمائی ہے کہ

آپ نے زمامداری کو کیوں قبول فرمایا: قسم ہے اس خدائے پاک کی جس نے دانے کو چاک کیا اور انسان کی تخلیق کی اگر لوگ کثیر تعداد میں میرے گرد جمع نہ ہوگئے ہوتے' ہم کاروں کی مدد سے حجت قائم نہ ہوگئي ہوتی اور اگر خداوند تعالی نے علماء سے یہ عہد و پیمان نہ لیا ہوتا کہ ظالموں کی شکم پری اور مظلوین کی فاقہ کشی پر وہ خاموش نہ رہیں تو میں خلافت کے شتر کی مہار کو اس کی کمر پر پھینک دیتا اور پہلے ہی جام میں اسے آخری جام کی طرح سیراب کردیتا۔ (۲۵)

حضرت علی علیہ السلام کے ان اقوال سے واضح ہے کہ آپ نے دو اہم بنیادوں پر زمام حکومت سنبھالی۔پہلی تو یہی کہ لوگ خود چل کر آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور یہ اعلان کیا کہ حکومت کی حمایت کریں گے اور دوسری بنیاد یہ تھی کہ آپ علیہ السلام عدل و انصاف بر قرار کرکے ظلم و ستم کا سدباب کرنا چاہتے تھے۔

ابتدائي اقدامات

جب آپ کو بیعت سے فرصت ملی تو آپ نے اعلان فرمایا کہ جن مقاصد کے تحت آپ نے حکومت کو قبول فرمایا ہے انہیں حقیقت کی شکل دیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام نے جو سیاسی مسلک اور طریق کار اختیار کیا وہ کوئي ایسا اتفاقی امر نہ تھا جس کی تخلیق اسی روز کی گئي ہو بلکہ یہ ایسے دستور العمل کا مجموعہ تھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ و روش سے حاصل کیا گیا تھا اور اس کا سرچشمہ وحی و قرآن تھے۔

وہ کام جنہیں حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں اولویت حاصل تھی اور جنہیں فورا ہی انجام دینا چاہتے تھے وہ ان تین حصوں پر مشتمل تھے۔

۱)نیک اور صالح کارکنوں کا تقرر

۲)برتری و امتیازی سلوک کی برطرفی اور سب کے لئے مساوی حقوق کی ضمانت

۳)تاخت وتاراج کئے ہوئے مال کو واپس کرنا اور بیت المال کی عادلانہ تقسیم

نیک اور صالح کارکنوں کا تقرر

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی حکومت کے ابتدائي دنوں میں عثمان کے حکام اور کارندوں کو برطرف کردیا کیونکہ ظلم و ستم اور اسلامی قوانین نیز مردم سالاری کی سیاست سے ان کی نا آشنائي، عثمان کے خلاف قیام کرنے کے اہم اسباب میں ایک سبب تھا_

مغیرہ بن شعبہ نے حضرت علی علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی پہلے حکام کو ان کے مناصب پر بحال و برقرار رکھاجائے لیکن حضرت علی علیہ السلام نے انکی اس تجویز کو منظور نہ کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں اپنے دینی فرائض کی انجام دہی میں سستی نہ کروں گا_ (۲۶)

جن محرکات کے تحت حضرت علی علیہ السلام نے یہ اقدامات کئے ان کے بارے میں آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں : میں اس بات سے غمگین واندوہناک ہوں کہ اس امت کی حکومت کے سرپرست بے خبر اور ناکارہ لوگ ہوں وہ بیت المال کو تباہ کریں ، بندگان خدا کو آزادی سے محروم کرکے انہیں اپنا غلام بنالیں ، نیک و صالح لوگوں سے جنگ کریں اور فاسق و فاجر لوگوں کو اپنا یار ومددگار بنائیں_

اس جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو شراب پیتے ہیں اور ان پر حد جاری کی جاچکی ہے ، انہیں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اسلام اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک ان کے لئے کوئي عطیہ مقرر نہیں کیا گیا_ (۲۷) حضرت علی علیہ السلام نے عثمان کے مقرر کردہ حکام کو برطرف کرکے ان کی جگہ نیک وصالح اور دور اندیش لوگوں کو مختلف صوبوں کی حکومتوں پر مقرر کیا اس زمانے میں بصرہ، مصر اور شام کا شمار اسلامی قلمرو کے عظیم صوبوں میں ہوتا تھا_ چنانچہ آپ نے عثمان بن حنیف کو بصرہ کا، سہل بن حنیف کو شام کا اور قیس بن سعد کو مصر کا صوبہ دار مقرر فرماکر ان مناصب سے سرفراز فرمایا_ والی کوفہ ابوموسی اشعری کو مالک اشتر کے اصرار پر انکے عہدے پر بحال رکھا_ (۲۸)

معاویہ کی برطرفي

جیسا کہ اوپر بیان کیاجاچکا ہے کہ عثمان کے حکام و عمّال کو برطرف کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام چاہتے تھے کہ تباہی و فسادکاری کے خلاف محاذ قائم کرکے اجتماعی عدل و انصاف کی بنیادوں کو محکم واستوار کریں اور آپ علیہ السلام چونکہ معاویہ کے نظر و فکر وکارکردگی سے بخوبی واقف تھے اسی لئے انہوں نے اس بات کی مخالفت کی کہ وہ حکومت کے کسی منصب پر برقرار رہے اگرچہ ان علیہ السلام کےچچا زاد بھائي ابن عباس نے معاویہ کی سفارش بھی کی کہ انہیں مختصر عرصے کے لئے ہی سہی اس کے عہدے پر بحال رکھا جائے لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اس سفارش کو بھی قبول نہیں فرمایا۔

جب مغیرہ کی یہ کارگرنہ ہوئي کہ سابقہ حکام کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا جائے تو انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ معاویہ کو شام کی صوبہ داری سے معزول نہ کیجئے کیونکہ وہ گستاخ ہے اور شام کے لوگوں اسی کے مطیع و فرمانبردارہیں عمر نے اسے چونکہ شام کا گورنر مقرر کیا تھا لہذا آپ کے پاس بہانہ ہے۔ اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم میں اسے دو روز بھی کسی عہدے پر بحال نہ رکھوں گا (۲۹) جس وقت عباس کو مغیرہ کی تجویز کے بارے مےں اطلاع ہوئي تو انہوں نے بھی امیرلمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں یہی عرض کی کہ مجھے اس بات سے اتفاق نہیں کہ فی الحال آپ معاویہ کو اس کے منصب سے معزول کریں جس وقت وہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے اور آپ کاکام استحکام پذیر ہو جائے اس کے بعد آپ اسے برطرف کیجئے اس پر حضرت علي علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم 'تلوار کے علاوہ میں اسے کوئي اور چیز نہ دوں گا۔ (۳۰)

حضرت علی علیہ السلام نے جو یہ روش اختیار کی اس کے بارے میں ان چند نکات کا بیان کردینا ضروری ہے۔

امیرالمومنین حضرت علي علیہ السلام بخوبي واقف تھے کہ معاویہ کسی بھی صورت میں ان کے دست مبارک پر ہرگز بیعت نہ کرے گا اور آپ کا حکم نہ مانے گا کیونکہ جذبہ اقتدار پسندي و زراندوزی کے علاوہ قبائلي تعصب اور وہ دیرینہ دشمني جو اس کے دل میں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف تھی اس راہ میں

مانع و حائل تھی کہ وہ حضرت علي عليه السلام کی حکومت کے نمایندے کی حیثیت سے کوئي خدمت انجام دے اور امر واقعی یہ ہے کہ حضرت علی عليه السلام اور معاویہ کے جذبہ کارگردگی و مقاصد کے درمیان متضاد تطبیق کا فاصلہ تھا اور اسی کے باعث دونوں کے مابین باہمی تعاون کا امکان نہ تھا ـ

اگر حضرت علی عليه السلام نے کوئي ایسا فرمان جاری کردیا ہوتا جس سے اس بات کی تائید ہوتی کہ وہ شام کی صوبہ داری پر بحال رہے تو اس بات کا امکان تھا کہ معاویہ اس فرمان کا فائدہ اٹھا کر اسے اپنی فرمانروائي کا پروانہ تصور کرتا ہے اور اس طرح اسے شام میں پہلے سے کہیں زیادہ قدم جمانے کا موقع مل جاتا ـ

معاویہ جیسے استبداد پسند عمال اور دیگر مفسد کارندوں کی عملہ خلافت مےں موجودگی ایسے عوامل تھے جن کے باعث مسلمین کے درمیان رنجش پیدا ہوئي اور انہوں نے عثمان کے خلاف بغاوت کردی امیرالمومنین حضرت علی عليه السلام کی حکومت چونکہ حقوق سے محروم و ستمدیدہ طبقات کی پناہگاہ تھی اسی لئے اگر اس میں معاویہ جیسے لوگ بر سر اقتدار رہتے تو اس بات کا امکان تھا کہ عوام میں دربارہ غم و غصہ پیدا ہو جائے اور وہ اکثریت جو حضرت علي عليه السلام کی طرفدار تھی اسے امیرالمومنین عليه السلام کی ذات اور اس حکومت سے جس کی آیندہ تشکیل کرتے مایوسی ہوتی چنانچہ ان کے اور اس اقلیت کی درمیان جو حضرت علي عليه السلام کی شخصیت کو بہر حال حجت تسلیم کرتے تھی اختلاف پیدا ہو جاتا ـ

مذکورہ بالا دلائل نیز پیغمبر اسلام صلى الله عليه وآله وسلم سے منقول یہ روایت کہ فرزندان امیہ پر حکومت حرام ہے ایسے عوامل تھے جن کے باعث حضرت علي عليه السلام نے معاویہ کو خط لکھ کر مطلع کیا کہ اسے اس عہدے سے برطرف کرکے اس کی جگہ سہل بن حنیف کو شام کا صوبہ دار مقرر کیا جاتا ہے ـ (۳۱)

مساوی حقوق کی ضمانت

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام نے دور جاہلیت کے امتیازی سلوک کو قطعی طور پر باطل قرار دیا ہے مگر پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم کی رحلت کے بعد عہد جاہلیت کی اس رسم کا بتدریج رواج ہونے لگا اور عثمان

کے زمانہ خلافت میں اسے مزید فروغ ملا_

حضرت علی علیه‌السلام نے زمام حکومت اپنے اختیار میں لینے کے بعد عہد جاہلیت کے تمام امتیازی سلوک کو یکسرہ ختم کردیا اور اس بات کی ضمانت دی کہ تمام مسلمانوں کے حقوق مساوی و یکساں ہیں چنانچہ اس بارے مےں خود فرماتے ہےں ذلیل (مظلوم و ستمدیدہ) اس وقت تک میرے نزدیک عزیز وار جمند ہے جب تک اس کے حق کو ظالم سے نہ لے لوں اور زور مند (ظالم و ستمگر) اس وقت تک میرے نزدیک برا اور ناتواں ہے جب تک مظلوم کا حق اس سے حاصل نہ کرلوں (۳۲) _

لوٹے ہوئے مال کی واپسي

حضرت علي علیه‌السلام نے مالی امور میں بھی واضح و روشن راستہ اختیار کیا اس سلسلے مےں آپ علیه‌السلام کے سامنے دو اہم مسئلے تھے پہلا تو یہی کہ عثمان کی خلافت کی زمانہ میں ایک مخصوص گروہ نے بہت دولت جمع کی تھی دوسرا مسئلہ بیت المال کی تقسیم تھا_

حضرت علی علیه‌السلام نے آغاز خلافت میں جو خطبات دیئے ان مےں اپنی آیندہ کی راہ و روش کو واضح و روشن کردیا ہے چنانچہ ایک خطبے میں فرماتے ہیں وہ اراضی جو عثمان نے مخصوص افراد کو دیدی ہے اور وہ ثروت جو اس (عثمان) نے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردی ہے اسے بیت المال میں واپس لاکر جمع کریں گے_ اس کے ساتھ ہی آپ نے عوام کو یہ یقین دلایا کہ بیت المال کی تقسیم میں مساوات سے کام لینگے_

امیرالمومنین حضرت علي علیه‌السلام نے اپنے خطبے کے ایک حصے میں یہ بھی فرمایا تھا کہ:

میں بھی تم میں سے ایک فرد ہوں اور اور سود و زیاں میں تمہارے ساتھ شریک ہوں میں تمہاری رہبری سیرت محمدي صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم کے مطابق کرنا چاھتا ہوں اور آپ صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم کے احکامات کو تم لوگوں کے درمیان نافذ و جاری کروں گا یاد رکھو ہر وہ جاگیر جو عثمان نے کسی کو دی اور جو بھی مال عوامی ملکیت

ییں سے کسی کو بخشا تھا وہ واپس بیت المال ییں لایا جائے گا اس مےں خواہ وہ رقم شامل ہو جس سے خواتین کو مہر ادا کیا گیا ہو اور خواہ اس سے کنیزیں خریدیں گئیں ہوں کیونکہ عدالت کا دروازہ وسیع ہے اور جس پر عدل و انصاف تنگ ہو گیا ہو اس پر جور و ستم کا میدان اس سے کہیں زیادہ تنگ کر دیا جائے گا_ (۳۳)

اپنے دوسرے خطبے ییں آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "... لوگو یاد رکھو تم مےں سے جس کو دنیا نے نگل لیا ہے اور جنھوں نے املاک و کاشت کی زمین جمع کر لی ہے جن ییں انہوں نے نہریں جاری کر دی ہیں' سواری کیلئے تیز رفتار گھوڑے حاصل کر لئے ہیں اور اپنے لئے خوبصورت کنیزیں خرید کر لیں ہیں انہوں نے اپنے اس رنگ و ڈھنگ سے رسوائي و بدنامی مول لی ہے انھیں ییں اس لہو لعب سے جس ییں وہ غوطہ زن ہیں اگر نجات دلانا چاہوں اور تسلیم شدہ حق کے کنارے پر انھیں لانا چاہتا ہوں تو وہ میرے اس عمل پر غضبناک نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ ابی طالب کے فرزند نے ہمیں ہمارے حقوق سے محروم کر دیا ہے..."

تم سب ہی بندگان خدا ہو اور بیت المال بھی خدا کا ہی مال ہے یہ تم ییں مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا...

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے پاس بیت المال کا کچھ حصہ موجود ہے تم سب میرے پاس آکر اپنا حصہ لے لو چاہے عرب ہو یا عجم' وظیفہ دار ہو یا غیر وظیفہ دار_ (۳۴)

اس طرح حضرت علی علیہ السلام نے نہایت تیزی کے ساتھ قطعی طور پر ناروا عصبیت اور امتیازات کا خاتمہ کر دیا_

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک اقدام سے اس جماعت کے اثر و رسوخ کا قلع قمع کر دیا جو عثمان کی خلافت کے دوران ابھری تھی عثمان نے انھیں کثیر مال و دولت اور جاگیر سے نواز تھا حضرت علي علیہ السلام نے اس مال و جاگیر کو بیت المال ییں جمع کر دیا_

(۳۵)

بدعنوانیوں میں ملوث دولتمندوں کی رخنہ اندازي

بیت المال کی مساویانہ تقسیم کے باعث محرومین اور مستضعفین کو جس قدر خوشي و مسرت ہوئي اتنا ہی صدمہ ان چند مغرور افراد کو پہنچا جنہیں جاہ طلبی کی ہوا و ہوس تھی۔ انہیں چند سال میں چونکہ جو رو ستم کرکے کئي گنا زیادہ تنخواہیں نیز وظائف لینے کی عادت ہوگئي تھی اس لئے حضرت علی علیہ السلام کی مساویانہ روش تقسیم مال سے جب وہ دچار ہوئے تو انہیں سخت پریشانی ہوئي۔

ایک روز ولیدبن عقبہ اس جماعت کے نمایندے کی حیثیت سے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوالحسن اگر چہ ہم (بنی عبد مناف) بھی آپ کے بھائیوں میں سے اور آپ جیسے ہی ہیں لیکن آپ نے تو ہم پر ظلم و ستم ہی بپا کردیا ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں کہ وہ مال و متاع جو ہم نے عثمان کے عہد خلافت میں جمع کیا ہے وہ آپ ہم سے واپس نہ لیں اور ان کے قاتلوں کو ہلاک کردیں لیکن ہمارے مفادات کو کوئي خطرہ ہوا اور آپ کے رویے سے ہم خوفزدہ ہوئے تو ہم آپ سے علیحدہ ہوکر شام کی جانب کوچ کرجائیں گے۔

یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ: تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ میں نے ظلم و ستم کیا ہے (اور میرے اس اقدام کو ظلم و ستم سے تعبیر کیاجاسکتا ہے)تو یہ ظلم حق و انصاف کی جانب سے ہوا ہے اور یہ کہ وہ مال جو تمہارے پاس ہے اسے میں نظر انداز کردوں تو میں ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ حق خدا کو پائمال ہوتے ہوئے دیکھ کر میں چشم پوشی نہیں کرسکتا اب یہ مال خواہ تمہارے چنگل میں ہو یا کسی اور شخص کے۔ (۳۶)

جب اس جماعت کے سردار کو یقین ہوگیا کہ وہ گفتگو یا دھمکی کے ذریعے اپنا مدعی حاصل نہیں کرسکتے تو انہوں نے اپنی پوری قوت سے حضرت علی علیہ السلام کی قائم کردہ نو بنیاد حکومت کی بیخ کنی شروع کردی اور اس کے خلاف بر سرپیکار ہوگئے۔

اس بارے میں عمرو بن عاص نے معاویہ کو لکھا تھا کہ جو بھی فیصلہ کیا ہے اس پر جلد ہی عمل کیجئے کیونکہ جس طرح لکڑی کے اوپر سے چھال اتارلی جاتی ہے ابی طالب کا فرزند اسی طرح اس مال و دولت کو جو تمہارے پاس ہے، تمہارے تن سے اترو ائے گا۔

سوالات

۱_ حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر عوام نے کس طرح بیعت کی مختصر طور پر وضاحت کیجئے؟

۲_ کیا کچھ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے سے کنارہ کشی کی؟ اگر ایسا کیا تو کیوں ؟

۳_ جب عوام نے حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی تو قریش کیوں مضطرب وپریشان ہوئے؟

۴_ حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی خصوصیات بیان کیجئے؟

۵_ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ابتداء میں لوگوں کے اصرار کے باوجود کیوں خلافت کی زمداری قبول کرنے سے مثبت جواب نہیں دیا؟

۶_ جب حضرت علی علیہ السلام نے خلافت کی زمداری قبول فرمائي تو آپ کی نظر میں کون سے کام مقدم اور فوری انجام دینے کے تھے؟

۷_ عثمان کے عہد سے وابستہ حکام کو معزول یا بحال رکھے جانے کے کیا اسباب تھے، اس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے نظریات بیان کیجئے؟

۸_ حضرت علی علیہ السلام کی مالی روش سے مال اندوز لوگ کیوں غضبناک ہوئے اس کا سدباب کرنے کے لئے انہوں نے کیا اقدام کیا ؟

حوالہ جات

۱_ لا حاجتہ لی فی امرکم فمن اخترتم رضیت بہ

۲_ کامل ابن اثیر ج /۱۹۰۳ تاریخ طبری ج ۴ /۴۲۷ تاریخ ابی الفداء ج ۱ /۱۷

۳_ لا تفعلوا فانی اکون وزیراً خیرا من ان اکون امیراً

۴_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۱۹۰، انساب الاشراف بلاذری ج ۲/ ۲۰۹، تاریخ ابی الفداء ج ۱/ ۱۴۱

۵_ نہج البلاغہ خ شقشقیہ (خ ۳)

۶_ فما راعنی الا والناس کعرف الضبع الی ینشا لون علّی من کل جانب حتی لقد وطی الحسنان و شق عطفای مجتمعین حولی کربیضۃ الغنم

۷_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۲۸ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۱۹۳

۸_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۲۸ کامل ابن اثیر ج ۳/۱۹۳

۹_ نہج البلاغہ خ ۲۲۹

وبلغ سرور الناس ببیعتهم ایای ان ابتهج بها الصغیر و هدج الیها الکبیر وکامل نحوها العلیل وحسرت الیها الکعاب

۱۰_ تاریخ یعقوبی ج۲/ ۱۷۹

۱۱_ تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۷۹

۱۲_ تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۷۹

۱۳_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۱/ ۱۱۳

۱۴_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۳

۱۵_ تاریخ ابی الفداء ج ۱/ ۱۷۱

۱۶_ استیعاب ج ۳/ ۵۵ "اولٹک قوم قعدوا عن الحق ولم یقوموا مع الباطل"

۱۷_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۳

۱۸_ تاریخ ابی الفداء ج۱/ ۱۷۱، الانساب الاشراف بلاذری ج ۲/ ۲۰۷

۱۹_ عثمان خود بھی مذکورہ شوری کے رکن تھے اور انہوں نے خود بھی اپنی خلافت کے حق میں رائے دی_

۲۰_ انساب الاشراف بلاذری ج ۲/ ۲۰۷، تاریخ طبری ج ۳/ ۳۲۸

۲۱_ ملاحظہ ہو خطبات ۲۲۹، ۱۳۷

۲۲_ نہج البلاغہ خ ۹۲

دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امراً له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت علیه العقول وان الافاق قداغاقت والمحجة تنکرت

۲۳_ نہج البلاغہ خ ۳۳

۲۴_ نہج البلاغہ خ ۵

۲۵_ نہج البلاغہ خ ۳

اما والذی فلق الحبة وبری النسمة لولا حضور الحاضر وقیام الحجة بوجود الناصر وما اخذ الله علی العلماء ان یقاروا علی کظة ظالم و لا سغب المظلوم لا لقیت حبلها علی غاربها و لسقیت آخرها بکا س اولها_

۲۶_ والله لا اداهن فی دینی_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۵_ ۳۵۴، کامل ابن اثیر ج ۳/ ۱۹۷_ تاریخ طبری ج ۳ / ۳۳۰

۲۷_ نہج البلاغہ مکتوب ۶۲

۲۸_ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۷۹

۲۹_ لا والله لا استعمل معاویة یومین ابداً کامل ابن اثیر ج ۳/ ۱۹۷ ، مروج الذہب ج ۲/ ۲۵۶ ، تاریخ طبری ج ۳/ ۳۳۱

۳۰_ لا والله لا اعطیه الا السیف ، کامل ابن اثیر ج ۳/ ۱۹۷ تاریخ طبری ج ۳/ ۳۳۳

۳۱_ مذکورہ خط کا متن ان کتابوں میں ملاحظہ ہو: شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۲۳۰ تاریخ التواریخ ج ۱/ ۳۸ ، انساب الاشراف بلاذری ج ۲/ ۲۱۱ در سیرہ ائمہ اثنی عشری ج ۱/ ۴۳۲

۳۲_ الذلیل عندی عزیز حتی آخذ الحق له ، والقوی عندی ضعیف حتی آخذ الحق منه _

نہج البلاغہ خ ۳۷

۳۳_ثورۃ الحسین علیه‌السلام للمہدی شمس الدین ۵۷، شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۲۶۹ ، نہج البلاغہ خ ۱۵ (یہ قول مختصر ترمیم کے ساتھ نقل کیا گیا ہے)

۳۴_ شرح ابن ابی الحدید ج ۷/ ۳۷

۳۵_ اس واقعے کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مروج الذہب ج ۲/ ۲۵۳ ، شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۳ / ۲۱۵

شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۲۷۰ فی ظلال نہج البلاغہ ج ۱/ ۱۳۰ ، شرح نہج البلاغہ بحرانی ج ۱/ ۲۹ اور سیرہ الائمہ مصنفہ علامہ سید محسن امین ج ۱/ جزء دوم / ۱۱

۳۶_ شرح ابن ابی الحدید ج ۷/ ۳۹_۳۸

۳۷_ "ماکنت صانعاً فاصنع اذ قشرک ابن ابی طالب من کل مال تملکہ کما تقشر عن العصا لحاہا" شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۲۷۰ ، شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۳/ ۲۱۵ ، الغدیر ج ۷/ ۲۸۸

چھٹا سبق

خلافت ظاہری سے شہادت تک ۲

ناکثین (حکومت علی علیہ السلام کی مخالفت)

موقف میں تبدیلی

مکہ میں مخالفین کا جمع ہونا

سپاہ کے اخراجات

عراق کی جانب روانگي

سپاہ کی جانب عثمان بن حنیف کے نمایندوں کی روانگي

پہلا تصادم

دھوکہ و عہد شکنی

جمل اصغر

سرداری پر اختلاف

خبر رسانی

سوالات

حوالہ جات

ناکثین(حکومت علی علیہ السلام کی مخالفت)

حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبے میں حکومت کے مخالفین کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے_

(۱)_ وہ یہ ہیں :

اصحاب جمل : جنہیں آپ علیہ السلام نے ناکثین کے نام سے یاد کیا ہے_

اصحاب صفین : انہیں آپ علیہ السلام نے قاسطین کہا ہے اور

اصحاب نہروان : (خوارج_ جو مارقین کہلائے ہیں)

ناکثین کی ذہنی کیفیت یہ تھی کہ وہ انتہائي لالچی 'زرپرست اور امتیازی سلوک روا رکھنے کے طرفدار تھے_ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے جہاں کہیں عدل و مساوات کا ذکر کیا ہے وہاں آپ علیہ السلام کی توجہ بیشتر اسی گروہ کی جانب رہی ہے_

"قاسطین" کا تعلق "طلقائ(۲)" کے فرقہ سے تھا اس گروہ کی تشکیل میں بعض فراري، بعض حکومت سے ناراض اور عثمان کے کارندے شامل تھے_ یہ لوگ ذہنی طور پر حیلہ گر اور نفاق پسند تھے_ وہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا زوال چاہتے تھے تاکہ حکومت ان کے دست اختیار میں آجائے_

تیسرے گروہ کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ وہ ناروا عصبیت کے قائل تھے ، ذہنی خشکی کو تقدس تصور کرتے تھے اور ان کی جہالت خطرناک حدتک پہنچ گئي تھي_

یہاں ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان گروہوں کا تعارف کراتے ہوئے انکی حیثیت کا

جائزہ لیں گے اور یہ بتائیں گے کہ ان میں سے ہر گروہ نے حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف کیا کیا کارگزاریاں کیں۔

ناکثین

طلحہ و زبیر کی عرصہ دارز سے یہ آرزو تھی کہ وہ اس مقام پر پہنچیں جہاں سے عالم اسلام پر حکمرانی کرسکیں۔ عثمان کے قتل کے بعد رائے عامہ حضرت علی علیہ السلام کی جانب اس بنا پر متوجہ ہوگئي کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو ہی عہدہ خلافت کے لئے شایستہ ترین انسان سمجھا۔ چنانچہ جب وہ لوگ اقتدار سے ناامید ہوگئے تو حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے پیش پیش رہے اور بظاہر سب پر سبقت لے گئے۔

حضرت علی علیہ السلام کی بیعت میں سبقت لے جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ اپنے اس اقدام سے خلیفہ وقت کو اپنی جانب متوجہ کریں تاکہ اس طریقے سے وہ اپنے مقاصد تک پہنچ سکیں۔ لیکن ان کی توقع کے خلاف امیرالمومنین علیہ السلام نے انکے ساتھ دیگر تمام مسلمین کی طرح یکساں سلوک روا رکھا اور اس طرح ان کی تمام حسرتوں پر پانی پھر گیا۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ طلحہ اور زبیر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم سے بہت زیادہ ناانصافی کی گئي ہے، اب آپ ہمیں خلافت کی مشینری میں شریک کرلیجئے۔

اس پر امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: قوت و پایداری میں تو تم میرے ساتھ شریک ہو ہی شدائد اور سختیوں میں بھی تم میرے ساتھ رہو(۳)۔ حضرت علی علیہ السلام کے اس اقدام سے یہ دونوں حضرات ایسے برگشتہ ہوئے کہ انہوں نے دستگاہ خلافت سے عہد شکنی کا فیصلہ کرلیا اور آخر کا اس کا انجام جنگ "جمل" کی صورت میں رونما ہوا۔

برگشتگی کا دوسرا عامل یہ تھا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے بیت المال کو تمام مسلمانوں کے

درمیان مساوی تقسیم کیا_ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا یہ رویہ طلحہ اور زبیر کے لئے ناقابل برداشت تھا_ انہوں نے زبان اعتراض درازکی اور بیت المال میں سے اپنا حصہ بھی نہیں لیا_

حضرت علی علیہ السلام نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا: کیا تم میرے پاس اس مقصد کے لئے نہیں آئے تھے کہ زمام خلافت کو میں اپنے دست اختیار میں لے لوں درحالیکہ مجھے اس کا قبول کرنا ناپسند تھا ؟ کیا تم نے اپنی مرضی سے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ: ہاں اس میں ہماری مرضی شامل تھی_ یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تو تم نے مجھ میں کون سی بات دیکھی جو اعتراض شروع کردیا اور میری مخالفت پر اتر آئے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اس امید پر بیعت کی تھی کہ خلافت کے اہم امور میں آپ کے مشیر رہیں گے_ اب دیکھتے ہیں کہ آپ نے ہمارے مشورے کے بغیر بیت المال کو مساوی تقسیم کردیا ... جو چیز ہماری رنجیدگی کا سبب ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ عمر کی روش کے خلاف جارہے ہیں وہ بیت المال کی تقسیم میں لوگوں کے سابقہ کارناموں کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے_ لیکن آپ نے اس امتیاز سے چشم پوشی کی جو ہمیں حاصل ہے آپ نے ہمیں دیگر مسلمانوں کے برابر سمجھا ہے جب کہ یہ مال ہماری جانبازی کے ذریعے شمشیر کے بل پر حاصل ہوا ہے_

یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: امور خلافت میں جہاں تک مسئلہ مشورت کی بات ہے تو مجھے خلافت کی کب چاہ تھی اس کی جانب آنے کی تم نے ہی مجھے دعوت دی تھی مجھے چونکہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور ان کے منتشر ہوجانے کا خوف تھا اسی لئے اس ذمہ داری کو قبول کرلیا جب بھی کوئی مسئلہ میرے سامنے آیا تو میں نے حکم خدا کو اور سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب رجوع کیا اور اس کا حل تلاش کرلیا_ اسی لئے اس معاملے میں مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت پیش نہ آئی_ البتہ اگر کسی روز ایسا معاملہ پیش آیا جس کا حل قرآن اور سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے نہ نکل سکے تو مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت محسوس ہوگی، تو تم سے ضرور مشورہ کروں گا_

رہا بیت المال کا مسئلہ تو یہ بھی میری اپنی خصوصی روش نہیں ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں میں

نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ بیت المال کو مساوی تقسیم کیا کرتے تھے_

اس کے علاوہ اس مسئلے کے بارے میں بھی قرآن نے حکم دیا ہے کہ یہ کتاب اللہ آپ کے سامنے ہے اس میں کوئی غلط بات درج نہیں ہے یہ کتاب ہمیں مساوات و برابری کی دعوت دیتی ہے اور اس نے ہر قسم کے امتیازی سلوک کو باطل قرار دیا ہے_

یہ کہنا کہ بیت المال آپ کی شمشیر کے زور پر ہاتھ آیا ہے تو اس سے پہلے بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جنھوں نے جان ومال سے اسلام کی مدد کی ہے_ لیکن رسول خدا ﷺ نے بیت المال کی تقسیم میں کسی کے ساتھ امتیازی سولک روانہ رکھا_ (۴)

طبری لکھتا ہے کہ: جب طلحہ ہر قسم کے امتیازی سلوک سے مایوس و نا امید ہوگیا تو اس نے یہ مثل کہی: ہمیں اس عمل سے اتنا ہی ملا ہے جتنا کتے کو سونگھنے سے ملتا ہے_ ۵)

ایک طرف تو طلحہ اور زبیر اس بات سے مایوس ونا امید ہوگئے کہ انہیں کوئی مقام و مرتبہ ملے گا اور ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جائے گا اور دوسری طرف انہیں یہ اطلاع ملی کہ عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف مکہ میں پرچم لہرادیا ہے_ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ مکہ کی جانب روانہ ہوں اسی لئے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ ہم عمرہ کی غرض سے آپ کی اجازت کے خواہاں ہیں_

ان کے جانے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دوستوں سے فرمایا کہ: خدا کی قسم ان کا ارادہ ہرگز عمرہ کا نہیں بلکہ ان کا مقصد عہد شکنی اور خیانت ہے_ (۶)

موقف میں تبدیلي

عائشہ کو پہلے دو خلفاء کے دور میں جو مراعات حاصل تھیں ان سے وہ عثمان کے عہد آخر خلافت میں محروم کردی گئیں چونکہ وہ ان کی حکومت سے عاجز و پریشان تھیں اسی لئے انہوں نے عثمان کے خلاف پرچم شورش لہرادیا نیز زور بیان اور اپنی رفتار کے ذریعے اس نے مسلمانوں کو

خلیفہ وقت کے خلاف شورش و سرکشی کی دعوت دي۔ (۷)

شعلہ شورش کو ہوا دینے کے باعث وہ خود کو اپنے مقصد میں کامیاب محسوس کر رہی تھی اس لئے وہ مکہ کی جانب روانہ ہوگئیں اور ہر لمحہ عثمان کے قتل نیز مسلمین کا طلحہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا انتظار کرنے لگیں۔

جس وقت عثمان کے قتل کی خبر انہیں ملی تو انہوں نے کہا کہ: خدا اس کو غارت کرے اپنے ان کرتوتوں سے ہی تو مارا گیا، خداوند تعالی اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔ (۸) عثمان کے قتل کے بعد انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ عثمان کے مارے جانے کے باعث پریشان خاطر نہ ہوں اگر وہ مارے گئے تو کیا ہوا مقام خلافت کے لئے بہترین اور لائق ترین شخص طلحہ تو تمہارے درمیان موجود ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کرو اور تفرقہ سے دور رہو۔

اپنے اس بیان کے بعد وہ بڑی تیزی سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئیں انہیں اطمینان تھا کہ عثمان کے بعد منصب خلافت طلحہ کے ہاتھ آجائے گا، اسی لئے راستے میں خود ہی گنگنا رہی تھی کہ: میں گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں کہ لوگ طلحہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں میری سواری کو تیز ہانکو تاکہ میں ان تک پہنچ جاؤں۔ (۹)

عبید بن ام کلاب مدینہ سے واپس آرہے تھے راستے میں ان سے ملاقات ہوگئي، انہوں نے مدینہ کی حالت ان سے دریافت کی عبید نے ان سے کہا کہ عوام نے عثمان کو قتل کردیا، آٹھ روز تک وہ یہ فیصلہ نہ کرسکے کہ کیا کریں۔ عائشہ نے دریافت کیا کہ اس کے بعد کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ: الحمدللہ کام بحسن و خوبی تمام ہوا اور مسلمانوں نے ایک دل اور ایک زبان ہو کر علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام کو منتخب کرلیا۔

عائشہ نے یہ خبر سننے کے بعد کہا خدا کی قسم اگر خلافت کا فیصلہ علی علیہ السلام کے حق میں ہوا ہے تو اب آسمان زیر و زبر ہوجائیں گے مجھے یہاں سے واپس لے چلو فوراً مجھے یہاں سے لے چلو (۱۰)

چنانچہ وہ وہیں سے مکہ کی جانب روانہ ہوگئیں لیکن اب انہوں نے اپنا نظریہ بدل دیا تھا اور یہ

کہہ رہی تھیں کہ: عثمان بے گناہ مارا گیا میں اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے سرکشی کروں گی۔ عبید نے ان سے کہا کہ ان کے خون کا مطالبہ تم کیسے کرسکتی ہو کیونکہ وہ تم ہی تو ہو جس نے سب سے پہلے عثمان کے قتل کیئے جانے کی تجویز پیش کی اور تم ہی تو کہا کرتی تھیں کہ "نعثل" کو قتل کردو کیونکہ وہ کافر ہوگیا ہے اور آج تم ہی انہیں مظلوم و بے گناہ کہہ رہی ہو۔

عائشہ نے کہا کہ ہاں عثمان ایسا ہی تھا لیکن اس نے توبہ کرلی تھی اور لوگوں نے ان کی توبہ کی طرف سے بے اعتنائي کی اور انہیں قتل کردیا اس کے علاوہ میں نے کل جو کچھ کہا تھا تمہیں اس سے کیا سروکار؟ میں آج جو کہہ رہی ہوں تم اسے مانو کیونکہ میری آج کی بات کل سے بہتر ہے۔ (۱۱)

مکہ پہنچنے کے بعد عائشہ مسجد الحرام کے سامنے محمل سے اتریں اورپوری ستر پوشی کے ساتھ وہ حجر الاسود کے جانب روانہ ہوئیں ، لوگ ان کے چاروں طرف جمع ہوگئے ، عائشہ نے ان کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ عثمان کا خون ناحق ہوا ہے ، انہوں نے اہل مدینہ اوردوسرے لوگوں کے جذبات کو ان کے خلاف جنہوں نے عثمان کے قتل میں حصہ لیا تھا برافروختہ کیا اور حاضرین سے کہا کہ وہ عثمان کے خون کا بدلہ لیں اور قاتلوں کے خلاف شورش کرنے کی دعوت دی۔ (۱۲)

مکہ میں مخالفین کا جمع ہونا

مکہ میں عائشہ نے جیسے ہی حضرت علي عليه‌السلام کے خلاف پرچم لہرا دیا آپ کے مخالفین ہر طرف سے ان سے گرد جمع ہوگئے۔ طلحہ و زبیر بھی حضرت علي عليه‌السلام سے عہد شکنی کرکے ان کے ہمنوا ہوگئے دوسری طرف بنی امیہ حضرت علی عليه‌السلام کے ایک زمانے سے دشمن چلے آرہے تھے اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے اور عثمان کے قتل کے بعد وہ مدینہ سے فرار کرے چونکہ مکہ پہنچ گئے تھے اس لئے وہ بھی عائشہ کے زیر پرچم آگئے۔ اس طرح عثمان کے زمانے کے وہ تمام والی و صوبہ دارجنہیں حضرت علی عليه‌السلام نے معزول

کردیا تھا وہ سب عائشہ کے ساتھ ہوگئے مختصر یہ کہ وہ تمام مخالف گروہ جنہیں حضرت علی علیہ السلام سے پرخاش تھی مکہ میں جمع ہوگئے اور اس طرح ناکثین کی تحریک کا اصل بیج یہاں بویا گیا، مخالف گروہوں کے سردار عائشہ کے گھر میں جلسات کی تشکیل کرکے شورش و سرکشی کی طرح اندازی پر بحث و گفتگو کرتے۔

عائشہ نے کہا کہ: اے لوگو یہ عظیم حادثہ ہے جو رونما ہوا ہے اور جو واقعہ رونما ہوا ہے وہ قطعی ناپسندیدہ ہے، اٹھو اور اپنے مصری بھائیو سے مدد طلب کرو شام کے لوگ بھی تمہارا ساتھ دیں گے، شاید اس طرح خداوند تعالی عثمان اور دیگر مسلمانوں کا بدلہ دشمنوں سے لے۔

طلحہ وزبیر نے بھی اپنی تقاریر کے دوران عائشہ کی حضرت علی علیہ السلام کے خلاف جنگ کرنے میں حوصلہ افزائي کی اور کہا کہ وہ مدینہ سے رخصت ہو کر ان کے ساتھ چلیں۔

جب انہوں نے عائشہ کے جنگ میں شریک ہونے کی رضامندی حاصل کرلی اور عائشہ نے بھی اس تحریک کی قیادت سنبھال لی تو یہ گروہ عمر کی دختر اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حفصہ کی جانب گئے، انہوں نے کہا کہ مجھے عائشہ سے اتفاق رائے ہے اور میں ان کی تابع ہوں اگرچہ انہوں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ عائشہ کے ہمراہ چلیں مگر ان کے بھائي عبداللہ اس روانگی میں مانع ہوئے۔ (۱۳)

سپاہ کے اخراجات

عثمان نے جو رقم اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردی تھی اور وہ کثیر دولت جو ان کے پرداروں کے ہاتھ آئي تھی وہ سب اسی مقصد کے لئے استعمال کی گئي چنانچہ بصرہ کے معزول گورنر عبداللہ بن عامر اور عثمان کے ماموں زاد بھائي نے سب سے پہلے عائشہ کی دعوت کو قبول کیا اور اپنا بہت سا مال انہیں دے دیا۔ عثمان کا معزول کردہ یمن کا گورنر یعلی بن امیہ نے بھی اپنی کثیر دولت جس میں چھ ہزار درہم اور چھ سو اونٹ شامل تھے اس فتنہ پرور لشکر کے حوالے کردیئے۔ (۱۴) اور اس لشکر ناکثین کے اخراجات فراہم کئے۔

عراق کی جانب روانگي

"ناکثین"کی سعی وکوشش سے مسلح لشکر فراہم ہوگیا، سرداران سپاہ نے اس بات پر غور کرنے کے لئے کہ جنگی کاروائی کہاں سے شروع کی جائے آپس میں مشورہ کیا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ عراق کی جانب روانہ ہوں اور کوفہ وبصرہ جیسے دو عظےم شہروں کے باشندوں سے مدد لیں کیونکہ طلحہ اور زبیر کے بہت سے خیر خواہ وہاں موجود تھے اور اس کے بعد وہاں سے اسلامی حکومت کے مرکز پر حملہ کریں_

اس فیصلہ کے بعد عائشہ کے منادی نے مکہ میں جگہ جگہ اعلان کیا کہ ام المومنین اور طلحہ اور زبیر کا ارادہ بصرہ جانے کا ہے جس کسی کو اسلامی حریت کا پاس ہے اور عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہے وہ ان کے ساتھ شریک ہوجائے_

جب ہزار آدمی ضروری سامان جنگ کے ساتھ جمع ہوگئے تو انہوں نے مکہ سے عراق کی جانب کوچ کیا راستے میں ان کے ساتھ بہت سے لوگ شامل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئي_[۱۵]

عائشہ اپنے مخصوص "عسکر" نامی شتر پر لشکر کے سپاہ کے پیش پیش تھی اور اُمیہ ان کے اطراف میں چل رہے تھے اور سب کا ارادہ بصرہ پہنچنا تھا_

راہ میں جو حادثات رونما ہوئے ان میں سے ہم یہاں ایک کے بیان پر ہی اکتفا کرتے ہیں_

راستے میں انہیں جہاں پہلی جگہ پانی نظر آیا وہاں ان پر کتوں نے بھونکنا اور بھبکنا شروع کردیا، عائشہ نے دریافت کیا کہ یہ کونسی جگہ ہے انہیں بتایا گیا کہ یہ "حَواب" ہے_ یہ سن کر عائشہ کو پیغمبر اکرم ﷺ کی وہ حدیث یاد آگئي جس میں آنحضرت ﷺ نے یہ پیشن گوئي کی تھی کہ حواب کے کتے ازواج مطہرات میں سے ایک پر غرائیں گے اور انہیں اس سفر سے باز رہنے کے لئے فرمایا تھا[۱۶]_ عائشہ اس حادثے سے پریشان ہوگئیں اور فرمایا: "اناللہ و انا الیه راجعون"

میں وہی زوجہ ہوں جنہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے مستقبل کے بارے میں آگاہ کردیا تھا اور فوراً ہی واپس چلے جانے کا فیصلہ کیا _ لیکن طلحہ وزبیر نے جب یہ دیکھا کہ عائشہ جنگ کے خیال کو ترک کیا چاہتی ہیں تو انہیں اپنی آرزوئیں خاک میں ملتی ہوئي نظر آئیں چنانچہ انہوں نے یہ کوشش شروع کردی کہ عائشہ اپنے فیصلے سے باز رہیں بالآخر جب پچاس آدمیوں نے یہ جعلی گواہی دی کہ یہ جگہ "حَواب" نہیں تو وہ مطمئن ہوگئیں _ (۱۷)

ناکثین کی سپاہ بصرہ کے قریب آکر رک گئي ، عائشہ نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ روانہ کیا اور بصرہ کے کچھ بڑے افراد کے نام خط لکھا اور ان کے جواب کا انتظار کرنے لگي _

سپاہ کی جانب عثمان بن حنیف کے نمایندوں کی روانگي

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے بصرہ میں مقرر صوبہ دار عثمان بن حنیف کو جب یہ اطلاع ہوئي کہ عائشہ کا لشکر شہر "ابوالاسوددوئلي" کے گردنواح میں پہنچ گیا ہے تو انہوں نے "عمران بن حصین" کو سردار لشکر کے پاس بھیجاتاکہ وہ یہ جان سکیں کہ بصرہ کی جانب آنے کا کیا سبب و محرک ہے _ انہوں نے سب سے پہلے عائشہ سے ملاقات کی اور ان سے دریافت کیا کہ بصرہ کی جانب آپ کے آنے کا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ عثمان کے خون کا بدلہ اور ان کے قاتلوں سے انتقام لینا _

طلحہ اور زبیر سے بھی انہوں نے یہی سوال کیا انہوں نے بھی عائشہ کی بات دہرادی ، عثمان بن حنیف نے طلحہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم نے حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت نہیں کي؟ انہوں نے کہاں ہاں مگر میری بیعت دباؤ کی وجہ سے تھی _ (۱۸)

عثمان بن حنیف کے نمایندگان نے تمام واقعات کی انہیں اطلاع دی عائشہ بھی اپنے لشکر کے ہمراہ "حفرابوموسي" نامی جگہ سے روانہ ہوکر بصرہ میں داخل ہوگئیں اور "مربد" کو جو کبھی بہت وسیع و کشادہ میدان تھا "لشکر گاہ" قرار دیا _

عثمان بن حنیف نے اپنے نمایندگان سے گفتگو کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ جب تک امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے کوئی حکم نامہ نہیں ملتا وہ سپاہ کو قلب شہر میں آنے سے روکیں ۔ چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ لوگ مسلح ہوجائیں اور جامع مسجد میں جمع ہوں ۔

جب لوگ مسجد میں جمع ہوگئے تو قیس نامی شخص نے صوبہ دار بصرہ کی جانب سے ان کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ وہ عائشہ کے لشکر کا استقامت و پائیداری سے مقابلہ کریں ۔ (۲۰)

ابن قتیبہ کے قبول کے مطابق خود عثمان بن حنیف اور ان کے ساتھیوں نے بھی اس موقع پر تقریریں کی اور اسی دوران کہا ان دو اشخاص (طلحہ اور زبیر) نے بھی حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی تھی مگر یہ بیعت رضائے خداوندی کی خاطر نہ تھی اسی لئے انہوں نے عجلت کی اور چاہا کہ اس سے پہلے کہ بچہ اپنی ماں کا دودھ چھوڑدے وہ بڑا اور جوان ہوجائے ... ان کا خیال ہے کہ انہوں نے دباؤ کی وجہ سے بیعت کی ہے درحالیکہ ان کا شمار قریش کے زورمند لوگوں میں ہوتا ہے اگر چاہتے تو بیعت کرتے ... صحیح طریق وہی ہے جو عام لوگوں نے طے کیا ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی اب آپ لوگ بتائیں کیا رائے ہے ؟

یہ سن کر حکیم بن جبلہ عبدی اپنی جگہ سے اٹھے اور کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر انہوں نے ہم پر حملہ کیا تو ہم بھی جنگ کریں گے اور اگر وہ حملہ کرنے سے باز رہے تو ہم اس کا استقبال کریں گے ، اگرچہ مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے مگر راہ حق میں جان دینے کا مجھے ذرا خوف نہیں ۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس رائے کو پسند کیا ۔ (۲۱)

پہلا تصادم

جب عائشہ کا لشکر "مربد" میں داخل ہوگیا تو بصرہ کے بعض وہ لوگ جو ان کے طرفدار تھے ان کی سپاہ مےں شامل ہوگئے ان کے علاوہ بصرہ کے باشندے اور عثمان کے حامی بھی کثیر تعداد میں ان کے گرد جمع ہوگئے ۔

سرداران لشکر کی تقاریر اور عثمان کی تحریک "بدلہ خون" کے باعث عثمان کے حامی و طرفدار دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے عائشہ ، طلحہ اور زبیر کے بیانات کی تائید کی اور انہوں نے کہا کہ آپ یہاں عمدہ مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں ـ

لیکن دوسرے گروہ نے ان پر دروغگوئی کا الزام لگایا اور کہا کہ خدا کی قسم تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سراسر فریب ہے اور جو کچھ تم اپنی زبان سے بیان کررہے ہو وہ ہمارے فہم سے باہر ہے ـ

اس باہمی اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ایک دوسرے پر خاک اچھالنی شروع کردی اور حالات کشیدہ ہوگئے ـ[۲۲]

سرداران لشکر مروان ، عبداللہ بن زبیر اور چند دیگر افراد کے ساتھ صوبہ دار بصرہ کی جانب روانہ ہوئے اور انہوں نے عثمان بن حنیف سے درخواست کی کہ وہ اس جگہ سے چلے جائیں ـ لیکن انہوں نے ان کی اس درخواست کی پروانہ کی ـ

عثمان بن حنیف کے لشکر اور جارحین کے درمیان شدید تصادم ہوا جو غروب آفتاب تک جاری رہا ـ مدافعین کے قتل اور جانبین میں سے بہت سے لوگوں کے زخمی ہوجانے کے بعد بعض لوگوں کی مداخلت کے باعث یہ جنگ بند ہوئی اور طرفین کے درمیان عارضی صلح کا عہدنامہ لکھا گیا اس عہدنامہ صلح کی شرایط یہ تھیں کہ :

۱ـ بصرہ کی صوبہ داری و مسجد اور بیت المال حسب سابق عثمان بن حنیف کے اختیار میں رہے گا ـ

۲ـ طلحہ اور زبیر نیز ان کے آدمیوں کو یہ آزادی ہے کہ وہ بصرہ میں جہاں بھی چاہیں آجاسکتے ہیں ـ

۳ـ طرفین میں سے کس کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے کے لئے کوئی پریشانی پیدا کرے ـ

۴ـ یہ عہدنامہ اس وقت تک معتبر ہے جب تک حضرت علی علیہ السلام یہاں تشریف لے آئیں اس

کے بعد لوگوں کو صلح یا جنگ کا اختیار ہوگا_

جب عہدنامے پر دستخط ہوگئے اور طرفین کے درمیان صلح ہوگئي تو عثمان بن حنیف نے اپنے طرفداروں کو حکم دیا کہ وہ اپنا اسلحہ ایک طرف رکھ دیں اور اپنے گھروں کو واپس جائیں _(۲۳)

دھوکہ وعہد شکني

لشکروں کے سرداروں نے بصرہ میں قدم جمانے کے بعدیہاں کے قبائل کے سربرآوردہ اشخاص سے ملاقاتیں کرنا شروع کیں اور سبز باغ دکھا کر انہیں بہت سی چیزوں کا لالچ دیا جس کے باعث بہت سے دنیا اور جاہ طلب لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کرلیا_

طلحہ اور زبیر نے جب اپنا کام مستحکم کرلیا تو وہ اپنے عہد کی پاسداری سے روگرداں ہوگئے_چنانچہ صوبہ دار کے گھر پر شبخون مارکر عثمان بن حنیف کو گرفتار کرلیا اور انہیں سخت ایذاپہنچائي، پہلے تو انہیں سخت زدو کوب کیا اور پھر سر، داڑھی اور دونوں ابروں کے بال نوچے اس کے بعد بیت المال پر حملہ کیا وہاں کے چالیس پاسبانوں کو قتل کرکے باقی کو منتشر کردیا اور خزانے میں جو کچھ مال ومتاع موجود تھا اسے لوٹ لیا_

اس طرح شہر پر جارحین سپاہ کا قبضہ ہوگیا اور جو اہم و حساس مراکز تھے وہ ان کے تحت تصرف گئے_جارحین نے مزید رعب جمانے کے لئے ان لوگوں میں سے پچاس افراد کو جنہیں انہوں نے گرفتار کیا تھا عوام کے سامنے انتہائي بے رحمی کے ساتھ وحشیانہ طور پر قتل کردیا_(۲۴)

عائشہ نے حکم دیا کہ عثمان بن حنیف کا بھی خاتمہ کردیا جائے مگر ایک نیک دل خاتون مانع ہوئیں اور انہوں نے کہا کہ عثمان بن حنیف اصحاب پیغمبر ﷺ میں سے ہیں _ رسول خدا کے احترام کا پاس کیجئے اس پر عائشہ نے حکم دیا کہ انہیں قید کرلیا جائے_(۲۵)

جمل اصغر

حکیم بن جبلہ کا شمار بصرہ کے سربرآوردہ اشخاص میں ہوتا تھا انہیں جس وقت عثمان بن حنیف

کی گرفتاری کے واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے طائفہ "عبدالقیس" کے جنگجو جوانوں کو مسجد میں بلایا اور پر ہیجان تقریر کے بعد تین آور بعض اقوال کے مطابق سات سو افراد کو لے کر حملہ کا اعلان کردیا اور جارحین سپاہ کے مقابل آگئے_

اس جنگ میں جسے جنگ جمل اصغر سے تعبیر کیا گیا ہے حکیم بن جبلہ اور انکے ساتھیوں نے سخت پائمردی سے دشمن کا مقابلہ کیا یہاں تک جس وقت بازار کارزار پورے طور پر گرم تھا جارحین لشکر کے ایک سپاہی نے حکیم بن جبلہ پر حملہ کرکے ان کا ایک پیر قطع کردیا انہوں نے اسی حالت میں اس سپاہی پر وار کیا اور اسے مار گرایا وہ اسی طرح ایک پیر سے دشمن سے نبرد آزما ہوتے رہے حملہ کرتے وقت یہ رزمیہ اشعار ان کی زبان پر جاری تھے_

یا ساق لن تراعی

ان معی ذراعی

احمی بھا کر اعي

اے پیر تو غم مت کر کیونکہ ابھی میرے ہاتھ میرے ساتھ ہیں اور ان سے ہی میں اپنا دفاع کروں گا_

وہ اسی حالت میں مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ نقاہت وکمزوری ان پر غالب آگئي اور شہید ہوگئے_ ان کے فرزند، بھائی اور دوسرے ساتھی بھی اس جنگ میں قتل ہوگئے_ [۲۶]

حکیم بن جبلہ پر غلبہ پانے کے بعد جارحین لشکر کے سرداروں نے دوبارہ فیصلہ کیا کہ عثمان بن حنیف کو قتل کردیا جائے مگر انہوں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرا بھائي "سہل" مدینہ کا صوبہ دار ہے اگر تم مجھے قتل کرو گے تو وہ تمہارے عزیز و اقارب کو مدینہ میں نیست ونابود کردے گا چنانچہ اس بنا پر وہ ان کے قتل سے باز رہے اور انہیں آزاد کردیا_ [۲۷]

سرداری پر اختلاف

"ناکثین" کے لشکر سرداران کو جب ابتدائي جنگوں میں فتح و کامرانی حاصل ہوئي اور انہوں نے شہر پر بھی قبضہ کرلیا تو ان میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ سربراہ کسے مقرر کیا جائے ان میں سے ہر

شخص کی یہی کوشش تھی کہ فتح کے بعد اولین نماز جو مسجد میں ادا کی جائے اس میں وہی امام جماعت کے فرائض انجام دے یہ باہمی کشمکش اس قدر طولانی ہوئي کہ نزدیک تھا کہ آفتاب طلوع ہوجائے چنانچہ لوگوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا اے صحابہ پیغمبر ﷺ "الصلوۃ الصلوۃ" لیکن طلحہ و زبیر نے اس کی جانب توجہ نہ کی، عائشہ نے مداخلت کی اور حکم دیا کہ ایک روز طلحہ کے فرزند محمد اور دوسرے روز زبیر کے بیٹے عبداللہ امامت کریں گے ۔ (۲۸)

خبر رساني

طلحہ اور زبیر نے جب بصرہ پر قبضہ کرلیا تو وہ کارنامے جو انہوں نے انجام دیئے تھے انکی خبر شام کے لوگوں کو بھیجی گئي ۔ عائشہ نے بھی ان خبروں کی تفاصیل اہل کوفہ کو لکھی اور ان سے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے دستکش ہوجائیں اور عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ۔ یمامہ اور مدینہ کے لوگوں کو بھی خط لکھے گئے اور انہیں فتح بصرہ کی اطلاع کے ساتھ یورش و شورش کا مشورہ دیا گیا ۔ (۲۹)

سوالات

۱_ جس وقت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے زمام حکومت سنبھالی تو وہ کون سے گروہ تھے جو آپ کی مخالفت پر اتر آئے؟

۲_ وہ کون سے عوامل تھے جن کے باعث طلحہ اور زبیر نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد عہد شکنی کی اور مخالفین کی صف میں شامل ہو گئے_

۳_ ناکثین کی تحریک کا اصل مرکز کہاں واقع تھا اور اس کی کس طرح تشکیل ہوئی ؟

۴_ عثمان کے قتل سے قبل عائشہ کا کیا موقف تھا اور انہوں نے اسے کیوں اختیار کیا تھا ؟

۵_ جب عثمان قتل ہوئے اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام بر سر اقتدار آگئے تو عائشہ نے اپنا موقف کیوں تبدیل کردیا تھا؟

۶_ جب عثمان بن حنیف کو یہ علم ہوا کہ "ناکثین" کا لشکر بصرہ کے نزدیک پہنچ گیا ہے تو انہوں نے کیا اقدام کیا ؟

۷_ حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے بصرہ پہنچنے سے قبل وہاں کیا کیفیت طاری تھی اس کا مختصر حال بیان کیجئے ؟

حوالہ جات

۱_ نہج البلاغہ خطبہ سوم ملاحظہ ہو جس میں آپ عليه السلام فرماتے ہیں :"فلما نهضت بالامر نكثت طائفة ومرقت اخرى وقسط آخرون"_ حضرت علی عليه السلام سے قبل پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم نے بھی دشمنان اسلام کے بارے میں پیشین گوئی کردی تھی_ چنانچہ حضرت علی عليه السلام سے آپ صلى الله عليه وآله وسلم نے خطاب کرتے ہوئے ان کے یہ نام بیان کئے تھے:"یا علی ستقاتل بعدی الناکثون والقاسطین والمارقین"(شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۲۰۱)

۲_"طلقاء" وہ لوگ تھے جو فتح مکہ کے دوران مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے تھے لیکن رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم نے سب کو آزاد کردیا تھا اور فرمایا تھا کہ "اذهبوا انتم الطلقائ"

۳_ تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۰_ ۱۷۹_"انما شریکای فی القوة والاستقامة عونای ای علی العجز الاود"

۴_ شرح ابن ابی الحدید ج ۷/ ۴۲_ ۴۰

۵_ مالنا من هذاالامر الاكحسة انف الكلب (تاریخ طبری ج ۴/ ۴۲۹)

۶_ والله ما اراد العمرة ولكنهما اراد الغدرة (تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۰)

۷_ عثمان کے خلاف عائشہ کے اقوال و اقدامات کے لئے ملاحظہ ہو (الغدیر ج ۹/ ۸۶_ ۷۷)

۸_ اَبعده الله بما قدمت يداه وما الله بظلام للعبيد"_ الغدیر ج ۹/ ۸۳

۹_ الغدیر ج ۹/ ۸۲ ابو مخنف' لوط بن یحیی الازدی سے منقول

۱۰_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۰۶ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۴۸_ الغدیر ج ۹/ ۸۲/ ۸۰ انساب الاشراف ج ۲/ ۲۱۷_

۱۱_ عبید نے عائشہ کے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

فمنك البدء ومنك الضير

ومنك الرياح ومنك المطر

و انت امرت بقتل الامام

و قلت لنا انه قد كفر

فهبنا اطعناك فى قتله

و قاتله عندنا من امر

الامامۃ والسیاسۃ ج ۱/ ۵۱_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۵۹_۴۵۸ یعنی ان اختلاف کا سرچشمہ اور تغیرات کا باعث تم ہی تو ہو تمہاری وجہ سے سخت طوفان اور فتنے بپا ہوئے تم نے ہی عثمان کے قتل کا حکم دیا اور کہا کہ وہ کافر ہوگیا

ہے اب بالفرض ہم نے تمہاری اطاعت کی خاطر اس قتل میں حصہ لیا اصل قاتل وہ ہے جس نے اس قتل کا حکم دیا_

۱۲_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۴۸_ کامل ابن اثیرج ۳/ ۲۰۷_ انساب الاشراف بلاذری ج ۲/ ۲۱۸

۱۳_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۵۲

۱۴_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۵۱_ ابن اثیر ج ۳/ ۲۰۸_ تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۱ لیکن طبری کی تاریخ ج ۴/ ۴۵۰ و ۴۵۱ پر یعلی بن امیہ کے اونٹوں کی تعداد چھ ہزار چھ سو لکھی ہے_

کامل ابن اثیر ۳/ ۲۰۸ تاریخ یعقوبی ۲/ ۱۸۱

۱۵_ تاریخ طبری ۴/ ۴۵۲_ ۴۵۱

۱۶_ اس حدیث کے متن کو مختلف مورخین نے بیان کیا ہے_ یعقوبی نے ج ۲/ ۱۸۱ پر نقل کیا ہے :"لاتکونی التی تنبحک کلاب الحواب" (عائشه تم ان میں سے نہ ہونا جن پر حواب کے کتے بھونکیں) لیکن ابن اثیر تاریخ ج ۲/ ۲۱۰)کامل اور بلاذری نے انساب الاشراف (ج ۲ / ۲۲۴)میں اس طرح درج کیا ہے "لیت شعری ایتکن تنبها کلاب الحواب " اور ابن ابی الحدید نے ج ۱۰/ ۳۱۰ پر یہی حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ پیش کی ہے_

۱۷_ مروج الذہب ج ۳/ ۳۵۷_ انساب الاشراف ج ۲/ ۲۲۴ الامامۃ والسیاسات ج ۱/ ۶۰ لیکن یعقوبی نے (ج ۲ / ۱۸۱)شہادت دینے والوں کی تعداد چالیس لکھی ہے_

۱۸_ تاریخ طبری ج ۴ ص ۴۶۱ کامل ابن ایثرج ۳/ ۲۱۱_

۱۹_ شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۳۱۳ ، تاریخ طبری ج ۴/ ۴۶۲ ، ۴۶۱_ کامل ابن اثیرج ۳/ ۲۱۱_ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱/ ۶۱ یہ گفتگو اگرچہ بہت مفصل ہے مگر یہاں اس کا خلاصہ دیا گیا ہے_

۲۰_ مربد شہر کے کنارہ پر ایک میدان تھا جہاں منڈی لگتی تھي_

۲۱_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۶۲

۲۲_ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱/ ۶۱_ ۶۰

۲۳_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۶۳_ کامل ابن اثیرج ۳/ ۲۱۳_ ۲۱۲

۲۴_ الجمل للمفید / ۱۵۱_ ۱۵۰_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۳۶_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۱۴ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۳۲۰ الامامۃ والسیاسۃ ۱/۶۵

۲۵_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۳۲۱

۲۶_ تاریخ طبری ج ۴/ ۲۶۸ کامل ابن اثیر ۲۱۶_ ۲۱۵

۲۷_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۱۶_ ۲۱۷_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۷۱_ ۴۷۰ الجمل للمفید / ۲۵۲_ ۱۵۱

۲۸_ الجمل للمفید ۱۵۳_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۱۹_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۷۴_ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عثمان حنیف کے اس قول کے علامہ مفید نے بصرہ کی ایک خاتون سے نقل کیا ہے_

۲۹_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۸_ الجمل للمفید / ۱۵۲_ تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۱

۳۰_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۲۰_ ۲۱۹_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۷۲_ عائشه نے جو خط مدینہ اور یمامہ کے لوگوں کو لکھا تھا اس کا متن علامہ مفید نے اپنی تالیف "الجمل" کے صفحہ ۱۶۰ پر درج کیا ہے_

ساتواں سبق

خلافت ظاہری سے شہادت تک ۳

حضرت علی علیہ السلام کی بصرہ کی جانب روانگی

ربذہ میں قیام

لشکر کا جاہ وجلال

صلح کی کوشش

لشکر کے لئے دستورالعمل

دشمن کو متفرق کرنے کی آخری کوشش

فیصلہ کن جنگ

عام معافی

سوالات

حوالہ جات

حضرت علی علیہ السلام کی بصرہ کی جانب روانگي

امیرالمومنین علیہ السلام کی حکومت کے مخالفوں کا وجود میں آنا ان کے درمیان اتحاد و الفت اور ان کے لشکر کا بصرہ کی جانب روانہ ہونا اور پھر اس پر قابض ہوجانے کو ہم بیان کرچکے ہیں اب مدینہ چلتے ہیں تاکہ وہاں سے امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ ہوجائیں ۔

معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف سرکاری سطح پر سرکشی کی تھی اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے سے قطعی انکار کردیا تھا اسی لئے حضرت علی علیہ السلام بھی ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے ابتدائي تیاری میں مشغول تھے ، اس ضمن میں انہوں نے حضرت بن حنیف، قیس بعد سعد اور ابو موسی جیسے اپنے کارپردازوں کو خطوط کے ذریعہ مطلع کیا کہ معاویہ کے خلاف جنگ کرنے کی غرض سے لوگوں کو آمادہ کریں ۔

اس اثناء میں حضرت علی علیہ السلام کو عائشہ ، طلحہ اور زبیر کی سرکشی نیز ان کے لشکر کی عراق کی جانب روانگی کی اطلاع ملی ۔ حضرت علی علیہ السلام جانتے تھے کہ موجودہ حالات میں ان تینوں حضرات کی یورش معاویہ کی سرکشی سے کہیں زیادہ سنگین ہے کیونکہ معاویہ اسلامی حکومت کے دو دراز علاقے میں سرگرم عمل تھا لیکن یہ لوگ مرکز خلافت میں بھی یکجا جمع اور اس کے گرد و نواح میں شورش کیئے ہوئے تھے اس کے علاوہ بصرہ اور کوفہ سیاسی اور عسکری اعتبار سے خاص اہمیت کے حامل ہیں چنانچہ اس بناء پر اس سے پہلے کہ یورش وبغاوت کے شعلے دیگر مقامات تک پہنچیں آپ علیہ السلام نے

مصلحت امر اس میں سمجھی کہ انکے آتش فتنہ کو خاموش کرنے کے لئے خود ہی پیشقدمی کریں اگرچہ کچھ لوگوں نے یہ تجویز بھی پیش کی آپ طلحہ اور زبیر کے تعاقب کو نظر انداز کردیں مگر آپ نے اس تجویز کو قبول کرنے سے قطعی انکار کردیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں بجو نہیں ہوں جس کو پکڑنے کے لئے لوگ اس کے بھٹ پر دھیمے سروں میں گاتے بجاتے ہیں اور اچانک اس کو پکڑ لیتے ہیں ۔ اپنے مخالفین سے پوری طرح باخبر ہوں میں حق پسندوں کی شمشیر براں سے ان لوگوں کا کام تمام کردوں گا جنہوں نے حق کے نام پر سرکشی ویورش کا سہارا لیا ہے میں اپنے مطیع و فرمانبردار ہمکاروں کی مدد سے ان تمام سرکشوں کو جو راہ حق میں رخنہ اندازی پر تلے ہوئے ہیں ، ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹادوں گا اور اپنے اس عمل کو تا دم واپسین جاری رکھوں گا ۔

حضرت علی علیہ السلام نے مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا جب لوگ جمع ہوگئے تو آپ علیہ السلام نے عام لوگوں پر یہ واضح کرنے کے لئے مخالفین کے اغراض و مقاصد کیا ہے اس موضوع سے متعلق درج ذیل تقریر فرمائی ۔

"لوگوں عائشہ بصرہ کی جانب چلی گئی ہیں ۔ طلحہ و زبیر ان کے ہمراہ ہیں ان دونوں کا یہ خیال ہے کہ خلافت پر صرف انھی کا حق ہے کسی اور کا نہیں ۔ طلحہ ، عائشہ کا چچا زاد بھائی ہے اور زبیر ان کے داماد ہیں (اور عائشہ کی سعی و کوشش انہی کے لئے ہے) خدا کی قسم اگر یہ دونوں اپنے مقاصد میں بالفرض کامیاب ہو بھی گئے تو پھر ان دونوں میں وہ سخت تنازع ہوگا کہ ان میں ایک دوسرے کی گردن مار دے گا ۔ خدا شاہد ہے کہ جو شخص سرخ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوتا ہے وہ زیادہ دور تک راستے طے نہیں کرتا اور اس سے کوئی عقدہ وا بھی نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ گناہ کے راستے پر چلے اور خدا کا غضب اس پر نازل ہوتا کہ وہ اور اس کے ساتھی ہلاکت کو پہنچیں ۔

خدا کی قسم انجام کار یہ ہوگا کہ ان میں سے ایک تہائی افراد مارے جائیں گے ، ایک تہائی فرار کرجائیں گے اور ایک تہائی توبہ کرلیں گے ۔

عائشہ وہی خاتون ہیں "جسّ پَر حَوَاَبْ " کے کتے غرا رہے ہیں ، طلحہ اور زبیر بھی جانتے

ہیں کہ وہ ٹھیک راستے پر نہیں چل رہے ہیں ۔ افسوس اس عالم کے حال پر جو اپنے جہل کے باعث مارا گیا اور وہ اپنے علم سے بہرہ مند نہ ہوسکا۔

مجھے قریش سے کیا سروکار خدا گواہ ہے جب وہ حالت کفر میں تھے میں نے انہیں قتل کیا اس وقت بھی وہ ہوا وہوس اور شیطانی وسواس کے دام فریب میں ہیں (اسی لئے شورش بپا کئے ہوئے ہیں) یہ سب میرے ہاتھوں مارے جائیں گے ۔[1]

حضرت علی علیہ السلام نے افکار عامہ کو بیدار کرنے کی غرض سے دوسرے اور تیسرے روز پر ہیجان تقاریر کیں اور بالآخر آپ علیہ السلام نے اعلان جنگ کردیا ۔ سہل بن حنیف کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر کیا[2] اور خود مسلح و مجہز لشکر کے ساتھ جو سات سو سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا مدینہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے ۔

"ناکثین" پر قابو پانے کے لئے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا لشکر پہلے مکہ کی جانب روانہ ہوا لیکن جب آپ "ربذہ[3]" نامی مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مخالفین وہاں سے کوچ کرچکے ہیں ۔ چنانچہ وہاں سے آپ علیہ السلام نے عراق کی جانب رخ کیا ۔

ربذہ میں قیام

حضرت علی علیہ السلام نے ربذہ میں چند روز قیام فرمایا اس عرصے میں مدینہ سے کچھ انصار جن میں خزیمہ بن ثابت اور تقریباً چھ سو طائفہ طی کے منظم سوار امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے لشکر سے متصل ہوگئے ۔[4]

عثمان بن حنیف بھی دشمنوں کے چنگل سے نجات پانے کے بعد ربذہ میں حضرت علی علیہ السلام سے آن ملے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے بعد کہا یا امیرالمومنین علیہ السلام جس روز آپ نے مجھے روانہ کیا تھا اس وقت میری داڑھی بہت گھنی تھی لیکن آج میں آپ کی خدمت میں ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں حاضر ہوا ہو... حضرت علی علیہ السلام نے انہیں صبر کی تلقین کی اور ان کے لئے

دعا فرمائي_[5]

اسی طرح امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ہاشم مرتال کو خط دے کر حاکم کوفہ کی جانب روانہ کیا تاکہ اس سے پہلے کہ طلحہ اور زبیر وہاں پہنچیں وہاں کے گورنر کی عسکری مدد حاصل کرلی جائے_ لیکن موسی اشعری حاکم کوفہ نے صرف حضرت علی علیہ السلام کے نمایندے سے سیدھے منہ بات نہ کی بلکہ حضرت علی علیہ السلام کے خط کو بھی انہوں نے غایب کردیا اورہاشم مرتال کو یہ دھمکی دی کہ وہ انہیں قیدی بنالیں گے انہوں نے کوفہ کے لوگوں کو بھی سختی سے منع کردیا اور کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی مدد نہ کریں_ گورنر کی حیثیت سے اعلان کیا کہ اگر جنگ کی نوبت آئي تو پہلے وہ عثمان کے قاتلوں کے خلاف جنگ کریں گے اور اس کے بعد وہ دوسروں کی طرف متوجہ ہوں گے_[6] حضرت علی علیہ السلام کے نمایندے نے ان تمام واقعات کی امیرالمومنین علیہ السلام کو خبرکی_

یہ خط حضرت علی علیہ السلام کو "ذی قار" نامی مقام پر موصول ہوا_

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند عزیز حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عمار یاسر کو اپنے پاس بلایا اور ان دونوں حضرات کو اس کام پر مقرر کیا کہ اہل کوفہ کے لئے وہ خط لے کر روانہ ہوں اور وہاں پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو مدد کیلئے آمادہ کریں_

حضرت علی علیہ السلام نے خط ابوموسی کو بھی لکھا اور انہیں ان کے منصب سے معزول کردیا_ امیرالمومنین علیہ السلام نے اس خط میں لکھا تھا کہ انہوں نے اپنے موقف کا صحیح استعمال نہیں کیا اور اسی بنا پر انہیں سخت تنبیہہ بھی کی اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو ان کے پیچھے روانہ کیا_

حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عمار علیہ السلام نے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا خط وہاں کے لوگوں کو سنایا اور اس سلسلے میں تقاریر بھی کیں_ حضرت علی علیہ السلام کی تحریر اور حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عمار علیہ السلام کی تقریر کا اثر یہ ہوا کہ اہل کوفہ ان کے گرویدہ ہوگئے اور انہوں نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خلوص نیت اور اظہار محبت کیا اور ان کے فرمان کے آگے سر تسلیم خم کردیا_

حضرت امام حسن علیہ السلام نے ابوموسی کی معزولی کا بھی اعلان کیا اور ان کی جگہ قرظة بن کعب" کو گورنر

مقرر کیا_

امیرالمومنین حضرت علی ؑ کے نمایندے کی سعی و کوشش اور بصیرت افروز تقاریر کے باعث کچھ لوگوں نے اپنی رضامندی کا اعلان کردیا چنانچہ چند روز بعد تقریباً سات ہزار افراد "ذی قار" میں حضرت علی ؑ سے جا ملے_ حضرت امام حسن ؑ کی کامیابی پر حضرت علی ؑ بہت مسرور ہوئے اور انہوں نے اپنے فرزند دلبند سے اظہار تشکر کیا_(۷)

لشکر کا جاہ وجلال

امیرالمومنین ؑ حضرت علی ؑ کا وہ مسلح وعظم لشکر جو مدینہ اور کوفہ میں جمع ہوا تھا اور بصرہ کے نواح میں قیام پذیر تھا اس لشکر کے بارے میں منذر بن جارود نے لکھا ہے کہ میں شہر بصرہ سے باہر نکل کر آیا تاکہ حضرت علی ؑ کے لشکر کا نظارہ کرسکوں_

اس وقت وہاں ہزار مسلح سوار موجود تھے اور ابو ایوب انصاری تنو مند گھوڑے پر سوار ان کے پیش پیش چل رہے تھے_ ان کے علاوہ بھی وہاں دوسرے عسکری دستے تھے جن میں ہر دستہ ہزار مسلح افراد پر مشتمل تھا اور دستوں کی کمانڈری خزیمہ بن ثابت ، ابو قتادہ عمار یاسر، قیس بن سعد اور عبداللہ بن عباس جیسے جلیل القدر صحابہ رسول ﷺ کرتے تھے اور یہ تمام دستے ابو ایوب کی فوج کے پیچھے چل رہے تھے_

انہی جنگجو دستوں میں ایک دستہ حضرت علی ؑ کی زیر قیادت دیگر تمام دستوں سے آگے چل رہا تھا_ امیرالمومنین حضرت علی ؑ کے دائیں بائیں حضرت امام حسن ؑ اور حضرت امام حسین ؑ چل رہے تھے اور ان کے آگے حضرت علی ؑ تا دیگر فرزند محمد بن حنفیہ پرچم ہاتھ میں لئے چل رہے تھے_ عبداللہ ابن جعفر، حضرت علی ؑ کے پیچھے تھے ان کے علاوہ عقیل کے فرزند اور بنی ہاشم کے نوجوانوں نے حضرت علی ؑ کو انگشتری کے نگینہ کی طرح اپنے درمیان لے رکھا تھا_ کچھ معمر بدری بزرگ (مہاجر و انصار) بھی ان ہی دستوں میں نظر آرہے تھے_(۸)

بصرہ پہنچنے سے قبل حضرت علی علیہ السلام نے "زاویہ" نامی جگہ پر قیام فرمایا اوریہاں چار رکعت نماز ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دوبارہ سجدہ کیا اور اس قدر گریہ و زاری کی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے پھر دعا کے لئے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کی... خداوند تعالی اس جماعت نے میرے حکم کی نافرمانی کرکے مجھ پر ظلم کیا ہے یہ لوگ بیعت سے منحرف ہوگئے ہیں_ اے خدا اب تو ہی مسلمانوں کی حفاظت فرما_ (۹)

صلح کی کوشش

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا بلکہ آپ چاہتے تھے کہ "ناکثین" نے جو فتنہ کی آگ بھڑکائی ہے اسے خاموش کردیں اس مقصد کی برآوری کیلئے اور کشت و خون کو روکنے کی خاطر، حضرت علی علیہ السلام نے ہر ممکن کوشش کی اور جو بھی ممکن طریقہ ہوسکتا تھا آپ علیہ السلام اسے بروئے کار لائے امیرالمومنین علیہ السلام نے جو صلح طلبانہ اقدامات کئے ان کے چند نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں :

۱_ بصرہ پہنچنے سے قبل آپ علیہ السلام نے صعصعہ بن صوحان اور عبداللہ بن عباس کو جداگانہ طور پر خط دے کر عائشہ ، طلحہ اور زبیر کے پاس بھیجا کہ شاید ان کو مذاکرہ اور پند و نصیحت کے ذریعے جنگ کرنے سے باز رکھا جا سکے_ لیکن ان لوگوں نے حصرت علی علیہ السلام کے نمایندگان اور آپ علیہ السلام کے پند ونصایح کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا اور جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے سے انکار کردیا_ (۱۰)

۲_ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ کے دن فیصلہ کیا کہ کلام اللہ کو درمیان لاکر اسے حکم قرار دیں_ چنانچہ آپ علیہ السلام نے حضرت مسلم نامی شخص کو قرآن پاک دیا اور فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن ہی حاکم و منصف ہے، خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کا خون بہانے سے گریز کرو_

اس جوان نے حضرت علی علیہ السلام کے حکم پر عمل کیا لیکن انہوں نے مسلم کا وہ ہاتھ قلم کردیا جس میں

قرآن مجید تھا انہوں نے قرآن دوسرے ہاتھ مےں لے لیا اور حسب سابق انہیں قرآنی حکومت کی دعوت دی مگر ان سنگدلوں نے ان کا دوسرا ہاتھ بھی قطع کردیا اور انہیں شہید کردیا_ (۱۱)

۳_ حکومت قرآن کی دعوت دینے والے جوان مسلم کے قتل نے کشت و خون کا سد باب کرنے والے اقدامات سے حضرت علی عليه‌السلام کو مایوس کردیا_ آپ عليه‌السلام نے آخری مرتبہ عمار یاسر کو بھیجا یہ وہ بزرگ صحابی تھے جن کے بارے میں رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا تھا کہ جو لوگ انہیں قتل کریں گے ان کا شمار ظالموں میں ہوگا اور ان کے مقام و مرتبے نیز ایمان کے بارے میں نبی اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے فرمایا تھا: حق ہمیشہ عمار کے ساتھ ہے اور عمار حق سے پیوستہ_ "عمار" نے بھی پند و نصیحت کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی انہوں نے دشمنوں کی سپاہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا اے لوگو تم نے پیغمبر اکرم صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کے ساتھ انصاف کا رویہ اختیار نہ کیا تم نے اپنی عورتوں کو تو اپنے گھروں میں محفوظ کردیا اور زوجہ مطہر رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم کو گھر سے نکال کر نیزوں اور تلواروں کے روبرو لے آئے_

اس کے بعد وہ مزید آگئے بڑھے اور عائشہ کے ہودج کے مقابل آکر ان سے گفتگو کی ان کی یہی کوشش تھی کہ وہ ان فتنہ انگیزوں کے ساتھ شریک نہ ہوں وہ ابھی گفتگو کرہی رہے تھے کہ دشمن کے تیر ہر جانب سے ان کی طرف آنے لگے_ اگرچہ انہوں نے اپنے سر کو اس طرف یا اس طرف خمیدہ کرکے خود کو تیروں کی زد سے بچالیا اور قطع گفتگو کرکے امیرالمومنین حضرت علی عليه‌السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ: جنگ کے علاوہ چارہ نہیں ہے_ (۱۲)

۴_ ناکثین کی جانب سے شدت کے ساتھ مسلسل تیر اندازی شروع ہوگئي ادھر سپاہ اسلام کا نعرہ بلند ہوا کہ: یا امیرالمومنین عليه‌السلام دشمن ہم پر تیروں کی بارش کر رہا ہے دفاع کا حکم صادر کیجئے_

اس وقت ایک مرد کا جنازہ امیرالمومنین عليه‌السلام کے روبرو لایا گیا جسے دشمن نے اپنے تیروں کا نشانہ بنایا تھا_

امیرالمومنین حضرت علی عليه‌السلام نے یہ حالت دیکھ کر رخ مبارک آسمان کی جانب کیا اور زبان حال سے فرمایا: خداوند تو عادل وداد گر ہے شاہد و گواہ رہنا_ اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم صبر

کروتاکہ دشمن پر حجت تمام ہوجائے اس کے بعد ایک جنازہ اور لایا گیا ، حضرت علی علیہ السلام نے اس مرتبہ بھی وہی بات دہرادی یہاں تک کہ صحابی بزرگ عبداللہ بن بدیل اپنے فرزند کا جنازہ لے کر آئے اور اسے حضرت علی علیہ السلام کے رہرو رکھ دیا اور عرض کیا کہ یا امیرالمومنین علیہ السلام ہم کب تک صبر کریں دشمن ہمارے جوانوں کو یکے بعد دیگرے قتل کئے جارہا ہے ـ (۱۳)

حضرت علی علیہ السلام مسلسل تین دن تک پوری کوشش کرتے رہے کہ جنگ وخون ریزی نہ ہو مگر افسوس انہیں اپنے اس ارادے میں کامیابی نہ ہوئي چنانچہ آپ نے خود کو اس اقدام کے رہرو پایا جو پہلے کئي مرتبہ انجام پذیر ہوا تھا اس کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ پہنی ، عمامہ سر مبارک پر رکھا ـ ذوالفقار کمر میں حمائل کی دلدل پر سوار ہوکر پرچم محمد بن حنفیہ کو دیا (۱۴) مجہز و مسلح ہوکر آپ نے لشکر کا معائنہ کیا جو کہ بیس ہزار پر مشتمل تھا ـ طلحہ اور زبیر نے بھی اپنے لشکر کا معائنہ کیا جس میں تیس ہزار سے زیادہ نفوس شامل تھے ... اب دونوں لشکر پوری طرح جنگ کے لئے آمادہ و تیار تھے ـ

لشکر کے لئے دستورالعمل

دشمن پر حملہ کرنے سے قبل حضرت علی علیہ السلام نے اپنی سپاہ کے لئے چند نکات صادر کئے اور فرمایا کہ جب دشمن کو شکست ہوجائے تو مجروحین سے جنگ نہ کریں ، قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے، فرار کرنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے ـ عورتوں کو برہنہ نہ کیا جائے ـ مقتولین کے ناک کان قطع نہ کئے جائیں کسی کی پردہ دری نہ ہو ، فاتح سپاہی مفتوحےن کے مال کے پاس سے بھی نہ گذریں البتہ میدان جنگ میں اگر ہتھیار' گھوڑے' غلام یا کنیز ہاتھ آجائیں' تو انہیں غنیمت میں لے لیں ـ (۱۵)

دشمن کو متفرق کرنے کی آخری کوشش

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے اس سے قبل کہ جنگ شروع ہو حضرت علی علیہ السلام کو یہ موقع مل گیا کہ زبیر ان کے سامنے آگئے۔ اگرچہ حضرت علی علیہ السلام نے ان سے چند ہی جملے کہے جن کا ان کے دل پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ دشمن کے سرداروں ، فوج کی تشکیل کا شیرازہ منتشر ہوگیا جس وقت حضرت علی علیہ السلام نے گفتگو کے دوران زبیر کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنائي اور کہا کہ اے زبیر کیا وہ دن یاد ہے جب کہ تو نے میری گردن میں اپنا ہاتھ حمایل کر رکھا تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر تجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تجھے علی سے بہت پیار رہے؟ اور تو نے جواب دیا تھا آخر کیوں نہ پیار کروں یہ میرا ماموں زاد بھائي ہی تو ہے اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا تو مستقبل قریب میں اس سے جنگ کرے گا درحالیکہ تو ستمگر ہوگا۔ [۱۶] زبیر نے جب یہ حدیث سنی تو کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون" مجھے پورا واقعہ یاد آگیا میں آپ علیہ السلام سے ہرگز جنگ نہ کروں گا اس کے بعد انہوں نے دیگر سرداران کی پر ہیجان اور وسوسہ انگیز باتوں کی جانب توجہ کئے بغیر میدان جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور "وادی اسباع" نالی مقام پر "عمرو بن جرموز" کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ [۱۷]

حضرت علی علیہ السلام نے اس خیال سے کہ شاید طلحہ بھی جنگ سے باز رہیں اور نوبت خون ریزی کی نہ آئے ان سے بھی ملاقات کی اور فرمایا کہ وہ کون سا عامل تھا جس کے باعث تو نے شورش و سرکشی کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ عثمان کے خون کا بدلہ ، اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : خدا اس شخص کو پہلے قتل کرے جو اس گناہ میں ملوث ہو۔ پھر فرمایا : اچھا یہ بتا کہ عثمان کا قاتل کون ہے میں یا تو ؟ کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بارے میں فرمایا تھا : خدایا تو اسے دوست رکھ جو علی علیہ السلام کا دوست ہو اور اسے دشمن رکھ جو علی سے دشمنی کرے کیا تو ان لوگوں میں شامل نہ تھا جنہوں نے سب سے پہلے بیعت کي؟ طلحہ نے کہا میں توبہ و استغفار کرتا ہوں اس کے بعد وہ بھی کسی کی پند و نصیحت کے بغیر میدان جنگ سے چلے گئے۔ [۱۸]

لیکن ان کا بھی وہی انجام ہوا جس سے زبیر دوچار ہوئے تھے۔ مروان کیونکہ عائشہ کے لشکر

میں تھا اوراس نے دیکھ لیا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام طلحہ کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہیں تو اسے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ بھی حضرت علی علیہ السلام کی بصیرت افروز تقریر سے متاثر نہ ہوجائیں ۔ دوسری طرف مروان کا یہ گمان تھا کہ عثمان کے قتل کی سازش میں وہ بھی ملوث ہے چنانچہ اس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اس وقت جب کہ ہنگامہ کا رزار گرم تھا مروان نے طلحہ کی پشت پر تیر مارا اور انہیں زمین پر گرادیا (۱۹)

فیصلہ کن جنگ

سرداران سپاہ کی اشتعال انگیز تقاریر پر تیس ہزار سے زیادہ افراد پر مشتمل مسلح لشکر کی تیاری 'بعض سرداران قبائل کے نام تحریر و زبانی پیغام رسانی، مختلف شہروں کے لوگوں کی شورش و سرکشی میں شرکت ودعوت ، لشکر کشی کے ذریعے بصرہ پر قبضہ ، وہاں کے بعض مسلمانوں کا قتل اور ان کی شکنجہ کشی ایسے قرائن وشواہد ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مخالف سرداروں ، گورنروں کا کشت وخون کا مقصد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو سرنگوں کرنے کے علاوہ کچھ نہ تھا ان حالات میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمدردانہ پند ونصایح اور صلح پسندانہ اقدامات کا ان کے دلوں پر اثر نہ ہونا فطری تھا اسی لئے انہوں نے پہلے تو حضرت علی علیہ السلام کی لشکر کی جانب تیر اندازی کی اس کے بعد چند سپاہیوں کو قتل کرکے دائیں اور بائیں جانب سے حملہ شروع کردیا۔

امیرالمومنین علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام نے پرچمدار لشکر محمد حنفیہ کو حکم دیا کہ دشمن کی فوج کے قلب پر حملہ آور ہوں لیکن مسلسل تیر اندازی کے باعث انکی نظروں کے سامنے چونکہ اندھیرا سا چھاگیا تھا اسی لئے حملہ کرنے میں انہیں تردد ہوا اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ پیشقدمی کیوں نہیں کرتے ؟ محمد حنفیہ نے اس کی وجہ بتائی۔

اس پر حضرت علی علیہ السلام نے پرچم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور خود ہی غرائے شیر کی مانند دشمن پر حملہ کردیا، حملہ کرنا تھا کہ دشمن کا لشکر اس طرح منتشر ہوگیا گویا تند وتیز ہوا کے جھونکے نے گرد وخاک

کو ادھر ادھر بکھیر دیا ہو۔[۲۰]

اس موقع پر "ازد بنی ناجیہ" اور "بنی ضبہ" جیسے عرب قبائل اونٹ کے گرد جمع ہوگئے جس پر لشکر کا کمانڈر سوار تھا اور بھڑکی ہوئی جنگ میں غیر معمولی فداکاری کا مظاہر کیا۔

خلاف معمول عائشہ کے لشکر کے ساتھ پرچم نہ تھا البتہ پرچم کی جگہ لشکر سے آگے آگے اونٹ (جمل) چل رہا تھا اور یہی گویا ان کا پرچم تھا[۲۱]۔ اور اسی سے ان کے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی اور جب تک یہ اونٹ اپنی جگہ قائم رہا دشمن نے خود میں کسی قسم کی کمزوری یا شکست محسوس نہ کی۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ وہ دشمن کے بائیں بازو پر حملہ آور ہوں اور انہوں نے جیسے ہی یسرہ پر حملہ کیا لشکر دشمن کی صفیں یک لخت منتشر ہوگئیں اور انہوں نے اپنی عافیت راہ فرار میں سمجھی۔

اب جو لشکر باقی رہ گیا تھا وہ حسب سابق "اونٹ" اور اس کے سوار کا دفاع و تحفظ کر رہا تھا۔ فطری طور پر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ نے بھی اپنی پوری طاقت اسی حصہ پر لگادی تھی۔ چنانچہ اس "اونٹ" کے گرد شدید خونی جنگ شروع ہوگئی۔[۲۲]

سرگردنوں سے جدا ہوکر، ہاتھ جسموں سے کٹ کٹ کر فضا میں بکھر رہے تھے نوک شمشیر مسلسل دشمن کے شکموں کو چاک کئے جارہی تھیں مگر اس کے باوجود عائشہ کے سپاہی اس اونٹ "جمل" کی حفاظت آہنی فصیل کی مانند کر رہے تھے انہوں نے اس اونٹ کو اپنے حلقہ مےں لے رکھا تھا اور اس کا سختی سے دفاع کیا جارہا تھا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ جب تک یہ اونٹ اپنے پیروں پر کھڑا رہے گا جنگ کا خاتمہ نہ ہوگا اس پر آپ علیہ السلام نے اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دو کیونکہ جیسے ہی یہ اونٹ زمین پر گرے گا دشمن کا لشکر منتشر ہوجائے گا۔[۲۳]

حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق تلواریں بلند ہوئیں اور ہر طرف سے تیروں کی بارش جمل کی

جانب ہوگئی یہاں تک کہ تیروں کے پھل اس اونٹ کے پورے بدن میں اتر گئے_

جن لوگوں نے اونٹ کی مہار اپنے ہاتھوں میں سنبھال رکھی تھی وہ یکے بعد دیگرے زمین پر گرنے لگے ان میں سب سے پہلے گرنے والا بصرہ کا مشہور و معروف قاضی "کعب بن سور" تھا اس نے قرآن مجید اپنی گردن میں حمایل کر رکھا تھا اس کے ایک ہاتھ میں عصا اور دوسرے میں اونٹ کی مہار اس کے بعد قریش نے پیش قدمی کی اور انہوں نے بھی مہار کو اپنے ہاتھ میں تھاما یہاں تک کہ ستر افراد نے یکے بعد دیگرے دفاع کی خاطر جان دے دی ، قریش کے بعد بنی ناجیہ، بنی ضبہ اور ازد قبائل کے لوگوں نے بالترتیب اس کے مہار کو سنبھالا لیکن وہ بھی قتل ہوئے مختصر یہ کہ بقول زبیر جس نے بھی اس اونٹ کی مہار کو تھاما وہ فوراً ہی مارا گیا_ (۲۴)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان گروہوں کے ہمراہ نخعی اور ہمدانی قبائل کے حامی و طرفدار تھے مرکزی نقطے کی جانب شدت سے حملہ کرکے دشمن کو منتشر و متفرق کردیا اور بجیر نخعی سے فرمایا کہ اس وقت یہ اونٹ تمہارے دست اختیار میں ہے اس کی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دو ، بجیر نے شمشیر سے اس پر حملہ کیا اونٹ زور سے چیخا اور زمین پر گر پڑا جب وہ زمین پر گر گیا تو باقی لشکر بھی فرار ہوگیا_

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیوں نے آپ علیہ السلام کے حکم سے عائشہ کے کجاوہ کو ایک طرف منتقل کیا پہلے تو اس اونٹ کو مار کر جلایا اور پھر اس کی راکھ کو فضا میں منتشر کردیا_

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس حکم کے ثبوت نیز اس کی تائید میں کتاب خدا سے استشہاد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو یہ اونٹ بنی اسرائیل کے بچھڑے کی طرح منحوس و فتنہ انگیز حیوان تھا اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی جو حضرت موسی علیہ السلام نے سامری سے خطاب کرتے ہوئے پڑھی تھی_

اپنے اس خدا کو دیکھو جس کی تم پرستش کرتے ہو کہ ہم اسے کس طرح جلاتے ہیں اور پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہادیں گے_

(۲۵)

اور اس طرح جنگ جمل تمام ہوئي، حضرت علی ؑ کی حکومت کو ابھی چھ ماہ کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ جنگ آپ پر مسلط کردی گئي اور ماہ جمادی الاخر سنہ ۳۶ ھ میں "ناکثین" کی مکمل شکست پر اس کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا اور جانبین کا کثیر جانی و مالی نقصان ہوا_

عام معافي

دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد حضرت علي ؑ نے حکم دیا کہ جنگ سے قبل جو حکم دیا گیا تھا اسے سپاہیوں کے سامنے دوبارہ پڑھا جائے_

اس کے ساتھ ہی اعلان کیا گیا کہ کسی ایسی عورت سے جس کا شوہر جنگ میں مارا گیا ہے فوراً نکاح نہ کیا جائے بلکہ اسے موقع دیا جائے کہ عرصہ عدت کو پورا کرے_ (۲۶)

عائشہ کے سلسلہ میں بالخصوص محمد بن ابی بکر کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بہن کے پاس جائیں اور ان کی دلجوئي کریں اگر ان کو تیر لگا ہو یا جسم پر زخم آیا ہو تو اس کا علاج کر دیا جائے محمد کے جانے کے بعد حضرت علی ؑ بذات خود عایشہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور عصا سے عایشہ کے کجاوہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حمیرا کیا رسول خدا ﷺ نے تمہیں یہی کرنے کا حکم دیا تھا؟ کیا آنحضرت نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم اپنے گھر مےں بیٹھنا خدا کی قسم جو تمہیں گھر سے نکال کر باہر لائے ہیں انہوں نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا انہوں نے اپنی خواتین کو پس پردہ بٹھا دیا اور تمہیں وہ میدان جنگ میں لے آئے_

اس کے بعد آپ ؑ نے ان کے بھائي کو حکم دیا کہ وہ عایشہ کو حرث بن ابی طلحہ کی بیٹی صفیہ کے پاس لے جائےں جہاں چند روز آرام کریں جب حالات معمول پر آگئے تو حضرت علي ؑ نے عبداللہ بن عباس کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ عایشہ کے پاس جائیں اور انھیں مدینہ واپس چلنے کے لئے آمادہ کریں_

عائشہ نے اگرچہ شروع میں تو چلنے سے انکار کیا مگر جب ابن عباس نے ان سے بار بار کہا اور

انھیں یہ بتایا کہ حضرت علي علیہ السلام نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کو مدینہ لے جایا جائے تو مجبورا وہ تیار ہو گئیں ـ

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے عایشہ کے سفر کی تیاری شروع کی اور انھیں انکے بھائي عبدالرحمن ،تیس سپاہیوں اور قبیلہ القیس و ہمدان کی بیس عورتوں کی نگرانی میں مدینہ کی جانب روانہ کی ان سب نے عائشہ کی انتہائي خدمت کی اور ان کے ساتھ پورے اعزاز و احترام کا سلوک کیا (۲۷) یہاں یہ بات بھی قابل توجہ و ذکر ہے کہ حضرت علي علیہ السلام نے عائشہ کی پوری حفاظت اس بنا پر کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انھیں کہیں راستے مےں کوئي گزند پہنچے حضرت علي علیہ السلام کی جانب سے عایشہ کے تحفظ کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زوجہ مطہرہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کا پاس کر کے ان کا مقصد مقام رسالت کا احترام کیا جائے اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کو یہ خدشہ تھا کہ اگر عائشہ کا قتل ہو گیا تو کہیں ایسا فتنہ بپانہ ہو جائے جو عثمان کے قتل کی وجہ سے رونما ہوا تھا چنانچہ عمر و عاص نے جنگ کے بعد عائشہ سے کہا تھا کہ : اے کاش تم جنگ میں قتل کر دی گئي ہوتیں عایشہ نے اس کا مطلب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اگر تم ماری جاتیں تو جنت میں جاتیں اور ہم اس مسئلے کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف حملہ کرنے کا اہم ترین بہانہ بنا لیتے (۲۸) ـ

سوالات

۱_"ناکثین"کی شورش کے بارے مےں اطلاع حاصل کرنے سے قبل حضرت علی علیہ السلام کس شخص سے جنگ کرنے کیلئے تیار تھے اور آپ نے اپنا ارادہ کیوں بدل دیا ؟

۲_ حضرت علي علیہ السلام نے کس منزل پر اور کن افراد کو کوفہ کی جانب روانہ کیا وہاں انھیں کیسے کامیابی حاصل ہوئي؟

۳_ کشت و خون روکنے کیلئے حضرت علی علیہ السلام نے کیا اقدامات کئے ؟ انکی تین مثالیں بیان کیجئے_

۴_ فیصلہ کن جنگ کس طرح شروع ہوئي عایشہ کے تحفظ و دفاع میں کون سے قبائل پیش پیش اور سرگرم عمل تھے ؟

۵_ جنگ کے بعد جو افراد باقی رہ گئے تھے انکے ساتھ حضرت علي علیہ السلام بالخصوص عایشہ کے ساتھ کیا سلوک رہا ؟

٦_ جنگ جمل میں کس جگہ کو مرکزیت حاصل تھی اور حضرت علي علیہ السلام نے اس کی کس طرح سرکوبی کی ؟

۷_ حضرت علي علیہ السلام نے عایشہ کی حفاظت کے لئے کیوں اس قدر اہتمام کیا ؟

حوالہ جات

واللہ لا اکون کالضبع تنام علی طول اللّارم حتی یصل الیھا طالبھا و یختلھا راصدھا ولکننی اضرب بالمقبل الی الحق المدبر عنہ و باالسامع المطیع العاصی المریب ابدا حتی یاتی علی یؤمی...

۱_ شرح ابن ابی الحدید ج ۲/۲۳۳ ، ارشاد مفید ۱۳۱_

۲_ الجمل للمفید/ ۱۲۹ الامامۃ السیاسۃ ج ۱/ ۵۳ میں سہل کی بجائے قسم بن عباس کا ذکر ملتا ہے_

۳_ یہ جگہ ذات عرق کے قریب حجاز ومدینہ کے درمیان تین روزہ راہ کی دوری پر واقع ہے (معجم البلدان ج ۳/ ۲۳ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۹_ ۳۵۸

۴_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۹_ ۳۵۸

۵_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۲۶ ، تاریخ طبری ج ۴/ ۴۸۰ ، تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۲ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۳۲۱_

۶_ الجمل للمفید/ ۱۳۰_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۴/ ۹

۷_ تاریخ طبری ج ۴/ ۴۷۸ ، ۴۷۷ ، کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۴۷ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۱۴/ ۹

۸_ ملاحظہ ہو مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۹ ، والجمل / ۱۳۸ ، طبری ج ۴/ ۵۰۰ اور ابن ابی الحدید نے ج ۱۴/ ۲۱ پر ابی الطفیل سے نقل کیا ہے کہ اس سے قبل کہ سپاہ کوفہ پہنچے حضرت علی علیہ السلام نے پیشن گوئی کردی تھی کہ کوفہ سے ایک ہزار ایک سپاہی آئیں گے اور ایسا ہی ہوا_ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے انہیں گنا ان میں سے نہ کم تھا نہ ایک زیادہ_

۹_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۶۱_ ۳۵۹ کا خلاصہ

۱۰_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۶۱ "اللھم ان ھؤلاء القوم قد خلعوا طاعتی بغوا علی ونکثوا بیعتی اللھم احقن دماء المسلمین"_

۱۱_ الجمل للمفید/ ۱۶۷

۱۲_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۶۱ ، الجمل للمفید/ ۱۸۱ تاریخ طبری ج ۴/ ۵۰۹_ ۵۱۱

۱۳_ مروج الذہب ج ۲/ ۳٦۲

۱۴_ الجمل للمفید / ۱۸۲ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۱۱ ، تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۲ ، لیکن تاریخ یعقوبی اور شرح ابن ابی الحدید میں مقتول کو عبداللہ کا بھائي تحریر کیا گیا ہے_

۱۵_ شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۱۱۱

۱٦_ مروج الذہب ج ۲/ ۲٦۲_ الجمل للمفید/ ۱۸۲

۱۷_ اما انک ستحاربہ و انت ظالم لہ

۱۸_ مروج الذہب ج ۲/ ۳٦۳ زبیر کے سلسلے میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ وہ بھی دوسروں کی طرح حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ آخری لمحہ تک جنگ کرتے رہے لیکن جب اصحاب جمل کو شکست و ہزیمت ہوئي تو انہوں نے بھی راہ فرار اختیار کی جس وقت وہ فرار کررہے تھے تو اچانک جرموزے نے انہیں غافل پاکر قتل کردیا (سیرۃ الائمہ اثنی عشرج ۱/ ۴۵۵) ان اقوال کے علاوہ یہ قول بھی ہے کہ جب زبیر نے کنارہ کشی کا فیصلہ کرلیا تو ان کے فرزند عبداللہ نے ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ جنگ سے خوف زدہ ہوگئے ہیں اور انہیں قسم یادلائي اور کفارہ دینے کو کہا زبیر نے اپنے غلام کو آزاد کرکے کفارہ ادا کیا اور بیٹے نے جو الزام لگایا تھا اسے دور کرنے کے لئے انہوں نے تلوار اٹھائي اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی لشکر پر حملہ آور ہوگئے ملاحظہ ہو تاریخ الفداء ج ۱/ ۱۷۳_ ۱۷۴

۲۰_ مروج الذہب ج ۲/۳٦۴ تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۲ ، انساب الاشراف ج ۲/ ۲۴۸ ، الجمل للمفید/ ۲۰۴ شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۱۱۳

۲۱_ مروج الذہب ج ۲/ ۳٦٦ ، الجمل للمفید/ ۱۸۳ ، تاریخ طبری ج ۴/ ۵۱۴ ، سیرۃ الائمہ اثنی عشرج ۱/ ۴۵۷ ، شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۲۵۷

۲۲_ تاریخ ابن اعثم / ۱۷٦ و شرح ابن ابی الحدید_

۲۳_ شرح ابن ابی الحدید ج / ۲۵۸

۲۴_ اعقروا الجمل فانہ ان عقر تفرقوا (تاریخ طبری ج۴/ ۵۱۹)_

۲۵_ تاریخ طبری ج / ۴/ ۵۱۹' اسد الغابہ ۳/ ۳۰۸' شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۲٦۵_

۲۶_ سورہ طہ آیہ ۹۶ ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید ج۱ / ۲۶۶ _

۲۷_ اس حکم کے جاری کرنے سے حضرت علي عليه‌السلام کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کے افراد کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے ان کے ساتھ کفار کا_ سا برتاؤ نہ کیا جائے _

۲۸_ ملاحظہ ہو کامل ابن اثیر ج۳ / ۲۵۸' خ ۲۵۵' تاریخ طبری ج ۴ / ۴۴،۵۳۵،۴

۲۹_ شرح ابن ابی الحدید ج۶ / ۳۲۲ _

آٹھواں سبق

خلافت ظاہری سے شہادت تک ۴

حضرت علي عليه‌السلام کی بصرہ میں آمد

جنگ جمل کے ناخوشگوار نتائج

کوفہ ، دارالحکومت

کوفہ پہنچنے پر علي عليه‌السلام کے اقدامات

قاسطین

معاویہ کی تخریب کاري

امام علي عليه‌السلام کا نمایندہ معاویہ کی جانب

سرکشی کے اسباب

مشہور و معروف اشخاص کو اپنانا

سوالات

حوالہ جات

حضرت علي عليه السلام کی بصرہ کی آمد

جنگ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت علي عليه السلام نے تین روز تک معرکہ گاہ پر قیام فرمایا متقولین کی نماز جنازہ پڑھائي حکم دیا کہ دشمن کے مقتولین کو جمع کر کے انھیں دفن کیا جائے شہداء کو حضرت علی عليه السلام کے فرمان کے مطابق ان کے لباس میں ہی دفن کیا گیا (۱) جسموں سے جو اعضاء الگ ہو گئے تھے انھیں یک جا ایک بڑی قبر مےں دفن کیا گیا ـ

مال غنیمت کو (سوائے اس اسلحہ کے جس پر مہر خلافت ثبت تھی) سپاہ میں مساوی تقسیم کیا خود بھی ایک حصہ اس مےں سے لیا باقی مال جو جنگ مےں ہاتھ آیا تھا اور اس کا شمار مال غنیمت مےں نہےں ہوتا تھا مسجد مےں لے جایا گیا تاکہ ان کے مالک یا وارثین کی تحویل میں دے دیا جائے ـ (۲)

بصرہ پہنچنے کے بعد حضرت علی عليه السلام سیدھے مسجد مےں تشریف لے گئے جہاں آپ نے مفصل تقریر کی اہل بصرہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ان کی سرزنش کی اور فرمایا کہ اے کاہل لوگو اے وعدہ خلاف انسانوں تم نے تین مرتبہ اپنوں سے ہی خیانت کی اور چوتھی مرتبہ تم نے خدا پر اتہام لگایا تم نے پیروی بھی کی تو ایک عورت اور بے زبان جانور کی تم نے اس کی ایک آواز پر غوغا و فتنہ بپا کردیا اور جب اس حیوان کے پیروں کی رگیں کاٹ دی گئیں تو تم بھاگ نکلے اخلاقی اعتبار سے تم پست ہو تمہارے اعمال منافقانہ ہیں اور تمہارا دین و آئین باطل اور تفرقہ اندازی ہے ـ (۳)

اس کے بعد تمام افراد حتی مجروحین نے بھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کي ـ حضرت علی عليه السلام

نے ابن عباس کو بصرہ کی صوبہ داری اور زیاد کو امور مالی وخراج کی وصول یابی کے عہدوں پر مقرر وما مور فرمایا _ [۴]

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام خزانہ بیت المال تشریف لے گئے جس وقت آپ کی نظر مبارک سونے اور چاندی پڑی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ :یا صفراء یا بیضا غریا غیري(اے زرد سونے اور سفید چاندی کے سکو تم اپنی یہ دلربائي کسی اور کو دکھانا کسی اور کو تم اپنے دام فریب میں لانا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ جو مال موجود ہے اس کو پانچ سو اعداد میں تقسیم کریں جس وقت سکوں کا شمار کیا گیا تو انکی تعداد کم و بیش ساٹھ لاکھ درہم تھی چنانچہ آپ کے ساتھیوں میں سے ہر شخص کے حصے میں پانچ سو سکے آئے _ اسی وقت وہاں ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا _ اس نے عرض کیا یا امیرالمومنین علیہ السلام مجھے بھی کچھ عطا فرمایئے اگرچہ میں کسی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کرسکا لیکن میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ تھیں _ حضرت علی علیہ السلام نے اپنا حصہ اسے دیدیا_ [۵]

جنگ جمل کے ناخوشگوار نتائج

جنگ جمل کے جو اثرات و نتائج رونما ہوئے وہ نہایت ہی ناخواشگوار تھے ان میں سے بعض کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں _

۱_ اس جنگ میں دس ہزار سے زیادہ مسلمان قتل ہوئے _ [۶] درحقیقت یہ افراد "ناکثین" کے حسد اور ان کے جذبہ جاہ طلبی پر قربان ہوئے _ مورخین نے لکھا ہے کہ دو لشکروں کے اتنے سپاہی زمین پر گرے کہ اگر ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جاتے تو گھوڑوں کے سم ان کی لاشوں کے علاوہ کسی اور چیز نہ پڑتے _ لاشوں کے یہ انبار اس عظےم جنگ کا حاصل و ثمرہ تھا جو جمل کے نام سے مشہور ہوئي اس سے قبل بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ بیشتر افراد ناکثین کے ہاتھوں ہی مارے گئے_

مقتولین کی اس کثیر تعداد نے بہت سی اقتصادی مشکلات نیز جسمانی و نفسیاتی دشواریاں مسلمانوں کے لئے پیدا کردیں۔

۲۔ اس جنگ کے بعد مسلمانوں میں سے جذبہ اخوت و برادری قطعی مفقود ہوگیا اور امت مسلمہ پر فتنہ وفساد کے دروازے کھل گئے اور جنگ صفین بھڑک اٹھی در حقیقت یہ دو جنگیں اس مضبوط رسی سے بندھی ہوئی تھیں جس کا پہلا سرا بصرہ میں تھا اور دوسرا صفین میں اگرچہ عائشہ کی عثمان سے قرابت داری نہ تھی لیکن جنگ جمل نے معاویہ کے لئے اس بناپر شورش و سرکشی کا راستہ ہموار کردیا کہ وہ خاندان امیہ کے فرد اور عثمان کے رشتہ دار تھے چنانچہ اس جنگ کے باعث معاویہ کے لئے یہ بہانہ پیدا ہوگیا کہ اس نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف جنگ و جدل کرنے کے علاوہ خلافت کو اپنے خاندان میں منتقل کردیا درحالیکہ یہ مقتول خلیفہ کا ہی خاندان تھا اوریہیں سے خلافت نے موروثی شکل اختیار کرلی۔

۳۔ جنگ جمل کے ضرر رسان نتائج جنگ صفین کے بعد بھی باقی رہے اور جنگ نہروان در حقیقت دو پہلی جنگوں (جنگ جمل و جنگ صفین) کا ہی نتیجہ تھی کیونکہ ان دو جنگوں کے باعث بعض تنگ نظر اور کوتاہ فکر لوگوں کے دلوں میں بدگمانی کے جذبات ابھرنے لگے۔ چنانچہ عملی طور پر وہ تشویش و اضطراب اور حالت تردد کا شکار ہو کر رہ گئے نیز معاشرے کی طرف سے وہ ایسے بدبین و بدظن ہوئے کہ ہر شخص دوسرے کو عداوت و دشمنی کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

بعض وہ لوگ جو "خوارج" کہلائے اس رائے کے حامی و طرفدار تھے کہ چونکہ "ناکثین" کے سرداروں نے اپنے پیشوا یعنی حضرت علی علیہ السلام کے خلاف شورش و سرکشی کی ہے اس لئے ان کا شمار کفار میں ہے اس کے بعد ان کے دلوں میں یہ گمان پیدا ہوگیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے چونکہ اپنی حکومت کے استحکام کی خاطر یہ جنگ کی اس لئے وہ بھی آئین دین اسلام سے خارج ہوگئے۔

بعض لوگوں کی یہ رائے تھی کہ جنگ جمل میں اگرچہ حضرت علی علیہ السلام حق بجانب تھے لیکن آپ علیہ السلام نے چونکہ اہل بصرہ کی تمام دولت کو بطور مال غنیمت جمع نہیں کیا اور ان کی عورتوں کو قید نہیں کیا اسی

لئے یہ آپ سے غلطی سرزد ہوئی چنانچہ اسی بناپر وہ آپ علیہ السلام کو ناشایستہ الفاظ سے یاد کرنے لگے۔

انہیں میں سے تیسرا گروہ ایسا بھی تھا جو ان دونوں گروہوں کو کافر سمجھتا تھا اور اس کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ [۷]

کوفہ دارالحکومت

جنگ جمل کے مسائل اور بصرہ کی حکومت کے معاملات حل و منظم کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے مدینہ اور بصرہ کے لوگوں کو خطوط لکھے جن میں آپ علیہ السلام نے جنگ جمل کے واقعات مختصر طور پر بیان کئے وہ خط جو اہل کوفہ کو لکھا تھا اس میں آپ علیہ السلام نے مزید یہ بھی مرقوم فرمایا تھا کہ میں جلدی ہی کوفہ کی جانب آؤں گا [۸] اس ارادہ کے تحت آپ علیہ السلام جنگ جمل کے ایک یا دو ماہ بعد بصرہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔

بصرہ کے بعض سربرآوردہ لوگ بھی حضرت علی علیہ السلام کے ہمرکاب تھے کوفہ کے لوگ بالخصوص قاریان قرآن حضرت علی علیہ السلام کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آئے اور آپ علیہ السلام کے حق میں انہوں نے دعائے خیر کی۔

حضرت علی علیہ السلام بتاریخ ۱۲ رجب سنہ ۳۶ ھ میں اس مقام پر فروکش ہوئے جو "رحبہ[۹]" کے نام سے مشہور تھا وہاں سے آپ سیدھے جامع مسجد تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ [۱۰]

کوفہ کے واقعات بیان کرنے سے قبل یہاں لازم ہے کہ ہم ان اسباب و علل کا جائزہ لیں جن کے باعث کوفہ کو اسلامی حکومت کا مرکز قرار دیا۔

کوفہ کو اسلامی حکومت کا مرکز قرار دیئے جانے کے سلسلے میں مورخین نے بہت سے اسباب و علل بیان کئے ہیں۔ ان میں ایک وجہ یہ تھی کہ مالک اشتر او کوفہ کے دیگر سربرآوردہ لوگوں کا یہ اصرار تھا کہ اس شہر کو اسلامی حکومت کا مرکز بنایا جائے دوسری وجہ یہ تھی کہ جنگ جمل کے بعد بعض

لوگ فرار کرکے کوفہ کی جانب چلے آئے تھے اور اس بناء پر حضرت علی علیہ السلام نے مجبوراً فیصلہ کیا کہ ان کے فتنے کی سرکوبی کے لئے کوفہ کی جانب روانہ ہوں ۔[۱۱]

لیکن جب ہم ان حوادث اور مسائل کا جائزہ لیتے ہیں جو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سامنے اس وقت موجود تھے جب آپ علیہ السلام نے زمام حکومت سنبھالی تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ دیگر مسائل تھے جو حضرت علی علیہ السلام کے لئے مرکز حکومت منتقل کرنے کے محرک ہوئے ۔

اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ "فتنہ ناکثین" سے قبل حضرت علی علیہ السلام کا خیال تھا کہ ایسی عسکری طاقت منظم ہوجائے جس کے ذریعے معاویہ کا مقابلہ کیا جاسکے مگر ناکثین کی شورش نے اس معاملے میں تاخیر پیدا کردی چنانچہ فطری طور پر معاویہ نے اس معاملے کو غنیمت جانا اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف جنگ کرنے کی غرض سے کافی فوجی طاقت نیز اور دیگر وسائل فراہم کرلیئے ۔ معاویہ نے شام کے لوگوں کو مطیع و فرمانبردار کرنے کے علاوہ اس نے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے بہانے سے لوگوں کے جذبات مشتعل کئے چنانچہ عراق کی جانب جو خطوط بھیجے اور جن صاحب اثر و رسوخ افراد کو روانہ کیا ان کا اصلی سبب یہ تھا کہ سرداران قبائل اور فرمانداران لشکر کو وہ اپنی جانب متوجہ کرلے ۔

معاویہ جانتا تھا کہ فتوحات اور اسلامی قلمرو کے وسعت پذیر ہونے کے باعث شام کوفہ و بصرہ تین اہم مرکز بن گئے ہیں اور حجاز فوجی طاقت کے اعتبار سے خاصا دور ہوگیا ہے ۔

یمن میں بھی قابل توجہ و اعتنا عسکری طاقت موجود نہ تھی چنانچہ جس وقت "بسر بن ارطاۃ" نے اس منطقے میں شورش و سرکشی کی تو حضرت علی علیہ السلام کا کارپرداز اس کے مقابل اپنا دفاع نہ کرسکا اور یا یہ کہ جنگ جمل میں تقریبا سات سو افراد ہی حضرت علی علیہ السلام کی مدد کے لئے ربذہ پہنچے اور اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے "ذی قار" میں توقف فرمایا تاکہ لشکر کوفہ وہاں آجائے ۔

یہی وہ مسائل تھے جو حضرت علی علیہ السلام کی تیزبین و دور اندیش نظروں سے پنہاں نہ رہ سکے آپ علیہ السلام کو علم تھا معاویہ نے شام میں اس موقع سے فایدہ اٹھایا ہے ۔ چنانچہ عسکری طاقت کے علاوہ اس

نے دیگر وسائل جنگ بھی فراہم کرلئے ہیں اس بنا پر حضرت علی علیہ السلام کے لئے ضروری تھا کہ وہ بھی عظم مسلح لشکر تیار کریں تاکہ معاویہ سے نبرد آزمائي کی جاسکے اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا کہ دشمن کی نگرانی نزدیک سے کی جائے کیونکہ اس سے کسی وقت بھی زور آزمائي ہوسکتی ہے۔

ان دو مقاصد کے پیش نظر بصرہ اور کوفہ میں سے کسی ایک شہر منتخب کیا جاسکتا تھا۔ اب بصرہ بھی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں زیادہ دن تک قیام کیا جاسکے کیونکہ فتنہ جمل کی آگ سرد کرنے کے لئے وہاں بہت زیادہ خون بہایا گیا تھا اور جنگ کے بعد جو لوگ زندہ رہ گئے تھے انکے دلوں میں حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کیلئے جوش وخروش نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک اعتبار سے پست ہمت و کم حوصلہ ہوچکے تھے اسی بناپر وہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی قابل اعتماد نہ تھے۔ چنانچہ ان وجوہات کی بناء پر بہترین اور مناسب ترین شہر کوفہ ہوسکتا تھا۔

چنانچہ معاویہ کی طرف سے جب تک خطرے کا امکان ہوسکتا تھا اس وقت تک حکومت کی مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں ہی تشریف فرما رہیں ۔

کوفہ پہنچنے پر علی علیہ السلام کے اقدامات

کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام سہر کی مسجد میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے لوگوں سے خطاب کیا اس موقع پر آپ نے اہل کوفہ کی قدر کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائي کی کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا ۔ اپنے خطبے میں آپ نے ہوا وہوس نیز لمبی لمبی آرزوں سے گریز کرنے کی ہدایت فرمائي اور ان لوگوں کو تنبیہہ کی جو آپ علیہ السلام کی مدد کرنے سے روگردان ہوگئے تھے۔

اس کے بعد آپ نے "جعدہ بن غبیرہ" مخزومی کے مکان پر قیام فرمایا۔[۱۳] بتاریخ ١٦ رجب بروز جمعہ آپ مسجد میں تشریف لے گئے جہاں پہلی مرتبہ آپ نے نماز جمعہ کی امامت فرمائي۔[۱۴]

اس کے بعد آپ نے امور حکومت کی جانب توجہ فرمائی، اپنے اقدامات میں حاکم آذربائیجان "اشعث بن قیس" اور ہمدان کے عامل و کارپرداز "جریر ابن عبداللہ" کو انکے مناصب سے برطرف کیا جو کہ عثمان کے مقرر کردہ والیان حکومت تھے ان دونوں کو اپنے پاس [۱۵] بلایا، اپنے دیگر کارپردازوں کو مختلف مناطق کی جانب روانہ کیا چنانچہ "یزید ابن قیس" کو حکومت مدائن، "مخنف بن سلیم" کو حکومت اصفہان و ہمدان اور مالک اشتر کو موصل کی منصب داری عطا کی۔ [۱۶]

قاسطین

ناکثین کا فتنہ دب جانے کے بعد ایسے ناہنجار حالات پیدا ہونے لگے کہ جن میں خالص نسلی اور قبائلی محرکات کارفرما تھے۔ اب اس اسلامی فکر کو پیش کرنے کی کوشش کی جانے لگی جس میں سے روح تو مفقود ہو چکی تھی بس ظاہری خول باقی رہ گیا تھا۔ اب اسلام کی قدرت کو بچانے کیلئے خلیفہ مسلمین کی روز افزوں طاقت مسئلہ تھی اس لئے حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے راستے میں جو دوسرا خطرہ تھا وہ "قاسطین" کا وجود تھا قاسطین کا مجمع در حقیقت ان عاملین اور جماعتوں کی منظم شکل تھی جنہیں حضرت علی علیہ السلام کی حکومت سے کسی نہ کسی طرح گزند پہنچی تھی اور انہیں یہ خطرہ لاحق تھا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کی حکومت برسر اقتدار رہی تو وہ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

ان تمام گروہوں اور جماعتوں کا سربراہ معاویہ تھا۔ اس نے اپنے سیاسی و اجتماعی موقف کی بنا پر اپنے گرد بہت سے پیروکار جمع کر لئے تھے۔

معاویہ ابن ابی سفیان نے فتح مکہ کے بعد دین اسلام قبول کیا تھا وہ ان افراد میں شامل تھا جو جنگ کے دوران مسلمانوں کی حراست میں آگئے تھے اور جنہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کر آزاد کردیا تھا جاؤ تم سب آزاد ہو۔ [۱۷] سنہ ۱۲ھ میں جس وقت ابوبکر نے "یزید ابن ابی سفیان" کی

قیادت و فرمانداری میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے لشکر روانہ کیا تھا، تو معاویہ پرچمدار کی حیثیت سے لشکر شام کے ہمراہ تھا جب اس کے بھائي کا انتقال ہوگیا تو خلیفہ وقت نے اسے سپاہ کا فرماندار مقرر کردیا_ عثمان کے دور خلافت میں بہت سے نئے علاقے اسلامی حکومت کی قلمرو میں شامل ہوئے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ معاویہ انیس سال تک خاطر جمعی کے ساتھ شام پر حکومت کرتا رہا_

جس وقت حضرت علی علیہ السلام نے زمام حکومت سنبھالی تو معاویہ نے آپ علیہ السلام کا فرمان قبول کرنے سے روگردانی کی اور عثمان کے خون کا بدلہ لینے کو بہانہ بنا کر حضرت علی علیہ السلام سے برسرپیکار ہوگیا اورجنگ صفین کیلئے راہ ہموار کی، آخری لمحات میں جب کہ حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کی فتح و پیروزی یقینی تھی، اس نے عمرو عاص کی نیرنگی سے قرآن مجید کو نیزوں کی نوک پر اٹھالیا اور حضرت علی علیہ السلام کو حکمیت قرآن کی جانب آنے کی دعوت دی اور اس طرح اس نے کوفہ کے سادہ لوح سپاہیوں کو تقدس نمائي سے اپنا گرویدہ کرلیا_یہاں تک کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو مجبور کیا کہ وہ جنگ کرنے سے باز رہیں _

قرآن مجید کی "حکمیت" کا فائدہ بھی معاویہ کو ہی ہوا (اس کی تفصیل بعد میں .بیان کی جائے گی)چنانچہ پہلی مرتبہ اس کا نام لوگوں کی زبانوں پر خلیفہ کی حیثیت سے آنے لگا اور سنہ ۴۰ ھ میں جب حضرت علی علیہ السلام کو شہید کردیا گیا تو خلیفہ بن کر ہی مسند خلافت پر آیا اور اس نے انیس سال سے زیادہ مسلمانوں پر حکومت کی اور بالآخر ماہ رجب میں اس کا انتقال ہوا_

معاویہ کی تخریب کاري

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف معاویہ نے جس قدر مخالفت و تخریب کاری کی اس کی طرح اندازی عمرو عاص کرتا تھا جیسے ہی یہ اطلاع ملی کہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر رہے ہیں تو اس نے درج ذیل مضمون پر مشتمل خط زبیر کو لکھا:

"معاویہ کی جانب سے بندہ خدا زبیر کی خدمت میں عرض ہے کہ اے امیرالمومنین میں نے شام کے لوگوں سے کہا کہ وہ آپ کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کریں انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے وہ سب متفقہ طور پر آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں انہوں نے ہی مجھ پر دباؤ ڈالا کہ آپ کے حق میں ، میں ان سے بیعت لوں ، آپ کوفہ و بصرہ کی حفاظت کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دو شہر علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھ لگ جائیں کیونکہ ان دو شہروں پر قبضہ دیگر سرزمینوں کو حاصل کرنے کے لئے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کے بعد میں نے طلحہ کے حق میں بھی لوگوں سے بیعت لے لی ہے اب آپ یہ کہہ کر شورش و سرکشی کریں کہ عثمان کے خون کا بدلہ لینا ہے اور لوگوں کو بھی اسی عنوان سے دعوت دیجئے اس مقصد کی برآوری کے لئے پوری متانت و سنجیدگی اور سرعت عمل سے کام لیجئے۔ (۱۸)

معاویہ نے اپنی جدو جہد کا آغاز اسی روش سے کیا اگرچہ کسی بھی تاریخ کی کتاب میں یہ واقعہ نہیں ملتا کہ انہوں نے شام میں زبیر کی حق میں بیعت لی ہو۔

امام علی علیہ السلام کا نمایندہ معاویہ کی جانب

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کیساتھ جنگ کرنے سے قبل اتمام حجت کی غرض سے "جریر ابن عبداللہ" کو خط دیکر روانہ کیا (۱۹) اور اس سے بیعت کا مطالبہ کرتے ہوئے طلحہ اور زبیر کی عہد شکنی کا بھی ذکر کیا ، خط کے آخر میں آپ علیہ السلام نے مزید تحریر فرمایا کہ اگر تمہارا خود کو بلاؤں میں گرفتار کرنا مقصد ہے تم سے جنگ کروں گا تم ان آزاد شدہ لوگوں میں سے ہو جن میں نہ تو خلافت کی اہلیت و شایستگی ہے او رنہ ہی امور خلافت میں انکو مشیر بنایا جاسکتا ہے۔ (۲۰) جب جریر نے خط معاویہ کو دیا وہ اس خط کو پڑھ کر حیرت زدہ رہ گیا اور جریر سے کہا کہ میرے جواب کا انتظار کرو اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی غرض سے عمرو عاص کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اگر اس مشکل کا حل نکال لو تو مصر کی حکومت میں تمہارے حوالے کردوں گا۔ معاویہ نے ان کی تجویز پر

شام کے سربرآوردہ لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور ان کے سامنے مفصل تقریر کی اس نے اہل شام کی تحسین و قدردانی کرتے ہوئے ان کے جذبات کو عثمان کے خون کا بدلہ لینے کیلئے مشتعل کیا اور حاضرین جلسہ کی اس بارے میں رائے جاننا چاہی، اس بات پر حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اپنی آمادگی و رضامندی کا اظہار کیا چنانچہ اس غرض کے تحت انہوں نے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ وعدہ کیا کہ جب تک دم میں دم ہے، وہ اس عہد پر قائم رہیں گے اور اپنا مال تک اس راہ میں قربان کردیں گے۔

جریر نے جب یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے پاس واپس آگئے اور تمام واقعات آپ کے سامنے بیان کئے اور کہا کہ شام کے لوگوں نے معاویہ کے ساتھ گریہ و زاری بھی کی اور آپ سے جنگ کرنے کیلئے سب متفق الرائے ہیں کیونکہ ان کا گمان ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے انہیں قتل کرایا ہے اور ان کے قاتلوں کو پناہ دی ہے۔[۲۱]

سرکشی کے اسباب

معاویہ نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف کیوں سرکشی کی نیز اس کے پس پشت کیا اسباب و علل اور محرکات کارفرما تھے ان کا مختصر طور پر ہی سہی مگر ذکر کردینا بہت ضروری ہے۔

۱۔ دشمنی اور کینہ

خاندان بنی امیہ کو جس کا سردار معاویہ تھا، ہاشمی خاندان بالخصوص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے سخت عداوت و دشمنی تھی، اس دشمنی و کینہ توزی کا آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد رسالت اور اس کے بعد پیش آنے والے غزوات کے باعث ہوا۔ عداوت اور دشمنی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ جہاں کہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا ذکر ہوتا معاویہ اپنے دل میں ملول ہوتا ذیل کی حکایت اس کی شاہد و گواہ ہے "مطرف ابن مغیرہ" سے منقول ہے کہ میرے والد کی معاویہ کے پاس آمد

ورفت تھی وہ جب بھی اس کے پاس سے واپس گھر آتے تو اسکی ذہانت و ذکاوت کی بہت تعریف کرتے ایک رات معاویہ کے پاس سے آئے تو میں نے انہیں اتنا مضطرب وپراگندہ خاطر پایا کہ انہوں نے کھانا تک نہیں کھایا_ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ وہ اس قدر کیوں مضطرب وپریشان خاطر ہیں ، انہوں نے جواب دیا کہ آج میں انتہائي کافر اور خبیث ترین شخص کے پاس سے واپس آرہا ہوں _ میں نے پوچھا آخر ہوا کیا؟ انہوں نے کہا کہ معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب خلوت ہوئي تو میں نے کہا اے امیرالمومنین آپ کافی عمر رسیدہ ہوچکے ہیں اور عہد پیری کی منزل تک پہنچ گئے یہاں اچھا ہوگا کہ آپ اب عدل وانصاف سے کام لیں اور اپنے بھائي بنی ہاشم سے صلہ رحمی کے ساتھ پیش آئیں کیونکہ انکے پاس ایسی کوئي چیز نہیں جس کے باعث آپ کو ان سے خطرہ ہو، اس کے علاوہ اگر آپ حسن سلوک کریں گے تو لوگ آپ کو یاد رکھیں گے اور اس کا آپ کو اجر بھی ملے گا_

اس پر معاویہ نے کہا کہ ہرگز اپنے کام کی بقا کی خاطر کس امید پر نیک کام کروں "یتم" کے بھائي ابوبکر کو خلافت ملی عدل وانصاف کو اپنا شیوہ بنایا اور جو کچھ کرنا تھا انہوں نے کیا لیکن جب ان کی وفات ہوگئي تو لوگ انہیں بھول گئے بس لوگوں کو اتنا ہی یاد رہ گیا ہے کہ ابوبکر کے بعد عدی کے بھائي عمر نے حکومت کی_ دس سال تک وہ خدمت خلق کرتے رہے مگر مرنے کے بعد انکا نام بھی صفحہ ہستی سے محو ہوگیا صرف چند ہی لوگوں کو یہ نام (عمر)یاد رہ گیا ہے لیکن اس کے برعکس "ابی کبشہ" کے فرزند محمد ابن عبداللہ" کا نام ہر روز پانچ مرتبہ بآواز بلند لیا جاتا ہے اور "اشھد ان محمد رسول اللہ" کہا جاتا ہے اس کے بعد میری کون سی کارکردگی اور یاد باقی رہ جائے گی خدا کی قسم جیسے ہی میں خاک کے نیچے جاؤں گا میرا نام بھی اس کے ساتھ دفن ہوجائے گا_(۲۲)

۲_ حکومت کی آرزو

معاویہ جانتا تھا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اسے اس کے منصب پر قائم رہنے نہیں دےں گے کیونکہ اسے اس بات کا علم تھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے ظلم واستبداد کی ہمیشہ مخالفت کی ہے اور حکومت اسی

لئے قبول کی کہ اسے عدالت وانصاف سے چلائیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام کے کردار سے وہ چونکہ بخوبی واقف تھا اس لئے اسے یہ بھی علم تھا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نہ صرف یہ کہ حکومت شام کی جانب سے چشم پوشی نہ کریں گے بلکہ وہاں جو مال انہوں نے عثمان کے دور خلافت میں جمع کیا تھ اس سے لے کر بیت المال میں داخل کردیں گے۔ اس کے بعد وہ ایک معمولی فرد کی طرح اپنی باقی عمر کسی گوشہ تنہائي میں گذارلے گا یہ بات اس کے لئے کسی بھی طرح قابل برداشت نہ تھی۔

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ جب تک شام پر حکم فرما رہا، اس نے کبھی مرکزی حکومت کے کارپردازو نمایندے کی حیثیت سے عمل نہیں کیا بلکہ وہاں اپنے لئے ایک مستقل سلطنت کی بنیاد قائم کردی تھی۔ تاکہ اپنی مرضی کے مطابق وہ لوگوں پر حکمرانی کرسکے اور ایسی حکومت کی بنیاد رکھ دی جو اس کے خاندان میں آنے والی نسلوں کی میراث بن گئي۔

۳۔ ناکثین کی شورش

ناکثین کی شورش نے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کی تحریک کے لئے راستہ ہموار کردیا اگر ایسا نہ ہوتا تو معاویہ کے لئے مشکل تھا کہ اس اتحاد کو جو مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوگیا تھا اور جس کی سرزمین اسلام کے بیشتر علاقوں پر حکم و فرمانروائي تھی اس کو درہم برہم کرسکے اور مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف مقابلے کی ہمت و جرات پیدا ہوسکے لیکن جنگ جمل کے جو ناخوشگوار نتائج رونما ہوئے انہوں نے اس سد عظیم کو گرادیا اور معاویہ کے واسطے شورش و سرکشی کا میدان صاف کردیا۔

۴۔ گزشتہ خلفاء کی دلیل ومثال

اس کے علاوہ معاویہ اپنے اس رویے کی یہ توجیہ پیش کرتا اور کہتا کہ گذشتہ خلفاء نے حضرت علی علیہ السلام پر سبقت حاصل کرلی اور مسلمانوں نے بھی ان کی حکومت کو تسلیم کرلیا اس لئے میں بھی انہی کے رویے کی پیروی کر رہا ہوں۔

چنانچہ جب اس نے محمد ابن ابی بکر کو خط لکھا تو اس میں انہوں نے اسی امر کی جانب اشارہ کیا کہ تمہارے والد اور عمر آن اولین افراد میں سے تھے جنہوں نے خلافت میں علی علیہ السلام کی مخالفت کی اور ان کا حق خود لے لیا وہ خود تو مسئلہ خلافت پر متمکن رہے مگر علی علیہ السلام کو انہوں نے امر خلافت میں شریک تک نہ کیا ... اگر وہ راہ راست پر چل رہے ہیں تو تمہارے والد وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے یہ راہ اختیار کی اگر ہم ظلم و ستم کے رستے پر گامزن ہیں تو اس راستے کو بھی تمہارے والد نے سب سے پہلے ہموار کیا تھا اس مقصد میں ہم ان کے شریک کار اور انہی کی پیروی کر رہے ہیں اگر تمہارے والد اس راہ میں ہم پر سبقت نہ لے جاتے تو ہم علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہرگز مخالفت نہ کرتے لیکن ہم نے دیکھا کہ تمہارے والد نے یہ کام انجام دیا ہے چنانچہ ہم ان کی راہ و روش پر گامزن ہیں ۔ (۲۳)

۵۔ پروپیگنڈہ

عثمان کے قتل کے بعد طلحہ و زبیر نے جو شورش و سرکشی کی راہ اختیار کی اس کے باعث معاویہ کو یہ موقع مل گیا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرسکے اور اس میں بھی جو چیز کار فرما تھی وہ عثمان کے خون کا بدلہ تھا ۔

معاویہ نے اہل شام کے جذبات بر افروختہ کرنے کے لئے عثمان کے خون آلود کرتے اور ان کی اہلیہ نائلہ کی قطع شدہ انگلی کو جنہیں "نعمان بن بشیر" اپنے ساتھ صوبہ شام سے لے آیا تھا ، مسجد کی دیوار پر نصب کردیا اور انہوں نے چند عمر رسیدہ لوگوں سے کہا کہ وہ ان چیزوں کے نزدیک بیٹھ کر گریہ وزاری کریں ، اس پروپیگنڈہ نے لوگوں کے دلوں پر ایسا گہرا اثر کیا کہ جیسے ہی معاویہ کی ولولہ انگیز تقریر ختم ہوگئی تو لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے ایک آواز ہوکر کہا کہ ہم عثمان کے خون کا بدلہ لیں گے اور معاویہ کے ہاتھ پر یہ کہہ کر بیعت کی کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے تمہارا ساتھ دیں گے ۔

مشہور و معروف اشخاص کو اپنانا

معاویہ کا مقصد چونکہ زمام حکومت کو اپنے اختیار میں لینا تھا سی لئے اسکی مسلسل یہ سعی و کوشش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے ان لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مائل کریں جو اس کام کے لئے مناسب ہوسکتے ہیں اور ان کے ساتھ یہ عہد وپیمان کریں کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف سرگرم عمل رہیں گے اس کام میں جو لوگ اس کے ہم خیال رہے ان کے نام درج ذیل ہیں :

۱_ عمروعاص : معاویہ نے اس سے کہا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور میری مدد کرو اس پر عمرو عاص نے کہا کہ خدا کی قسم دین کی خاطر تو میں یہ کام نہیں کرسکتا البتہ دنیوی مفاد کی خاطر میں تیار ہوں معاویہ نے دریافت کیا کہ کیا مانگنا چاہتے ہو اس نے کہا کہ مصر کی حکومت معاویہ نے اس کے اس مطالبے کو منظور کرلیا اور لکھ کر دستاویز بھی دی _[۲۴]

۲_ طلحہ و زبیر جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکاہے کہ معاویہ نے زبیر کو خط لکھا تو اس میں زبیر کو امیرالمومنین کے لقب سے یاد کیا تھا اور ان کی نیز طلحہ کی توجہ کو اپنی جانب مائل کرنے کی غرض سے ایسا ظاہر کیا کہ میں نے تمہارے حق میں شام کے لوگوں سے بیعت لی ہے اور طلحہ کو ولیعہد مقرر کردیا ہے_

۳_ شرجیل_ اس کا شمار شام کے با اثر و رسوخ افراد میں ہوتا تھا معاویہ نے خاص حکمت عملی کے ذریعے اسے اپنی جانب مائل کیا اور وہ بھی اس کا ایسا گرویدہ ہوا کہ معاویہ کا دم بھرنے کے علاوہ عثمان کے خون کا مطالبہ شروع کردیا_ معاویہ نے ضمناً عمرو عاص کا ذکر کرتے ہوئے اسے خط میں لکھا کہ علی علیہ السلام کا جریر نامی نمایندہ میرے پاس آیا ہے اور اس نے بہت اہم تجویز میرے سامنے رکھی ہے یہ خط ملتے ہیں آپ فوراً میرے پاس چلے آئیں_ معاویہ نے شرجیل کے آنے سے قبل بعض ایسے لوگوں کو جو اس کے نزدیک قابل اعتماد تھے اور اس کے ساتھ ہی وہ شرجیل کے قرابت دار بھی یہ ہدایت کہ جب شرجیل مجھ سے ملاقات کرچکے تو وہ اس سے ملاقات کریں اور اسے اطلاع دیں کہ عثمان کا قتل حضرت علی علیہ السلام کے ایماء پر ہی ہوا ہے_[۲۵]

شرجیل کو جیسے ہی معاویہ کا خط ملا تو عبدالرحمن ابن غنم اور عیاض جیسے خیر خواہ دوستوں کی مرضی و منشاء کے خلاف اس نے معاویہ کی دعوت کو قبول کرلیا اگرچہ انہوں نے بہت منع کیا مگر اس کے باوجود وہ حمص سے دمشق کی جانب روانہ ہوگیا _ (۲۶)

شرجیل جیسے ہی شہر میں داخل ہوا تو معاویہ کے ہوا خواہ اس کے ساتھ بہت عزت و احترام سے پیش آئے اس کے بعد معاویہ نے جریر کے خط کا ذکر کیا اور مزید یہ کہا کہ اگر علی علیہ السلام نے عثمان کو قتل نہ کرایا ہوتا تو وہ بہترین انسان شمار کئے جاتے جب معاویہ کی گفتگو ختم ہوگئی تو شرجیل نے کہا کہ مجھے اس مسئلے پر سوچنے کا موقع دیجئے تا کہ اس کے بارے میں غور و فکر کرسکوں _

معاویہ سے رخصت ہوکر جب وہ واپس ہوا تو اس کی کچھ لوگوں سے ملاقات ہوگئی یہ لوگ تو پہلے سے ہی ان سے ملنے کے متمنی و مشتاق تھے _ شرجیل نے عثمان کے قتل کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو سب نے یہی کہا کہ علی علیہ السلام ہی عثمان کے قاتل ہیں _

یہ سننے کے بعد شرجیل غضبناک حالت میں معاویہ کے پاس واپس آیا اور کہا کہ لوگوں کا یہ خیال واضح ہے کہ عثمان کو علی علیہ السلام نے قتل کیا ہے _ خدا کی قسم اگر تم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم لوگ یا تو تمہیں شام سے باہر نکال دیں گے یا یہیں قتل کرڈالیں گے _ معاویہ نے محسوس کرلیا کہ اس کا منصوبہ کارگر ثابت ہوا ہے کہا کہ میں بھی شام کے افراد میں سے ایک ہوں میں نے آج تک تمہاری مخالفت نہیں کی ہے اور آیندہ بھی ایسا نہ کروں گا مگر تم کو یہ جاننا چاہیئے کہ یہ کام شام کے عوام کی مرضی کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوسکتا تم کو اس منطقے میں شہرت و نام آوری حاصل ہے اب تم شام کے مختلف شہروں کا دورہ کرو اور لوگوں کو بتاؤ کہ عثمان کو علی علیہ السلام نے قتل کیا ہے اور اب مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس خون کا بدلہ لینے کی خاطر شورش و سرکشی کریں _ شرجیل نے ایسا ہی کیا چنانچہ چند زاہد و پارسا و گوشہ نشین افراد کے علاوہ شام کے عام لوگوں نے اس دعوت کو قبول کرلیا _ (۲۷)

سوالات

۱_ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ پہنچنے کے بعد کیا اقدامات کئے ؟

۲_ جنگ جمل کے کیا نتائج واثرات رونما ہوئے ؟مختصر طور پر وضاحت کیجئے_

۳_ جنگ جمل کے بعد کوفہ کو مرکز حکومت کیوں قرار دیا ؟

۴_ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف معاویہ کا کیا موقف تھا ؟ معاویہ کے عدم تعاون کی ایک مثال پیش کیجئے _

۵_ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف معاویہ نے کیوں شورش و سرکشی اختیار کی ؟ مختصر طور پر بیان کیجئے_

٦_ معاویہ نے صاحب اثر ورسوخ اور سیاستمدار افراد کی توجہ کو اپنی طرف کیسے مبذول کیا اس کی ایک مثال پیش کیجئے ؟

حوالہ جات

١_ الجمل ٢١١

٢_ کامل ابن اثیر ج ٣/ ٢٥٥ ، تاریخ طبری ج ۴/ ٥٣٨

٣_ مروج الذہب ج ٢ص٣٦٨

۴_ تاریخ طبری ج ۴/ ٥۴١، کامل ابن اثیر ج ٣/ ٢٥٦

٥_ مروج الذہب ج ٢/ ٣۴١ ، شرح ابن ابی الحدید ج ١/ ٢۴٩

٦_ جنگ جمل میں جو جانی نقصان ہوا اس کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف رائے ہے_ ابن اثیر ج ٣/ ٢٥٥_ اور طبری ج ۴/ ٥٣٩ نے مقتولین کی تعداد دس ہزار افراد لکھی ہے یعنی ہر طرف سے تقریباً پانچ ہزار افراد قتل ہوئے_ مسعودی ج ٢/ ٥٣٩نے مروج الذہب میں مقتولین کی تعداد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصحاب جمل کے تیرہ ہزار افراد مارے گئے اور حضرت علی عليه‌السلام کی سپاہ میں سے پانچ ہزار افراد شہید ہوئے_ بلاذری نے انساب الاشراف ج ٢/ ٢٦٥ میں درج کیا ہے کہ صرف اہل بصرہ میں سے بیس ہزار افراد قتل ہوئے مگر یعقوبی نے اپنی تاریخ کے ج ٢ / ١٨٣ پر جانبین کے مقتولین کی تعداد تیس ہزار افراد سے زیادہ بیان کی ہے_

٧_ ملاحظہ ہو الملل و النحل شہرستانی ج ١/ ١٢١ ، والتبصیر ٣٢_

٨_ علامہ مفید نے حضرت علی عليه‌السلام کے خطوط اپنی تالیف و تالیف الجمل میں صفحات ٢١٥ ، ٢١١ پر درج کئے ہیں_

٩_ رحبہ کوفہ کے محلوں میں سے ایک محلے کا نام تھا (معجم البلدان ج ٣/ ٣٣)

١٠_ وقعہ صفین ٣_

١١_ ملاحظہ ہو کامل ابن اثیر ج ٣/ ٢٦٠ و تاریخ طبری ج ۴/ ٥۴۴ ، ٥۴٣_

١٢_ "جعدہ" امیرالمومنین حضرت علی عليه‌السلام بھانجے تھے آپ کی والدہ ام ہانی دختر ابی طالب تھیں (شرح ابن ابی الحدید ج ١٠ /٧٧)_

١٣_ وقعہ صفین / ٣_ ١٠_

١۴_ مروج الذہب ج ٢/ ٢٧٢ ، کامل ابن اثیر ج ٣/ ٢٧٦_

۱۵_ وقعہ صفین ۱۲_۱۱_

۱٦_اذھبو انتم الطلقاء (اسی وجہ سے معاویہ کا شمار طلقاء میں ہوتا ہے_

۱۷_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۲۳۱_ تاریخ التواریخ ج ۱/ ۳۸_

۱۸_ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جریر کو انہی کی درخواست پر روانہ کیا گیا تھا اگرچہ مالک اشتر نے انہیں روانہ کئے جانے کی مخالفت کی تھی اور یہ کہا تھا کہ جریر کا دل سے جھکاؤ معاویہ کی جانب ہے لیکن اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ان کا امتحان کئے لیتے ہیں پھر دیکھیں گے کہ وہ ہماری طرف کیسے آتے ہیں _ ملاحظہ ہو مروج الذہب ج ۲/ ۳۷۲، وقعہ صفین ۲۷_

۱۹_ وقعہ صفین/ ۱۹، شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ۷۵، کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۷٦ اور مروج الذہب ج ۲/ ۳۷۲_

۲۰_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۷۲، وقعہ صفین ۳۴، ۳۱_

۲۱_ شرح ابن ابی الحدید ج ۵/ ۱۲۹_

۲۲_ وقعہ صفین ۱۲۰_۱۱۹_ شرح ابن ابی الحدید ج ۳/ ۱۸۹_

۲۳_ تاریخ ابوالفداء ج ۱/ ۱۷۱ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۱۹۲_۲۷۷_

۲۴_ وقعہ صفین ۳۲ شرح ابن ابی الحدید ج ۳/ ۷۸_

۲۵_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۵۴_ وقعہ صفین ۳۰/ ۳۸_

۲٦_ وقعہ صفین ۳۴ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ شرجیل اور جریر کے درمیان سخت عداوت تھي_

۲۷_ ان کی قرابت داری میں یزید بن اسد بُسر اور ارطاء اور عمر بن سفیان بھی شامل تھے_

۲۸_ وقعہ صفین ۳۵_

۲۹_ وقعہ صفین ۵۰_ ۳٦ شرح ابن ابی الحدید ج ۲/ ۷۱_

نواں سبق

قاسطین (جنگ صفین) ۱

حضرت علی علیہ السلام کا معاویہ کے ساتھ مراسلت میں محرک

حجاز کی جانب درازدستي

نمایندے کی روانگي

مہاجرین و انصار کے ساتھ مشورہ

عمومی فوج

کمانڈروں کا تقرر

صفین کی جانب روانگي

شام میں بحرانی حالات کا اعلان

پہلا مقابلہ

پانی پر بندشي

سوالات

حوالہ جات

حضرت علی علیہ السلام کا معاویہ کے ساتھ مراسلت میں محرک

حضرت علی علیہ السلام جب تک کوفہ میں قیام پذیر رہے اور صفین کی جانب روانہ ہونے سے پہلے تک آپ نے معاویہ کی جانب خطوط بھیجنے اور اپنے نمایندگان کو روانہ کرنے میں ہمیشہ پیشقدمی کی تاکہ اسے اس راہ و روش سے روکا جا سکے جو اس نے اختیار کررکھی تھی جس کی پہلی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام دل سے یہ نہیں چاہتے تھے کہ شام کے لوگوں سے جنگ کی جائے کیونکہ وہ بھی مسلمان تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام چاہتے تھے کہ معاویہ، شام کے عوام اور ان لوگوں کے لئے جو آئندہ آپ کے ہمرکاب رہ کر معاویہ سے جنگ کریں گے اتمام حجت ہوجائے۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ اگر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام معاویہ کے خطوط کا جواب نہ دیتے اور اس کے عدم تعاون کے خلاف صریح و قطعی موقف اختیار نہ کرتے تو ممکن تھا کہ عوام اس رائے کے حامی ہوجاتے کہ معاویہ حق بجانب ہے۔

ابن ابی الحدید نے ان بعض خطوط کو نقل کرتے ہوئے جن کا مبادلہ حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان ہوا لکھا ہے کہ اگرچہ زمانے میں نیرنگیاں تو بہت ہیں مگر اس سے زیادہ کیا عجیب بات ہو سکتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ ان کا اور معاویہ کا شمار ایک ہی صف کیا جانے لگا اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مراسلت کریں۔[1]

اس کے بعد ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اس مراسلت و مکاتبت کے پس پشت کون سا محرک کارفرما تھا وہ لکھتا ہے کہ "شاید حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں اس کی وہ مصلحت آشکار و روشن تھی جو ہم پر

پوشیدہ وپنہاں ہے" اوپر جو وجوہ بیان کے گئے ہیں ان کے علاوہ خطوط لکھنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ :

۱۔ زور آور و تنومند سیاسی افراد نے مختلف احادیث جعل کرکے معاویہ کو اس بلند مقام پرپہنچا دیا اور اس کے لئے ایسے فضائل اختراع کئے کہ معاویہ امام علیہ السلام کے مقابلہ میں آگیا یہی نہیں بلکہ معاویہ خود کو افضل تصور کرتا اور اس پر فخر کرتا تھا یہ تحریک عمر کے عہد خلافت میں شروع ہوئي[۲] اور بالاخرہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے زمان خلافت میں شدت اختیار کر گئي۔

۲۔ معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں اس نے حضرت علی علیہ السلام سے بہت سی ناروا باتیں منسوب کی ہیں اور اپنی طرف ایسے افتخارات کی نسبت دی ہے جن کی کوئي اساس نہیں ہے اگر حضرت علی علیہ السلام نے ان حقائق کو آشکار نہ کیا ہوتا اور اس ضمن میں ضروری باتیں نہ بتائي ہوتیں تو بہت سے حقیقی واقعات نظروں سے اوجھل ہو کر رہ جاتے اور وہ افترا پردازیاں جو آپ علیہ السلام کے ساتھ روا رکھی گئیں ان کا جواب نہ دیا گیا ہوتا تو سادہ لوح انسان ان کو حقیقت سمجھ کر قبول کر لیتے۔

حضرت علی علیہ السلام سے جو اتہامات منسوب کئے گئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ علیہ السلام کو اپنے سے پہلے کے خلفاء سے حسد و بغض تھا اور ان کے خلاف شورش کرنا چاہتے تھے اگر اس کا جواب نہ دیا گیا ہوتا تو عین ممکن تھا کہ سپاہ عراق میں تفرقہ پیدا ہوجاتا چنانچہ یہی جہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس سازش کو روکنے کی غرض سے اپنے منطقی و مستدل بیان سے معاویہ کو جواب دیا[۳]۔

حجاز کی جانب دراز دستي

حضرت علی علیہ السلام کی یہی کوشش تھی کہ معاویہ کے ساتھ جو اختلافات ہے وہ مسالمت آمیز طریقے سے حل ہوجائیں اور وہ قتل و خون ریزی کے بغیر حق و انصاف کے سامنے سر تسلیم خم کردے لیکن اس کے بر عکس معاویہ پوری سنجیدگی سے حالات کی برہمی و آشفتگی اور مسلمانوں میں باہمی اختلاف و گروہ بندی کی کوشش کرتا رہا چنانچہ اس نے اپنے سیاسی اقتدار کو تقویت دینے کے لئے

سربرآوردہ افراد اور سرداران قبائل کو خط لکھنے شروع کئے تاکہ اس طریقے سے حجاز اس کی دسترس میں آجائے۔

اس سلسلے میں اس نے عمروعاص سے مشورہ کیا اور کہاکہ اس اقدام کے ذریعے ہمیں دو نتائج میں سے ایک حاصل ہوگا یا تو ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے اور انھیں اپنا ہم خیال بنالیں گے یا تو کم ازکم ان کے درمیان شک و تردید تو پیدا کردیں گے تاکہ وہ علی علیہ السلام کو مدد دینے سے باز رہیں۔

لیکن عمروعاص کی رائے میں یہ اقدام موثر نہ تھا کیونکہ اس کا خیال تھاکہ جن افراد کو خط لکھا جا رہا ہے وہ یا تو حضرت علی علیہ السلام کے طرفدار ہیں ظاہر صورت میں انھیں خط لکھنے سے ان کی نظر و بصیرت میں اضافہ ہوگا اور وہ بیشتر علی علیہ السلام کی حامی و طرفدار ہوجائیں گے یا پھر وہ لوگ ہی جو عثمان کے جانبدار ہیں انھیں خط لکھنے سے کوئي فائدہ نہیں کیونکہ وہ جو کچھ بھی ہیں خط سے ان پر مزید کوئي اثر ہونے والا نہیں ،رہے وہ لوگ جو ہر طرف سے لاتعلق ہیں انھیں بھی تم سے زیادہ علی علیہ السلام پر اعتماد ہے۔

لیکن معاویہ اپنے فیصلے پرپوری سنجیدگی سے قائم رہا بالاخر دونوں نے مشترکہ طور پر اہل مدینہ کو لکھا اور اس میں انہوں نے یہ اتہام لگایاکہ عثمان کے قاتل علی علیہ السلام ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے درخواست کی کہ عثمان کے قاتل ان کے حوالے کئے جائیں اور اس سلسلے میں اہل مدینہ سے مدد چاہي۔ (۴)

مذکورہ بالا خط کے علاوہ انہوں نے سعد بن ابی وقاص ،عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلمہ جیسے سربرآوردہ لوگوں کو بھی خطوط لکھے کہ جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھي۔

اس اقدام سے معاویہ کا مقصد و مدعا یہ تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو داخلی مشکلات و کشمکش سے دوچار کردے کیونکہ وہ جانتا تھاکہ اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو اسے دو جانبہ فتح و کامرانی حاصل ہوگی اول تو یہ کہ وہ سربرآوردہ اشخاص کی حمایت حاصل کرلے گا اور دوسری طرف اس کے اس اقدام سے مرکزی حکومت کو کاری ضرب لگے گي۔

لیکن معاویہ کو جیسا کہ عمروعاص نے پیشین گوئي کی تھی کامیابی حاصل نہ ہوئي کیونکہ جن اشخاص کو خطوط لکھے گئے تھے انہوں نے منطقی و مدلل جواب کے ساتھ ان کی درخواست کو رد کردیا_(۵)

نمایندے کی روانگي

اس سے پہلے کہ جنگ و جدال کی نوبت آئے حضرت علی علیہ السلام ہر اس طریقے کو بروئے کار لائے جس کے ذریعے اہل شام بیدار ہو سکیں اور معاویہ کو شورش و سرکشي سے باز رکھا جا سکے اسی مقصد کے تحت انہوں نے "خفاف بن عبداللہ" کو معاویہ کے پاس بھیجا کیونکہ خفاف میں شاعرانہ مزاج جاتا پایا تھا اور فطرتا بولنے والے واقع ہوئے تھے شام پہنچنے کے بعد انہوں نے اپنے چچا زاد بھائي "حابس بن سعد" کو جو قبیلہ طيّ کے سردار تھے اپنے ساتھ لیا اور دونوں مل کر معاویہ کی طرف روانہ ہوئے اور عثمان کے واقعہ قتل کی پوری تفصیل اس کے سامنے بیان کی اس کے بعد انہوں نے یہ بھی بتایا کہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے کس طرح متمني و خواہش مند تھے ساتھ ہی انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بصرہ و کوفہ کی جانب روانگی کی مفصل کیفیت بیان کی اور مزید کہا کہ اس وقت بھی بصرہ ان کی ہاتھ میں ہے اور کوفہ میں تمام طبقات کے لوگ جن میں بچے، سن رسیدہ خواتین، نئي دلہینں وغیرہ شامل ہیں پورے جوش و خروش سے آپ کا استقبال کرنے کے لئے شاداں و خنداں آئے اور میں جس وقت ان کے پاس روانہ ہوا تھا ان کے سامنے شام کی جانب آنے کے علاوہ کوئي مقصد نہ تھا(۶)_ معاویہ نے جب یہ کیفیت سنی تو اس پر خوف طاري ہوگیا اور ان لوگوں کی موجودگی میں جو ان کے گرد جمع تھے اسے اپنی شکست کا احساس ہوا ناچار اس نے حابس سے کہا کہ لگتا ہے کہ یہ شخص علی علیہ السلام کا جاسوس ہے اسے اپنے پاس سے آگے چلتا کر کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شام کے لوگوں کو گمراہ کردے_(۷)

مہاجرین و انصار سے مشورہ

جب حضرت علی علیہ السلام کو یہ یقین ہوگیا کہ اب یہ طوفان دبنے والا نہیں اور معاویہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے گا تو ناچار انہوں نے فیصلہ کیا کہ مقابلے کیلئے اقدام کریں چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق کار پر عمل کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے جنگ سے قبل اپنے مہاجرین اور انصار اصحاب سے مشورہ کیا حضرت علی علیہ السلام کے پیروکاروں نے مختلف افکار و خیالات کا اظہار کیا جن میں بیشتر افراد کی رائے یہی تھی کہ جس قدر جلد ہوسکے اقدام کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا کہ جتنا جلدی ہوسکے اس بارے میں فیصلہ کر لیا جائے مگر ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو چاہتے تھے کہ پہلے مسالمت آمیز طریقہ اختیار کیا جائے اور اگر حریف اپنی عنادپسندی اور سرکشی پر قائم رہا تو جنگ شروع کی جانی چاہیئے۔(۸)

سب سے آخر میں سہل بن حنیف اپنی جگہ سے اٹھے اور انہوں نے حاضرین کی نمایندگی کرتے ہوئے کہا کہ "اے امیر المومنین آپ جس کے ساتھ صلح و آشتی چاہیں گے ہم اس کے ساتھ صلح و آشتی کریں گے ہماری رائے اور مرضی وہی ہے جو آپ کی ہے ہم سب دست راست کی مانند آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔(۹)

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے عام لوگوں کو آمادہ کرنے کی خاطر خطبہ دیا اور لوگوں میں جہاد کرنے اور صفین کی جانب روانہ ہونے کیلئے جوش دلایا آپ نے فرمایا: سیرو الی اعداء اللہ سیروا الی اعداء السنن و القران سیروا الی بقیۃ الاحزاب قتلۃ المھاجرین و الانصار(۱۰) چلو دشمنان خدا کی طرف، چلو سنت و قرآن کے دشمنوں کی جانب ان لوگوں کی طرف جو باطل کے گروہ میں سے بچ گئے ہیں جو مہاجرین و انصار کے قاتل ہیں۔

اس اثناء "بنی فزارہ" قبیلے کا "اربد" نامی شخص اٹھا جو بظاہر معاویہ کا ہمنوا اور اس کا جاسوس تھا اس نے کہا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں اپنے شامی بھائیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیئے لے جائیں؟ بالکل اسی طرح جیسے آپ برادران بصرہ کے خلاف ہمیں لے گئے تھے خدا کی

قسم ہم ہرگز ایسا کوئي اقدام نہیں کریں گے_

حضرت مالک اشتر نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص مسلمانوں کی صفوں کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے تو انہوں نے بلند آواز میں کہا_ ہے کوئي جو ہمیں اس کے شر سے نجات دلائے؟ اربدی فزاری نے جیسے ہی مالک اشتر کی آواز سنی تو خوف کے مارے بھاگ نکلا لوگوں نے اس کا تعاقب کیا اور بالاخر بیچ بازار میں اسے پکڑلیا اور گھونسوں لاتوں ، اور شمشیر کی نیام سے اسے اتنا مارا کہ اس کی جان ہی تن سے نکل گئي_ (۱۱)

عمومی فوج

جب حضرت علی علیہ السلام نے سرکشوں اور شورش پسندوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے رائے عامہ کو ہموار کرلیا تو آپ علیہ السلام نے مختلف مناطق میں اپنے کارپردازوں کو فوجی فرمانداروں اور عاملین محصول کو خطوط لکھے جن میں انھیں ہدایت کی گئي کہ اپنے اپنے علاقوں میں وہ لوگوں کو اس جہاد مقدس میں شرکت کی دعوت دیں اور جو لوگ متمنی ہیں انھیں مرکز کی جانب روانہ کیا جائے_ (۱۲)

لوگوں کے دلوں میں جذبہ خلوص و قربانی کو تقویت دینے کی خاطر منبر مسجد پر تشریف لے گئے اور وہاں خطبہ صادر فرمایا_ خطبہ کے دوران بعض مقامات پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ معاویہ اور اس کے سپاہی باغی و سرکش ہوگئے ہیں کیونکہ شیطان نے ان کی زمام اپنے دست اختیار میں لے لی ہے اور پر فریب وعدوں سے انھیں گمراہ کردیا ہے تم خداوند تعالی کی داناترین مخلوق ہو اور اسنے جن چیزوں کو حلال و حرام قرار دیا ہے ان کے درمیان تم خوب تمیز کرسکتے ہوچنانچہ جو تم جانتے ہو اس پر اکتفاء کرو اور خدا نے جن چیزوں سے گریز کرنے کے لئے کہا تم ان سے اجتناب کرو_ (۱۳)

حضرت علی علیہ السلام کے خطبے کے بعد آپ کے دونوں فرزند دلبند حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین (علیہما السلام) نے بھی اس مسئلے کی اہمیت کو واضح و روشن کرنے کے غرض سے بصیرت افروز تقاریر کیں_

حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعض ارشادات عالیہ میں آیا ہے کہ معاویہ اور ان کے سپاہی تیار ہو چکے ہیں خیال رہے تم ہرگز کنارہ کشی نہ کرنا کیونکہ کنارہ کشی اور احساس کمتری دلوں کو ایک دوسرے سے جدا کردیتے ہیں نوک نیزہ کے سامنے سینہ سپر ہونا عزت شجاعت اور پاکدامنی کی علامات ہیں۔(۱۴)

امام مجتبی علیہ السلام نے عام خطبہ صادر کرنے کے علاوہ ان لوگوں سے بھی شخصاً ملاقات کی جن کا ارادہ جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا تھا چنانچہ انھیں سمجھا کر صف مجاہدین میں لے آئے۔(۱۵)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے تقریر کرنے کے علاوہ لوگوں کو راہ خدا میں جہاد کرنے کی ترغیب دلائي اور انھیں بعض آداب فن حرب و جنگ بھی سکھائے اور سب کو اتحاد و یگانگی کی دعوت دي۔(۱۶)

جب حضرت علی علیہ السلام اور ان کے دونوں فرزند ارجمند کی تقاریر اختتام پذیر ہوئیں تو اکثر و بیشتر لوگ نبرد آزمائي کیلئے آمادہ ہو چکے تھے لیکن عبداللہ بن مسعود کے ساتھی علیحدہ رہے چنانچہ وہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم جنگ میں آپ سے لاتعلق رہیں گے لیکن جب ہمیں جداگانہ طور پر جگہ مل جائے گی تو قریب آکر آپ اور شام کے لشکر کو دیکھیں گے اور دونوں میں سے جو بھی غیر مشروع مقصد کی جانب جائے گا یا جس کا ظلم و ستم ہمیں نظر آئے گا ہم اس کے خلاف جنگ کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان کے افکار و خیالات کی ستائشے کی اور فرمایا کہ دین میں اسی کا نام فہم و فراست ہے اوریہی سنت سے آگاہی و واقفیت ہے۔

عبداللہ کے دوسرے ساتھیوں نے جو چار سو افراد پر مشتمل تھے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کی فضیلت و برتری سے بخوبی واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم سب کو دشمن سے نبرد آزما ہونے کی آرزو ہے مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں اس جنگ کے بارے میں شک و تردد ہے ہماری

مرضی تو یہ ہے کہ آپ ؑ ہمیں اسلامی مملکت کی سرحدوں پر بھیجدیں تا کہ وہاں پہنچ کر ہم اسلام کا دفاع کر سکیں۔

حضرت علی ؑ نے انھیں ربیع بن خیثم کی فرمانداری میں علاقہ ری کی سرحد پر بھیجدیا۔ (۱۷)

قبیلہ "باہلہ" میں بھی ایسا گروہ موجود تھا جس کا حضرت علی ؑ کے مکتب فکر کی جانب کوئی خاص میلان نہ تھا چنانچہ حضرت علی ؑ کے فرمان کے بموجب وہ جنگ سے کنارہ کش ہوگیا کیونکہ ایسے لوگوں کی جہاد میں شرکت جن کا کوئی مقصد و ارادہ نہ ہو اور عقیدہ بھی ان کا سُست ہو تو وہ نہ صرف محاذ حق کو تقویت نہیں پہنچاتے بلکہ بسا اوقات دوسرے سپاہیوں کا حوصلہ پست کرنے کا سبب ہوتے ہیں اور ایسی صورت میں کہ وہ قید کرلئے جائیں تو بہت سے فوجی راز دشمن تک پہنچادیتے ہیں یا خود دشمن ہی انھیں یہ موقع فراہم کردیتا ہے کہ وہ اس کے لیئے اپنے وطن میں خدمات انجام دیں۔

شاید ان دلائل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حضرت علی ؑ نے انھیں اپنے پاس بلایا اور ان کی جو مزدوری یا تنخواہ ہو سکتی تھی وہ ادا کرنے کے بعد انھیں حکم دیا کہ "دیلم" کی جانب مہاجرت کر جائیں۔ (۱۸)

کمانڈروں کا تقرر

حضرت علی ؑ نے تمام بنیادی کام انجام دینے کے بعد لشکر کی روانگی کا فیصلہ کیا چنانچہ آپ کی فرمایش کے مطابق "حارث بن اعور" نے کوفہ میں اعلان کیا کہ تمام لشکر "نُخَیلَة" کی جانب روانہ ہوجائے اور شہر سے باہر خیمے بپا کرلے کوفہ کے حاکم شہر "مالک بن حبیب" کو اس کام پر مقرر کیا گیا کہ وہ سپاہ عسکر کے درمیان ہم آہنگی پیدا کریں اور انھیں لشکرگاہ کی جانب روانہ کرنے میں مدد کریں عقبہ بن عمرو انصاری حضرت علی ؑ کے جانشین کی حیثیت سے کوفہ میں ہی مقیم رہے۔

ان اقدامات کی تکمیل کے بعد امیر المومنین حضرت علی ؑ اپنے لشکر کے ہمراہ لشکرگاہ کی جانب

روانہ ہوئے_

جب سپاہی جمع ہوگئے تو حضرت علی علیہ السلام نے انھیں سات دستوں میں تقسیم کیا اور دستہ کا کمانڈر و سردار مقرر کیا_

۱_ قیس و عبدالقیس کے دستہ کا سدبن مسعود ثقفی کو_

۲_ تمیم، ضبہ، قریش، وبات کنانہ اور اَسَد کے دستہ پر معقل بن قیس یربوعی کو_

۳_ ازد بجیلہ خثعم، انصار اور خزاعہ کے دستہ پر مخنف ابن سلیم کو_

۴_ کندا، حضرت موت، قضاعہ اور مہرہ کے دستہ پر حجر بن عدی کو_

۵_ مذجح و اشعری قبائل کے دستوں پر زیاد بن نَضر کو_

٦_ ہمدان اور حمیر کے قبائل کے دستے پر سعد بن قیس ہمدانی کو_

۷_ طی کے قبائل دستہ پر عدی ابن حاتم کو(۱۹)

ابن عباس اور "ابوالاسود دُئلی" کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا چنانچہ اس شہر سے پانچ لشکروں پر مشتمل افواج اپنے اپنے فرمانداروں کی نگرانی میں روانہ ہوئیں اور نُخیلۃ میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئیں_(۲۰)

حضرت علی (ع نے فرمانداروں کو مقرر اور دستوں کو منظم کرنے کے بعد زیاد بن نَضر (دستہ مذجح اور اشعریوں کے فرماندار) اور شریح بن ہانی کو اپنے پاس بلایا اور ضروری تذکرات و ہدایات کے بعد انھیں بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ اگلی منزل کی جانب روانہ کیا اور حکم دیا کہ تمام واقعات کی اطلاعات اور خبریں آپ علیہ السلام کو پہنچائي جائيں _(۲۱)

صفین کی جانب روانگي

روانگی کے بعد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام بھی بدھ کے دن بتاریخ ۵ شوال ۳٦ھ اپنے لشکر عظیم کے ہمراہ جس کی تعداد (قراول لشکر) کے ساتھ نوے ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی(۲۲) نُخیلہ سے

صفین کی جانب روانہ ہوئے۔

راستے میں مختلف حادثات بھی پیش آئے جن میں سے یہاں صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جس وقت شہر "رقہ" میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں کے لوگوں سے فرمایا کہ دریا پر پل باندھیں تا کہ سپاہ آرام سے دریا پار کر سکے لیکن وہ لوگ چونکہ آپ کی حکومت کے مخالف تھے اسے لئے انہوں نے اس کام کو انجام دینے سے انکار کیا یہی نہیں بلکہ وہ جہاز جو وہاں اس وقت لنگر انداز تھے وہ انھیں بھی اپنے ساتھ لے گئے تا کہ لشکر اسلام کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور انھیں اپنے استعمال میں لائیں یہ کیفیت دیکھ کر حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عساکر کو حکم دیا کہ وہ پل منبج سے گذریں (جو لشکر گاہ سے نسبتاً دور تھا) اس اقدام کے بعد آپ علیہ السلام نے مالک اشتر کو وہیں قیام کرنے کا حکم دیا اور خود اس جانب روانہ ہوگئے۔

حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اہل رقہ نے جو سلوک کیا اس سے مالک اشتر خوش تو نہ تھے چنانچہ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم نے پل نہ باندھا اور حضرت علی علیہ السلام کو واپس نہ آنے دیا تو یں تم سب کو تہ و تیغ کردوں گا، تمہارے مال کو ضبط کرلوں گا اور زمین ویران کرڈالوں گا۔

یہ سن کر وہ لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ اشتر جو کہتے ہیں وہ کر گذرتے ہیں حضرت علی علیہ السلام نے انھیں یہاں اسی مقصد کے لئے رہنے کا حکم دیا ہے چنانچہ وہ فورا ہی پل باندھنے کیلئے تیار ہوگئے اور تھوڑے عرصے میں ہی انہوں نے دریا پر پل باندھ دیا اور لشکر اسلام اس پر سے گذر گیا[۲۳] جب لشکر اسلام فرات کے ساحل پر اتر گیا بض افراد نے یہ تجویز پیش کی کہ اتمام حجت کے طور پر معاویہ کو خط لکھا جائے اور اس کو یہ دعوت دی جائے کہ تم سے جو لغزشیں سرزد ہوئی ہیں وہ ان سے اَب باز رہے حضرت علی علیہ السلام نے ان کی اس تجویز کو قبول کرلیا اور کتنی ہی مرتبہ نصیحت آمیز خط لکھے۔

حضرت علی (ع) نے مذکورہ خط میں اس امر کی جانب بھی اشارہ فرمایا کہ (اے معاویہ) مقام خلافت کے لئے وہ شخص سب سے زیادہ سزاوار ہے جو دوسروں کے مقابل رسول خدا ﷺ کے سب سے زیادہ نزدیک ہو وہ کتاب خدا اور احکام اسلام کو دوسرں کی نسبت زیادہ بہتر سمجھتا ہو دین اسلام قبول کرنے میں وہ سب پر سبقت لے گیا ہو اور جس نے سب سے زیادہ اور بہتر طریقے پر جہاد کیا ہو میں تمھیں کتاب خدا و سنت رسول ﷺ کی جانب آنے اور امت مسلمہ کی خون ریزی سے اجتناب کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام کے خط کی جواب میں معاویہ نے صرف ایک ہی شعر لکھا اور اس میں اس نے تہدید آمیز رویہ اختیار کیا شعر کا مضمون یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جنگ اور شمشیر کے علاوہ کوئي اور چیز فیصلہ نہیں کر سکتي۔[۲۴]

شام میں بحرانی حالات کا اعلان

معاویہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ لشکر عراق کی روانگی شام کی جانب ہے تو وہ سمجھ گیا کہ اب کام نامہ و پیام سے گذر کر سنجیدہ صورت اختیار کر گیا ہے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ لوگ شہر کی مسجد میں جمع ہوں تقریبا ستر ہزار لوگ جمع ہوئے عثمان کے خون آلود پیراھن کو ہاتھ میں لیا معاویہ مسجد کے منبر پر گیا اور کہا: اے شام والو تم نے اس سے پہلے علی علیہ السلام کے معاملے میں مجھ پر اعتبار نہیں کیا لیکن اب سب پر یہ بات روشن ہوگئي ہے کہ عثمان کا قتل علی علیہ السلام کے علاوہ کسی نے نہیں کیا انہوں نے ہی عثمان کے قتل کا حکم صادر کیا اور ان کے قاتلوں کو پناہ دی اور آج انہی افراد پر مشتمل فوج انہوں نے تشکیل دی ہے اور تمہیں نیست و نابود کرنے کے لئے اب ان کا رخ شام کی جانب ہے۔[۲۵]

معاویہ کی جب ولولہ انگیز تقریر ختم ہوئي تو لوگ اس کے گرد ہر طرف سے جمع ہوگئے اور اس کے قول و بیان کی تائید کی اس نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے لوگوں کے گروہ

بنائے اور انھیں صفین کی جانب روانہ کیا اور ساتھ ہی اس نے شام میں غیر معمولی حالات کا اعلان کردیا اور وہاں کے عوام کو حکم دیا کہ محاذ جنگ پر روانہ ہوں_

معاویہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جب وہ شہر سے ایک منزل کے فاصلہ پر پہنچ جائے تو وہیں ٹھہر جائے اور اسے سلامی دے یہاں اس نے میمنہ، میسرہ اور مقدم لشکر کے فرماندار مقرر کیئے_

اس کے بعد لشکر وہاں سے روانہ ہوا اور اس سے قبل کہ حضرت علی علیہ السلام کے دستے صفین پہنچیں (۲۶) وہ وہاں پہنچ گیا اور ایسے وسیع میدان میں جہاں سے دریائے فرات کا پانی آسانی سے دستیاب ہوسکتا تھا اس نے اپنے خیمے لگائے (یہاں ساحل کے نزدیک دیگر مقامات بلندی پر واقع ہیں اسی لئے پانی تک رسائي آسانی سے نہیں ہوسکتي) لشکر شام کی سپاہ کی تعداد تقریبا پچاسی ہزار (۸۵) تھی (۲۷) معاویہ نے قراول لشکر کے فرماندار ابوالاعور سلمی کو چالیس ہزار سواروں کے ساتھ گھاٹ پر مقرر کردیا_ (۲۸)

پہلا مقابلہ

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے قراول لشکر کو جب یہ معلوم ہوا کہ معاویہ عظیم فوج کی ساتھ صفین کی جانب روانہ ہوگیا ہے تو انہوں نے اس خوف سے کہ کہیں دشمن کے نرغے میں نہ گھر جائیں انہوں نے "ہیت"نامی دریا کو پیچھے چھوڑدیا اور حضرت علی علیہ السلام سے جا ملے حضرت علی علیہ السلام کو جب قراول لشکر کے واپس آنے کی اطلاع ملی اور اس کی وجہ معلوم ہوئي تو آپ علیہ السلام نے فرماندار لشکر کی رائے و تدبیر کو قدر و منزلت کی نظر (۲۹) سے دیکھا_

اس کے بعد آپ نے اسی لشکر کو دوبارہ پیش پیش چلنے کیلئے روانہ کیا چنانچہ جب ان کا معاویہ کے قراول دستے سے سامنا ہوا تو انہوں نے اس کی اطلاع حضرت علی علیہ السلام کو دی اور دریافت کیا کہ اب انھیں کیا اقدام کرنا چاہیے؟ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت مالک اشتر کو ایک دستے کے ہمراہ ان کی مدد کے لئے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ جب غنیم کا لشکر سامنے آئے تو تم میری جانب سے سردار لشکر

کے فرائض انجام دینا مگر یہ یاد رہے کہ حملے کا آغاز تمہاری جانب سے نہ ہو جب دشمن بالکل ہی مقابل آجائے تو اتمام حجت کی طور پر تم اس سے گفتگو کرنا اور اس کی بات غور سے سننا تا کہ آغاز جنگ کا موجب کینہ عداوت نہ ہو اپنی سپاہ کے ساتھ زیاد کو میمنہ پر اور شریح کو میسرہ پر مقرر کرنا تم دشمن کے اس قدر نزدیک بھی نہ ہونا کہ وہ خیال کرے کہ تم جنگ کے شعلوں کو برافروختہ کرنا چاھتے ہو اور اس سے اس قدر دور بھی نہ رہنا کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ تم پر اس کا خوف طاری ہے حضرت علی علیہ السلام نے زیاد اور شریح کو خطوط بھی لکھے جن میں آپ نے یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ وہ مالک اشتر کی اطاعت کریں (۳۰) مالک انتہائی تندی و تیزی کے ساتھ روانہ ہوکر قراول دستے تک پہنچ گئے جب رات کی تاریکی سب طرف پھیل گئی تو معاویہ کے فرماندار لشکر ابوالاعور نے مالک اشتر پر شبخون مارا مگر سپاہ اسلام نے اس کی پوری پایمردی سے مقابلہ کیا اور ناچار اُسے پسپا ہونا پڑا۔

اگلے روز "ہاشم بن عتبہ" کا ابوالاعور سے مقابلہ ہوگیا پہلے تو دونوں فرمانداروں کے درمیان پیغامات کا سلسلہ جاری ہوا دونوں کے درمیان رنجش و تکرار بھی ہوئی مگر جیسے ہی دن ختم ہوا یہ پیام رسانی اور باہمی درگیری بھی ختم ہوگئی اگلے روز حضرت علی علیہ السلام بھی تشریف لے آئے اور معاویہ کے نزدیک ہی آپ علیہ السلام نے قیام فرمایا۔ (۳۱)

پانی پر بندش

حضرت علی علیہ السلام نے ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی ایسی مناسب جگہ مل جائے جہاں انھیں دریائے فرات تک رسائی ممکن ہوسکے مگر آپ علیہ السلام کو اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی وہاں تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ تھا جسے ابوالاعور نے چالیس ہزار سپاہی تعینات کرکے بند کردیا تھا اور وہ سپاہ اسلام کو اس جانب بڑھنے ہی نہیں دیتا تھا۔

سپاہ اسلام نے کچھ عرصہ تک اس کو برداشت کیا مگر جب پیاس کی شدت کا ان پر غلبہ ہوا تو انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ انھیں کیا کرنا چاہیے حضرت علی علیہ السلام نے صعصہ بن صوحان کو

معاویہ کے پاس اپنے پیغام کے ساتھ روانہ کیا جس میں آپ نے فرمایا کہ اب جس راہ پر میں نے قدم رکھ دیا ہے مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ باہمی مذاکرہ اور اتمام حجت کے بغیر جنگ کروں مگر تمہارے قراول لشکر نے میرے قراول دستے پر حملہ کرکے جنگ کا آغاز کردیا ہے اس نے دریا کے راستے کو بند کرکے جنگ و جدال میں پیشقدمی کی ہے اب تم اپنی سپاہ کو حکم دو کہ وہ دریائے فرات کے راستے سے ایک طرف ہوجائے تاکہ ہم جس مقصد کے لئے یہاں آئے ہیں اس پر گفتگو کی جاسکے مگر اس کے ساتھ ہی اگر تم اس بات کے حامی ہو کہ اصل مقصد کو برطرف کرکے پانی پر جنگ کرو تاکہ اس تک رسائي ہوجائے تو مجھے اس پر بھی عذر نہیں۔

معاویہ کو جب یہ پیغام ملا تو اس نے اس کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا ان میں سے بعض نے کہا کہ جس طرح انہوں نے عثمان پر پانی بند کردیا تھا تم بھی بند کرو تاکہ وہ لوگ بھی پیاس سے ہلاک ہوجائیں لیکن عمروعاص نے اس اقدام کو لا حاصل سمجھا اور کہا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تم تو سیر ہو کر پانی پیو اور علی علیہ السلام پیاسے رہ جائیں ... تم جانتے ہو کہ علی علیہ السلام کتنے دلاور اور بہادر انسان ہیں عراق و حجاز کے لوگ بھی انہی کے ساتھ ہیں جس روز ہم (حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر کی تلاشی لے رہے تھے تو ہم دونوں نے ہی علی علیہ السلام کی زبان سے یہ سنا تھا کہ اگر میرے ساتھ چالیس آدمی ہی ہوتے انقلاب برپا کردیتا۔(۳۲)

مگر اس کے ساتھ ہی معاویہ نے واضح طور پر حضرت علی علیہ السلام کے نمائندے کو جواب نہیں دیا بس اتنا کہا کہ میرا فیصلہ جلدی ہی آپ تک پہنچ جائے گا۔

"صعصہ" اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے پاس واپس آگئے اور پورے واقعے کی آپ علیہ السلام کو اطلاع دي۔

جب صعصہ واپس چلے گئے تو معاویہ نے اپنی سپاہ مزید ایک دستہ ابوالاعور کی مدد کے لئے روانہ کیا اور یہ تاکید کہ کہ علی علیہ السلام پر حسب سابق پانی بند رکھا جائے جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت علی علیہ السلام کو ہوئي تو آپ علیہ السلام نے جنگ کرنے کے لئے حکم دیا۔

اشعث بن قیس نے یہ تجویز پیش کی کہ اس مقصد کی بر آوری کا موقع انہیں دیا جائے جب حضرت علی علیہ السلام نے اس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تو ایک فوجی دستہ فرات کی جانب روانہ کیا گیا دونوں لشکروں کے درمیان سخت مقابلہ ہوا دونوں جانب سے فرماندارا ن لشکر نے تازہ دم سپاہی روانہ کئے اور آتش جنگ ہر لحظہ تیز تر ہوتی چلی گئي حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کو فتح ہوئي اس نے فرات کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

اس پر بعض فاتح سپاہیوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم بھی دشمن کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو اس نے ہمارے ساتھ روا رکھا تھا مگر جب حضرت علی علیہ السلام تک یہ بات پہنچی تو آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ جس قدر تمہیں ضرورت ہے وہاں سے پانی بھرلاؤ اور معاویہ کے سپاھیوں کو بھی پانی بھرنے دو کیونکہ خداوند تعالی نے تمہیں فتح و کامرانی عطا کی ہے اور ان کے ظلم و تجاوز کو تم سے دور کردیا ہے۔ [۳۳]

سوالات

۱_ حضرت علی علیہ السلام کی رائے میں معایہ بے عقل، بے پروا اور جاہ طلب انسان تھا مگر اس کے باوجود آپ نے کیوں خطوط لکھے اور اس کے خطوط کے کیوں جواب دیئے؟

۲_ معاویہ نے شام کے لوگوں کے علاوہ اسلامی حکومت کے کن علاقوں سے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا اور اس کے لئے اس نے کیا اقدامات کئے؟

۳_ حضرت علی علیہ السلام نے طائفہ باہلہ کے افراد کو اپنے لشکر سے علیحدہ کرکے انھیں دیلم کی جانب کیوں روانہ کردیا؟

۴_ جب معاویہ کو علم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کا لشکر صفین کی جانب روانہ ہے تو اس نے کیا اقدام کیا؟

۵_ معاویہ جب صفین پہنچ گیا تو اس نے سپاہ علی علیہ السلام کی شکست کے لئے کیا اقدامات کئے؟ اس کا مختصر حال بیان کیجئے اور اس اقدام پر حضرت علی علیہ السلام کا کیا رد عمل رہا اس کی کیفیت بھی لکھیئے؟

حوالہ جات

١_ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ جلد ۱٣٦/٦١' اس کے علاوہ خود امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام انہی اقوال میں فرماتے ہیں اس سے زیادہ میرے لئے اور کیا باعث تردد ہوگا کہ میرا موازنہ ان لوگوں سے کیا جارہا ہے در حالیکہ میں عثمان' طلحہ' زبیر' سعد اور عبدالرحمن کے ہم پلہ نہیں شرح ابن ابی الحدیدج ١٨٣/١ الدہر انزلنی حتی قیل معاویۃ و علی (زمانے نے مجھے اس قدر گرا دیا ہے کہ میرا اور معاویہ کا نام ساتھ لیا جاتا ہے)

٢_ عمر ابن خطاب نے معاویہ کو "کسرائے عرب" کا لقب دیا تھا اور شورائے خلافت کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ خبردار اگر تم ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کروگے تو معاویہ شام سے اٹھے گا اور تمہیں مغلوب کرلے گا_

٣_ بطور مثال حضرت علی علیہ السلام پر حسد کا اتہام لگایا گیا اس کا جواب دیتے ہوئے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا... بالفرض اس الزام میں اگر کوئي صداقت ہے تو ایسا کوئي جرم نہیں جو تم پر بھی عاید ہوا اور میں اس کے لئے عذر خواہی کروں بقول شاعر اگرچہ ننگ ہے مگر اس کی گرد تمہارے دامن کو نہ پکڑے گی (نہج البلاغہ مکتوب ٢٨) معاویہ کے خطوط اور حضرت علی علیہ السلام کے جوابات کے لئے بیشتر اطلاع کے لئے ملاحظہ ہو شرح ابن ابین الحدیدج ١٨٣/١٥

٤_ وقعہ صفین ٦٣ ، ٦٢' شرح ابن ابی الحدید ١٠٩/٣

٥_ ان خطوط کے جوابات کا مطالعہ کرنے کے لئے ملاحظہ ہو کتاب" وقعۃ صفین" صفات ٦٣' ٧١' ٧٢' ٧٥' اور ٧٦،

٦_ وقعہ صفین /٦٣/٦٥

٧_ وقعہ صفین ٦٨

٨_ وقعہ صفین ٩٢

٩_ وقعہ صفین ٩٣

٠_ وقعہ صفین ٩٤

١١_ وقعہ صفین ٩٤' چونکہ اس کے قاتلین کی تشخیص نہ کی جاسکی اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے اس کا خون بہا بیت المال سے ادا کیا_

۱۲_ ان خطوط کے متون کا مطالعہ کرنے کے لئے کتاب وقعہ صفین کے صفحات ۱۰۴،۱۰۸ملاحظہ ہو_

۱۳_ وقعہ صفین ۱۱۳

۱۴_ وقعہ صفین ۱۱۳

۱۵_ وقعہ صفین ۷_۶

۱۶_ وقعہ صفین ۱۱۶

۱۷_ وقہ صفین ۱۱۵

۱۸_ وقعہ صفین ۱۱۶

۱۹_ وقعہ صفین ۱۲۱

۲۰_ وقعہ صفین ۱۱۷

۲۱_ وقعہ صفین ۱۲۲، ۱۲۱

۲۲_ مروج الذہب ج ۲/ ۳۷۵' سپاہ کی تعداد ایک لاکھ اور ایک لاکھ پچاس ہزار بھی بتائی گئي ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو وقعہ صفین ۱۵۶' اور اعیان الشیعہ ج ۱/ ۴۷۸ (دس جلدي)

۲۳_ رقہ، فرات کے کنارے پر واقع جزیرہ کا ایک شہر ہے اس کا حرّان تک فاصلہ تین دن کا ہے (معجم البلدان ج ۳)

۲۳_ وقعہ صفین ۱۵۲، ۱۵۱' یعقوبی ج ۲/ ۱۸۷، کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۸۱

۲۵_ وقعہ صفین ۱۴۹، ۱۵۱' لیس بینی و بین قیس عتاب غیر طعن الکلی و ضرب الرقاب

۲۶_ وقعہ صفین ۱۲۷

۲۷_ صفین رومی عہد حکومت کے زمانے کا ایک ویران قریہ تھا اس کے اور فرات کے درمیان ایک تیر کی دوری کا فاصلہ تھا صفین کے سامنے ساحل کے نزدیک دو فرسخ کے رقبے میں بانسوں کا گھنا جنگل تھا جس کے درمیان پختہ راستہ ساحل فرات تک بنا ہوا تھا اور اسی کے ذریعے پانی وہاں سے لایا جاتا تھا (اخبار الطوال/ ۱۶۷)

۲۸و۲۹_ مروج الذہب ج ۱/ ۳۷۵' جس طرح حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں سپاہ کی تعداد میں اختلاف تھا معاویہ کے لشکر کے بارے میں مورخین متفق الرائے نہیں ہیں_

۳۰_ کامل ابن اثیر ج/ ۲۸۲' وقعہ صفین ۱۵۲

۳۱_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۸۲' وقعہ صفین ۱۵۲

۳۲و۳۳_ وقعہ صفین ۱۵۵_ ۱۵۴

۳۴_ وقعہ صفین ۱۶۳

۳۵_ کامل ابن اثیر ۳/ ۲۸۵_ ۲۸۲' وقعہ صفین /۱۶۷و ۱۶۰' مروج الذہب ج ۲/ ۳۷۵' تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۷

دسواں سبق

قاسطین (جنگ صفین)۲

نمایندگان کی روانگي

دوبارہ وفود کی روانگي

معاویہ کے نمائندے

دغہ بازی کمزور حربہ

فیصلہ کن جنگ

عام جنگ

قرآن کی طرف دعوت

معاویہ کہاں ہے؟

حضرت علی علیہ السلام میدان کارزار میں

دوستوں کی حمایت و مدد

سوالات

حوالہ جات

نمائندگان کی روانگي

جب اس راستے پر قبض ہوگیا جو لب دریا تک جاتا تھا تو حضرت علی ؑ نے دو روز تک توقف فرمایا اس کے بعد آپ ؑ نے اپنی سپاہ کے سرداروں میں سے بشیر بن عمرو، سعید بن قیس اور شبث بن ربعی کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا کہ تم ان کے پاس جاؤں اور انہیں اطاعت خدا، میرے ہاتھ پر بیعت نیز جماعت کی طرف آنے کی دعوت دو۔[۱]

حضرت علی (ع کے نمائندے ماہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو معاویہ کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ مذاکرات شروع کئے سب سے پہلے بشیر نے کہا کہ: اے معاویہ دنیا ختم ہوا چاہتی ہے اور آخرت تم پر آشکار ہونے لگی ہے۔ خداوند تعالی تجھے تیرے اعمال کی جزاء دے۔ اب تو امت کے درمیان تفرقہ اندازی اور خون ریزی سے باز رہو معاویہ نے ان کی گفتگو کو درمیان میں ہی قطع کردیا اور کہا کہ: یہی مشورہ تم نے اپنے آقا کو کیوں نہیں دیا؟ بشیر نے جواب دیا کہ وہ تمہارے جیسے نہیں ہیں وہ دین، فضیلت، اسلام میں سابقہ زندگی اور رسولخدا ﷺ کے ساتھ قرابت داری کے اعتبار سے اور اس امر و قصد کیلئے بہترین اور اہل ترین فرد ہیں۔

اس کہ بعد شبث نے گفتگو شروع کی معاویہ نے جب اس کی مدلل گفتگو سنی تو وہ حیران رہ گیا اور جب کوئي جواب بن نہ پڑا تو طیش میں اس کی زبان سے کچھ ناشایستہ الفاظ نکل گئے۔ اس نے حضرت علی ؑ کے نمائندوں سے کہا کہ یہاں سے اٹھو اور چلے جاؤ۔ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ اب تلوار ہی کرے گي۔ اس پر شبث نے کہا کہ تم ہمیں تلوار سے ڈرا رہے ہو خدا کی قسم ہم جلدی ہی تمہیں گرداب بلا میں گرفتار دیکھیں گے۔ یہ کہہ کر یہ نمائندے وہاں سے اٹھ گئے اور حضرت علی ؑ کے پاس چلے آئے[۲]۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ وہ چند دستوں میں تقسیم ہوجائے اور باری باری اپنے ان حریفوں اور ہم پلہ قبائل کے ساتھ جو معاویہ کی سپاہ میں ہیں نبرد آزما ہوں اور اس طرح طرفین نے ماہ ذی الحجہ کو جنگ و نبرد میں گذارا دیا_ (۳)

دوبارہ وفود کی روانگی

ماہ محرم کی آمد جنگ و جدال کو روکنے کا ایک عمدہ بہانہ تھا_ اور فریقین میں اس امر پر معاہدہ ہوگیا کہ ماہ محرم کے آخر تک جنگ نہ کی جائے_ حضرت علی علیہ السلام نے اس وقت کو صلح پسندانہ اقدامات کے لئے بہترین موقع جانا_ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس مقصد کے تحت ایک وفد جو عدی بن حاتم، یزید بن قیس، شبث بن ربعی اور زیاد بن خَصَفَہ پر مشتمل تھا معاویہ کے پاس بھیجا_

ہر نمائندے نے جو لازم سمجھا وہ کہا_ لیکن معاویہ کی منطق ہمیشہ کی طرح اب بھی وہی تھی اس نے پہلے کی طرح اب بھی یہی کہا کہ: میں جنگ سے دست بردار نہیں ہوسکتا میرے اور علی علیہ السلام کے درمیان صرف تلوار ہی فیصلہ کر سکتی ہے_ اس ضمن میں اس نے مزید کہا کہ: تم ہمیں کیوں اس جماعت کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دے رہے ہو_ خلافت کے اصل حقدار ہم ہیں نہ کہ تمہارا پیشوا کیونکہ تمہارے پیشوا نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے_ ہماری منظم جماعت کو منتشر کردیا ہے_ اس گفتگو کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے نمائندے کوئی نتیجہ حاصل کئے بغیر واپس آگئے_ (۴)

معاویہ کے نمائندے

معاویہ نے بھی ایک وفد جو حبیب بن مسلمہ، شرجیل اور معن بن یزید پر مشتمل تھا حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا_ انہوں نے گفتگو کا آغاز عثمان کے قتل سے کیا اور کہا کہ: اگر تم صادق ہو اور تم نے عثمان کو قتل نہیں کیا تو ان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کرو اس کے بعد خلافت سے دست

بردار ہوجاؤ اور مسئلہ خلافت کو رائے عامہ پر چھوڑ دو تا کہ لوگ باہمی مشورے اور اتفاق رائے سے جسے چاہیں اپنا خلیفہ منتخب کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس سے سخت برتاؤ کے ضمن میں شائستگی سے مذکورہ مسائل کی تردید کی اور قتل عثمان، اپنی بیعت اور بنی امیہ خصوصا معاویہ کی پہلی زندگی اور حق سے ان کی عداوت کو بیان فرمایا۔ معاویہ کے نمائندوں کے پاس چونکہ امام علیہ السلام کی باتوں کا کوئي جواب نہیں تھا اسلئے وہ اٹھکر چلے گئے۔ (۵)

دغہ بازی کمزور کا حربہ

معاویہ کے لشکر کا سپاہ اسلام کے ساتھ پہلا معرکہ پانی پر ہوا اور اس کے لشکر کو شکست ہوئي اس شکست اور اس طرز گفتگو سے جو امیرالمومنین علیہ السلام سے براہ راست نیز آپ علیہ السلام کے نمائندگان کے ذریعے ہوئي اس نے سپاہ اسلام کی قوت، ان کے جذبہ ایثار اور فوج کے بعض سردار و کمانڈروں کی مددگاری کا اندازہ لگایا اور جان لیا کہ جو لوگ ایمان و عقیدت سے سرشار ہوکر جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اگر بالفرض ان کے ساتھ جنگ ہوئي بھی تو پنجہ کشی کرکے سنگین خسارے کے باوجود نصرت و فتح حاصل نہیں کی جاسکتي۔ بالخصوص ان حالات میں جب کہ ان کے چاروں طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ کے بعض سرداروں سے ملاقات کی جائے اور انھیں لالچ کے ذریعے شوق و ترغیب ولاکر نیز سپاہ کے درمیان شک و شبہ پیدا کرکے ان میں تفرقہ پیدا کیا جائے تاکہ اس کے باعث عساکر اسلام میں کمزوری و ناتوانی پیدا ہوجائے اور بالآخرہ شکست و پسپائي سے دوچار ہوں۔

اس راہ میں انہوں نے جو عملی تدابیر اختیار کیں ہم ان کے یہاں چند نمونے پیش کریں گے۔

لشکر کے سرداروں سے ملاقات

حضرت علی علیہ السلام کا وفد جب معاویہ سے رخصت ہو کر چلا گیا تو اس نے اس وفد کے ایک رکن زیاد بن خَصَفَہ سے دوبارہ ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کي۔چنانچہ حضرت علی علیہ السلام سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اس نے زیاد سے کہا کہ وہ اپنے قبیلے کے ہمراہ اس کام میں میری مدد کرے اور ان سے یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو شہر بصرہ یا کوفہ کی حکومت اس کو دے دی جائے گی۔

لیکن معاویہ کو اس سے مدد و تعاون میں مایوسی ہوئي تو اس نے عمروعاص سے کہا کہ ہم علی علیہ السلام کے لشکر کے سرداروں میں سے جس کے ساتھ بھی گفتگو کرتے ہیں وہ ہمیں اطمینان بخش لگتا ہے وہ سب دل سے باہمی طور پر متحد ہیں (۶)۔

۲۔ قاریوں، زاہدوں کی جماعت سے ملاقات

معاویہ جب حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے سرداروں اور فرمانداروں کو فریفتہ کرنے میں ناامید ہوگیا تو اس نے ان قاریوں اور زہد فروشوں کی جانب توجہ کی جن کی ظاہری زندگی ہی اسلام سے متاثر ہوئي تھي۔

شام اور عراق کی سپاہ میں دونوں لشکروں کے درمیان تیس ہزار سے زیادہ قاری قرآن موجود تھے یہ قاری دونوں لشکروں کی صفوں سے نکل کر باہر آگئے اور انہوں نے علیحدہ جگہ پر اپنے خیمے نصب کئے اور یہ فیصلہ کیا کہ فریقین کے درمیان ثالث کے فرائض انجام دیں۔

اس مقصد کے پیش نظر ان کے نمائندے دونوں سپاہ کے فرمانداروں سے ملاقات کرنے کی غرض سے گئے اور ہر ایک نے اپنے نظریات دوسرے کے سامنے بیان کیئے ان کی طرز گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان پر معاویہ کی جادو بیانی کا اثر ہوگیا ہے۔

جب یہ جماعت حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئي تو آپ علیہ السلام نے انھیں آگاہ کیا کہ وہ کسی کی پر فریب گفتگو سے متاثر نہ ہوں۔ اور فرمایا کہ: اس بات کا خیال رہے کہ معاویہ کہیں دین کے

معاملے میں تمہاری جانوں کو مفتون و فریفتہ نہ کرلے۔ (۷)
لیکن ابھی کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ انہی لوگوں کی کثیر تعداد اشعث اورچند دیگر افراد کی سرکردگی میں معاویہ کی جادو و بیانی پر فریفتہ ہوگئے اور جنگ کے معاملے میں انہوں نے عہد شکنی کی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے خلاف صف بستہ ہوگئے چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے مجبورا معاویہ کی جانب سے مسلط کردہ شرط جنگ بندی کو قبول کرلیا۔

۳۔ سپاہ کے درمیان خلل اندازي

معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ کے دلوں میں تذبذب و تزلزل پیدا کرنے اور ذہنوں پر خوف و ہراس طاری کرنے کی غرض سے اس دوران جب کہ فریقین کے درمیان جنگ جاری تھی حکم دیا کہ خط لکھا جائے جسے تیر پر باندھ کر حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں پھینک دیا گیا۔
اس خط کا مضمون یہ تھا کہ: خدا کے ایک خیر اندیش بندے کی طرف سے لشکر عراق کو پیغام۔ آگاہ کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے تم پر دریائے فرات کا کنارہ کھول دیا ہے وہ چاہتا ہے کہ تمام لشکر عراق کو اس میں غرق کردے۔ جس قدر ممکن ہوسکے فرار کرجاؤ۔
اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے یہ خط اٹھالیا اورپڑھ کر دوسرے کو دے دیا۔ اور اسطرح یہ خط دست بدست ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ گیا چنانچہ جس شخص نے بھی یہ خط پڑھا لکھنے والے کو خیر اندیش ہی سمجھا۔
معاویہ نے اس اقدام کے بعد دو سو آدمیوں کو بیلچے اور کدالیں دے کر اس پشتے کی جانب روانہ کردیا جو دریائے فرات پر بنا ہوا تھا اور ان سے کہا کہ تم اپنے کام پر لگ جاؤ۔
حضرت علی علیہ السلام کو جب اس خط کے بارے میں علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ: معاویہ کا یہ اقدام عملی نہیں وہ چاھتا ہے کہ اپنی سازش سے تمہیں پسپائي کیلئے مجبور کرے اور تمہارے درمیان آشفتگی و سراسیمگی پیدا کردے اس پر سپاہیوں نے جواب دیا کہ ہم کیسے اس بات پر یقین نہ کریں۔ ہم دیکھ ہی رہے ہیں کہ ان کے مزدور نہر کھودنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ہم تو یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ یہ آپکی مرضی ہے کہ آپ بھی چلیں یا یہیں قیام کریں چنانچہ اس فیصلے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے سپاہی پیچھے ہٹنے لگے اور لشکر سے دور جا کر انہوں نے پڑاؤ کیا۔ جس جگہ سے حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ نے کوچ کیا تھا اس پر معاویہ کی سپاہ نے قدم جمادیئے)۔

فیصلہ کن جنگ

ماہ محرم کے ختم ہوتے ہی مذاکرات کا بھی خاتمہ ہوگیا اور فریقین جنگ کیلئے تیار ہو گئے امیرالمومنین فرماتے ہیں: میں نے تمہیں مہلت دی کہ شاید تم حق کی طرف واپس آجاؤں کلام اللہ کے ذریعے تمہارے لئے حجت و دلیل پیش کی لیکن تم شورش و سرکشی سے باز نہ آئے۔ تم نے دعودت حق سے روگردانی کي۔ اس لئے اب تم جنگ و جدال کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ خداوند تعالی خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا۔

اس کے بعد آپ نے لشکروں کی صفوں کو منظم کیا معاویہ نے بھی اپنی سپاہ کو آرستہ کیا۔ (۹)

امیرالمومنین نے اپنی سپاہ کو مرتب کرتے ہوئے فرمایا کہ: جب تک دشمن پیشقدمی نہ کرے تم جنگ شروع نہ کرنا کیونکہ تمہارے پاس حجت و دلیل موجود ہے ان کا جنگ شروع کرنا تمہارے لئے دوسری حجت و دلیل ہے جب انہیں شکست دے چکو تو فرار کرنے والوں کو قتل نہ کرنا۔ زخمیوں پر حملہ آور نہ ہونا، برہنہ نہ کرنا مردہ لوگوں کے ناک، کان نہ کاٹنا جس وقت تم ان پر غالب آجاؤ تو تم ان کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک میں اجازت نہ دوں اس مال کے علاوہ جو میدان جنگ میں رہ گیا ہے تم انکی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا اگرچہ عورتیں تمہیں، تمہارے سرداروں اور تمہارے نیک بزرگوں کو ناشائستہ الفاظ سے یاد کر رہی ہیں مگر تم انہیں تکلیف نہ پہنچانا کیونکہ وہ جسمانی طور پر کمزور اور عقل کے اعتبار سے ناقص ہیں۔ (۱۰)

سپاہ کو مرتب کرنے کے بعد آپ علیہ السلام نے مالک اشتر کو کوفہ سے سواروں کا اور سھل بن حنیف کو

بصرہ کے دستہ کا فرماندار مقرر کیا_ کوفہ کی پیادہ فوج کی فرمانداری عمار یاسر کو تفویض کی گئي اور بصرہ کی پیادہ فوج کا فرماندار قیس بن سعد کو مقرر کیا کوفہ و بصرہ کے قاریوں کو آپ علیہ السلام نے "مسعر بن فدکی" کی تحویل میں دیا اور پرچم ہاشم مرقال ک سپرد کیا_[11]

یکم صفرہ ۳۷ھ دونوں فوجوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی کوفہ کی فوج نے مالک کی کمانڈری اور شام کی فوج نے حبیب بن مسلمہ کی کمانڈری میں شدید جنگ کا آغاز کیا یہ معرکہ ظہر تک جاری رہا_

اگلے دین ہاشم مرقال میدان میں اترے اور شام کے اس لشکر کے ساتھ جو ابوالاعور کی زیر فرمانداری میدان جنگ میں آیا تھا نبرد آزمائي کی اور شامیوں کے ساتھ سخت جنگ کے بعد وہ واپس اپنی لشکر گاہ میں آئے_

تیسرے روز عمار یاسر مہاجر و انصار بدریوں کے ساتھ میدان جنگ میں اترے اور عمرو عاص سے مقابلہ کیا عمار نے اپنی سپاہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: کیا تم ان دشمنوں کو دیکھنا چاہتے ہو جنہوں نے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف جنگ کی اور دشمنوں کو مدد پہنچائي خداوند تعالی کو چونکہ اپنا دین عزیز تھا اسی لئے اس نے اسے کامیابی عطا کی اور بالاخر اس دشمن نے خوف کی وجہ سے اپنا سر اسلام کے سامنے خم کردیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رحلت کے بعد اس دشمن کی مسلمانوں کے خلاف دشمنی و عداوت آشکارا ہوگئي_ مسلمانو تم دشمن کے لشکر سے جنگ کرو کیونکہ انکے سردار ان لوگوں میں سے ہیں جو نور الہی کو خاموش کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں_

اس کے بعد انہوں نے پیادہ فوج کے فرماندار زیاد بن نَضر کو حکم دیا کہ حملہ کریں اور خود بھی حملہ آور ہوئے اور عمرو عاص کو پسپا کردیا_

چوتھے دن حضرت علی علیہ السلام کے فرزند محمد حنفیہ میدان جنگ میں گئے اور عبیداللہ بن عمر سے جنگ کی_ دونوں جانب سے مقابلہ سخت رہا_ بالاخرہ عبیداللہ نے محمد حنفیہ کو جنگی کشتی کی دعوت دی محمد حنفیہ نے پیشقدمی کی مگر حضرت علی علیہ السلام نے منع کردیا اور خود ان کی جگہ کشتی گیری کیلئے تشریف لے گئے_ مگر

عبیداللہ بن عمر اس کے لئے تیار نہ ہوا۔

پانچویں دن عبداللہ بن عباس کا "ولیدبن عقبہ" سے مقابلہ ہوا سخت نبرد آزمائي کے بعد انہوں نے ولیدبن عقبہ کو جنگی کشتی کی دعوت دی مگر اس کے دل پر خوف طاری ہوگیا اور بالاخر لشکر اسلام فتح و کامرانی کے ساتھ واپس آیا۔[۱۲]

چھٹے دن قیس بن سعد اور "ذی الکلاع" کے درمیان سخت معرکہ ہوا سخت نبرد آزمائي کے بعد واپس آیا۔

ساتویں دن مالک اشتر کا اپنے سابقہ رقیب سے مقابلہ ہوا اورظہر کے وقت لشکر گا واپس آئے۔

عام جنگ

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کہ جنگ کو ایک ہفتہ ہوگیا ہے اگرچہ دونوں طرف سے بہت سے سپاہی قتل کئے جا چکے ہیں مگر اس کے باوجود لشکر اسلام کو فتح نصیب نہیں ہو رہی ہے اسی لئے آپ نے عام حملے کا حکم دیا اور فرمایا کہ: ہم کیوں اپنی پوری فوجی طاقت کو حریف کے خلاف جنگ میں بروئے کار نہ لائیں؟

اسی لئے آپ نے ۸ صفر شب چہارشنبہ (بدھ کی رات) اپنی سپاہ کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ: جان لو کہ کل تمہیں دشمن کے روبرو ہونا ہے اس لئے تمام رات عبادت میں گزارو اور قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرو خداوند تعالی سے دعا کرو کہ ہمیں صبر و نصرت عطا فرمائے دشمن کے مقابل مکمل پایداری، ثابت قدمی سے آنا اورپوری جد و جہد و استواری سے اس کا مقابلہ کرنا اور ہمیشہ راستگو رہنا۔

حضرت علی علیہ السلام کی جیسے ہی تقریر ختم ہوئي آپ علیہ السلام کی سپاہ نے اپنے اسلحہ اور تلوار نیزہ و زوبین و غیرہ کو سنبھالا اور اسے جلا دینی شروع کی۔ حضرت علی علیہ السلام صبح کے وقت تک اپنے لشکر کو آراستہ کرتے

رہے۔ آپ کے حکم کے مطابق منادی کے ذریعے دشمن کو اعلان جنگ سنایا اور کہا کہ: اے شامیو کل صبح تم سے میدان کارزار میں ملاقات ہوگی۔ (۱۳)

منادی کی آواز جب دشمن کے کانوں میں پہنچی تو اس کی صفوں میں کہرام مچ گیا سب نے بیم و ترس کی حالت میں معاویہ کی جانب رخ کیا اس نے تمام سرداروں اور فرمانداروں کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنی فوجوں کو تیار کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب اپنے لشکر کو آراستہ کر لیا تو آپ علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور سپاہ میں جوش و خروش پیدا کرنے کیلئے ان کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ: اے لوگو خداوند تعالی نے تمہیں اس تجارت کی جانب آنے کی دعوت دی ہے جس میں عذاب سے نجات دلائي جائے گی اور خیر و فلاح کی جانب بلایا ہے۔ یہ تجارت خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر ایمان اور راہ خدا میں جہاد ہے۔ اس کا معاوضہ تمہیں یہ ملے گا کہ تمہارے گناہ بخش دئے جائیں گے اور خُلد بریں میں تمہیں رہنے کیلئے پاکیزہ مکان ملیں گے اور اس کا انتہائي اجر یہ ہے کہ تمہیں خدا کی رضا نصیب ہوگی جو ہر اجر سے کہیں عظیم ہے۔ قرآن کا خدا کے محبوب بندوں سے ارشاد ہے کہ: خداوند تعالی ان مجاہدین حق کو دوست و عزیز رکھتا ہے جو محکم دیوار کی طرح دشمن کے مقابل آجاتے ہیں اور اس سے جنگ و جدال کرتے ہیں (۱۴)۔ اپنی صفوں کو سیسہ پلائي ہوئي بنیادوں کی طرح محکم کرلو اور ایک دوسرے کے دوش بدوش رہو۔ زرہ پوش سپاہ پیشاپیش رہیں اور جن کے پاس زرہ نہیں انہیں زرہ پوش سپاہ کے عقب میں رکھا جائے اپنے دانت بھینچے رکھو کیونکہ اس کے باعث شمشیر کی ضرب سے کاسہ سر محفوظ رہتا ہے۔ اس سے قلب کو تقویت اور دل کو آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ اپنی آوازوں کو خاموش رکھو اس لئے کہ اس کی وجہ سے سستی و شکست سے نجات ملتی ہے اورچہرہ پر متانت و وقار کی کیفیت پیدا ہوتی ہے... اپنے پرچموں کو یکجا رکھو اور انہیں با حمیت دلاوروں کے سپرد کرو جو لوگ مصائب و مشکلات میں صبر کرتے ہیں اور پرچم پر مسلط رہتے ہیں۔ وہ اس کی ہر طرف سے حفاظت میں کوشاں رہتے ہیں۔ (۱۵)

حضرت علی (ع)کا خطبہ ختم ہونے کے بعد آپ کے اصحاب میں سے بھی ہر شخص نے اپنے قبیلے کے لشکر میں جوش و خروش پیدا کرنے کی خاطر تقریر کی _ انہی مقررین میں سعید بن قیس بھی شامل تھے چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان سے اٹھے پہلے تو انہوں نے حضرت علی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب کی قدر و منزلت کا ذکر کیا اس کے بعد انہوں نے معاویہ کا تعارف کرایا _[۱۶] اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے دوستوں کو جنگ کرنے کیلئے ترغیب دلائی _

فریقین کے لشکر چونکہ جنگ کیلئے آمادہ تھے اس لئے بدھ کے دن سخت معرکہ ہوا _ رات کے وقت دونوں لشکر بغیر فتح و نصرت واپس اپنے خیموں میں آگئے[۱۷] _

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے جمعرات کی صبح نماز فجر جلدی پڑھ لی سپاہ سے خطاب کرنے اور جنگ کی ترغیب دلانے کے بعد آپ علیہ السلام نے گھوڑا طلب فرمایا[۱۸] اس پر سوار ہونے کے بعد آپ قبلہ رخ کھڑے ہوگئے انکے دونوں ہاتھ آسمانکی طرف تھے اور خداوند تعالی سے یوں راز و نیاز کر رہے تھے: خداوندا یہ قدم تیری راہ میں بڑھ رہے ہیں بدن خستہ و ناتواں ہیں دلوں پر لرزہ و وحشت طاری ہے اور یہ ہاتھ تیری بارگاہ میں اٹھے ہوئے ہیں اور آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہیں اس کے بعد آپ نے ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے (اے رب ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے _[۱۹]

آخر میں آپ نے سپاہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سیرو علی برکۃ اللہ ([۲۰] آگے بڑھو خدا تمہاری پشت وپناہ ہے)_

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے نبرد آزما ہونے سے قبل شام کے ہر قبیلے کا نام دریافت فرمایا اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنی سپاہ کے قبائل کو حکم دیا کہ تم میں سے ہر سپاہی اپنے ہم نام اور ہم پلہ و شان قبیلے کے ہراس شخص سے جنگ کرے جو دشمن کی صفوں میں شامل ہے[۲۱]_

سپاہ اسلام کی علامت وہ سفید رنگ کا کپڑا تھا جو انہوں نے اپنے سروں اور بازووں پر باندھ رکھتا تھا _ اور ان کا نعرہ یااللہ، یا احد ، یا صمد، یا رب محمد یا رحمت اور یا رحیم تھا_

اس کے برعکس معاویہ کی سپاہ کا نشان زرد پٹی تھی جسے انہوں نے بھی اپنے سروں اور بازووں پر باندھ رکھا تھا_ اور ان کا نعرہ یہ تھا نحن عباداللہ حقا حقا یا لثارات عثمان(۲۲)

قرآن کی طرف دعوت

اس سے قبل کہ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے عمروعاص کا مکر و فریب ظاہر ہو آپ علیہ السلام نے اپنی جمعیت کو بیدار کرنے اور دشمن پر اتمام حجت کی خاطر اس وقت بھی جب کہ آپ علیہ السلام نے اپنی فوج میں ذرہ برابر زبونی و ناتوانی محسوس نہیں کی، یہ تجویز پیش کی اور فرمایا کہ: کوئي شخص قرآن شریف اپنے ہاتھ میں اٹھالے اور دشمن کے نزدیک پہنچ کر اسے قرآن کی طرف آنے کی دعوت دے ایک شخص جس کا نام "سعید" تھا اٹھا اور اس نے سپاہ دشمن کی جانب جانے کا اظہار کیا حضرت علی علیہ السلام نے دوبارہ اپنی اس تجویز کو زبان مبارک سے ادا کیا اسی نوجوان نے آپ علیہ السلام کی اس تجویز پر لبیک کہا کیونکہ اکثر و بیشتر افراد کا خیال تھا جو شخص بھی اس راہ میں پیشقدمی کرے گا اس کا مارا جانا یقینی ہے_

حضرت "سعید" نے قرآن مجید ہاتھ میں لیا اور سپاہ دشمن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: اے لوگو شورش و سرکشی سے باز آؤ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام قرآنی حکومت اور عدل الہی کی دعوت دے رہے ہیں سیدھا راستہ اختیار کرو سیدھا راستہ وہی ہے جو مہاجرین و انصار نے اختیار کیا لیکن اہل شام نے اس کو اپنے نیزوں اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا_(۲۳)

معاویہ کہاں ہے؟

فریقین کے لشکر کے درمیان جنگ جیسے جیسے شدید تر ہوتی جاتی تھي، مالک اشتر، عمار اور عبداللہ بدیل جیسے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے یار و مددگار شیر کی طرح غراتے اور دشمن پر حملہ آور ہوتے حضرت علی علیہ السلام بھی میدان کارزار میں داخل ہوئے دشمن کی سپاہ نے جیسے ہی آپ علیہ السلام کو دیکھا اس

پر خوف وہراس طاری ہوگیا بعض قبائل کو تو اپنی جان کے لالے پڑگئے اور یہ فکر ستانے لگی کہ کس طرح نجات پائیں چنانچہ قبیلہ خثعم کے سردار عبداللہ خنش نے خثعم قبیلہ عراق کے سرگروہ کعب سے پیغام کے ذریعے یہ درخواست کی کہ صلہ رحم کی خاطر اور ایک دوسرے کے حقوق کا پاس کرتے ہوئے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرلے لیکن مخالفت سے دوچار ہوا۔[۲۴]

اسی اثناء میں سپاہ اسلام کے فرماندار میمنہ عبداللہ بدیل جو بہت ہی شجاع و دلیر شخص اور دو زرہ پہن کر جنگ کرتے تھے دونوں ہاتھوں میں تلواریں لئے دشمن کی سپاہ کے میسرہ کی جانب بڑھے اور اسے چیرتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچ گئے جو معاویہ کے فدائی کہلاتے تھے یہ لوگ معاویہ کے ایسے جانثار و با وفا دوست تھے جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے اس کی حفاظت کرتے رہیں گے معاویہ نے ان فدائیوں کو حکم دیا کہ عبداللہ کے بمقابل آجائیں اور خفیہ طور پر اسے اپنے میسرہ کے فرماندار حبیب بن مسلمہ سے کہا کہ وہ ابن بدیل کو آگے بڑھنے سے روکے لیکن وہ آگے بڑھتے ہی گئے معاویہ نے ناچار مصلحت اس امر میں سمجھی کہ اپنی جگہ بدل دے اور وہ پیچھے کی طرف بھاگ گیا لیکن عبداللہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے یا لثارات عثمان (عثمان کے خون کا بدلہ)معاویہ کی سپاہ نے جب یہ نعرہ سنا تو اس نے انہیں اپنا ہی سپاہی سمجھ کر انہیں راستہ دیا۔

معاویہ کو چونکہ دوسری مرتبہ اپنی جگہ سے ہٹ کر پیچھے آنا پڑا تھا اس لئے اس نے دوبارہ حبیب بن مسلمہ سے کہا کہ میری مدد کرو چنانچہ اس نے بڑا سخت حملہ کیا اور دائیں جانب کے لشکر (جناح راست) کو چیرتا ہوا عبداللہ بن بدیل تک پہنچ گیا۔ عبداللہ سو قاریوں میں سے اکیلے رہ گئے تھے (باقی سب پسپا ہو چکے تھے)چنانچہ وہ پوری دلیری سے جنگ کرتے رہے اور زبان سے بھی کہتے رہے کہ: معاویہ کہاں ہے۔ معاویہ نے جب عبداللہ کو اپنے نزدیک دیکھا تو اس نے پکار کر کہا کہ اگر تلوار سے ان پر حملہ نہیں کر سکتے تو انھیں آگے بھی نہ آنے دو ان پر سنگباری شروع کردو چنانچہ ہر طرف سے اس جانباز اسلام پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ وہ وہیں شہید ہوگئے۔

معاویہ نے حکم دیا کہ انکے ناک، کان کاٹ لئے جائیں لیکن ان کی عبداللہ بن عامر سے چونکہ سابقہ دوستی تھی اسیلئے وہ مانع ہوئے اور معاویہ نے بھی اس خیال کو ترک کردیا۔ (۲۶)

حضرت علی علیہ السلام میدان کارزار میں

امیرالمومنین حضرت علی کمانڈر انچیف کے فرائض انجام دینے کے علاوہ بہت سے مواقع پر بالخصوص حساس ترین لمحات میں خود بھی میدان کارزار میں پہنچ جاتے اور دشمن کے حملوں کا مقابل کرتے اگرچہ آپ کے اصحاب و فرزند آپ علیہ السلام کے دشمن کے درمیان حائل ہوجاتے اور آپکی پوری حفاظت کرتے اور ان کی یہ خبرگیری آپکے لیئے جنگ کرنے میں مانع ہوتي۔

بطور مثال ایک موقع پر میان کارزار میں بنی امیہ کے "احمر" نامی غلام جو بڑا جری و دلاور شخص تھا آگے بڑھا۔ جس وقت حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ اس پر گئي تو آپ بھی اسکی طرف بڑھے اسی اثناء میں حضرت علی علیہ السلام کا غلام جس کا نام "کیسان" تھا آگے بڑھ آیا۔ دونوں کے درمیان کچھ دیر تک نبرد آزمائي ہوتی رہی۔ بالاخر وہ احمر کے ہاتھوں مارا گیا اب احمر حضرت علی علیہ السلام کی جانب بڑھا تاکہ آپ کو شہید کردے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس سے قبل کہ دشمن وار کرے ہاتھ بڑھا کر اس کا گریبان پکڑا اور اسے گھوڑے پر سے کھینچ لیا۔ اور اسے سر سے اوپر اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ اس کے شانہ و بازو ٹوٹ کر الگ ہوگئے اور ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ اتنے میں فرزندان علی علیہ السلام (حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت محمد حنفیہ) وہاں پہنچ گئے اور تلوار کے وار سے اسے ہلاک کردیا۔

راوی مزید بیان کرتا ہے کہ: احمر کے قتل کے بعد شامیوں نے جب حضرت علی علیہ السلام کو اکیلا دیکھا تو وہ آپ علیہ السلام کی طرف بڑھے اور جان لینے کا ارادہ کیا اگرچہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی جانب بڑھتے رہے مگر آپ علیہ السلام کی رفتار میں ذرا بھی فرق نہ آیا اور پہلے کی طرح آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے رہے، حالانکہ اپنے لشکر کی طرف پلٹنے کا ارادہ نہیں تھا۔

یہ کیفیت دیکھ کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے والد محترم سے عرض کی کیا حرج ہے کہ آپ علیہ السلام اپنی

رفتار تیز کردیں اور اپنے ان دوستوں سے آن ملیں جو دشمن کے روبرو کھڑے ہیں اس پر حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا کے اے میرے فرزند تیرے والد کا اس جہان سے کوچ کرنے کے لئے خاص وقت معین ہے اس میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہو سکتی۔ تیرے والد کو اس بات کا ذرا بھی غم نہیں کہ موت کو اپنی آغوش میں لے لے یا موت خود ہی آکر گلے لگ جائے۔[۲۷]

ایک موقع پر سعید بن قیس میدان کارزار میں موجود تھا اس نے بھی ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: یا امیر المومنین آپ دشمن کی صف کے نزدیک حد سے زیادہ آگے آجاتے ہیں کیا آپ کو اس بات کا ذرا بھی خوف نہیں کہ دشمن آپ پر وار کر سکتا ہے اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ خداوند تعالی سے بڑھ کر کوئی کسی کا نگہبان نہیں اگر کوئی کنویں میں گر جائے یا اس پر دیوار گر رہی ہو یا کوئی اور بلا نازل ہو رہی ہو تو خدا کے علاوہ اس کی کوئی حفاظت کرنے والا نہیں اور جب موت آجاتی ہے تو تمام تدابیر بیکار ہو جاتی ہیں۔[۲۸]

دوستوں کی حمایت و مدد

حضرت علی علیہ السلام میدان جنگ میں عین اس وقت بھی جب کہ میدان کارزار میں پیش قدمی فرما رہے ہوتے تھے اگر ضرورت پیش آجاتی تو اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر وہ اپنے ساتھیوں کی مدد کیلئے تیزی سے پہنچتے۔

غرار بن ادہم شامی لشکر کا مشہور سوار تھا ایک روز اس نے عباس بن ربیعہ[۲۸] کو جنگی کشتی کیلئے للکارا عباس گھوڑے سے اتر کر نیچے آگئے اور غرار سے کشتی میں نبرد آزما ہو گئے سخت زور آزمائی کے بعد عباس نے شامی کی زرہ کو چاک کر دیا اس کے بعد آپ نے تلوار نکال کر اس کے سینے پر وار کیا یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر مارا گیا یہ منظر دیکھ کر لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

ابو الاغرّ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ میں نے اچانک سنا کہ میرے پیچھے کوئی شخص یہ آیت تلاوت کر رہا ہے "قاتلوہم یعذبہم اللہ بایدیکم و یخزہم وینصرکم علی ہم و

یشف صدور قوم مومنین" (انھیں قتل کرڈالو خدا تمہارے ذریعہ انہیں عذاب میں بتلا کرتا ہے اور ذلیل کرتا ہے اور تمہاری مدد کرتا ہے مومنوں کے دلوں کو شفا بخشتا ہے اور ان سے کدورت دور کرتا ہے[۲۹]

جب میں نے پلٹ کردیکھا تو وہاں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو پایا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ہم سے کس شخص نے دشمن سے جنگ کی ؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے بھتیجے نے۔ اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اور ابن عباس کو جنگ کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں آپ نے منع فرمایا تھا۔ مگر دشمن نے خود ہی مجھے للکارا۔ اس پر آپ نے کہا کہ اگر تم نے اپنے پیشوا کی اطاعت کی ہوتی تو وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر تھا کہ تم دشمن کی للکار کا جواب دیتے۔ اس کے بعد آپ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ وہ عباس کی لغزش کو معاف کرے اور جہاد کی انہیں جزا دے۔

غرّار کے قتل ہوجانے کی وجہ سے معاویہ بہت زیادہ مضطرب و آشفتہ خاطر ہوا چنانچہ اس کے حکم کے مطابق اور انعام کے وعدے پر قبیلہ " لخم" کے دو افراد نے عباس بن ربیعہ کو پیکار کی غرض سے للکارا۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام نے انھیں نبرد آزمائي کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ معاویہ تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہے...

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے عباس کے لباس اور اسلحہ سے خود کو آراستہ کیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ان دونوں افراد کی طرف روانہ ہوئے اور انہیں وہیں ہلاک کردیا۔ میدان کارزار سے واپس آکر آپ نے عباس کا اسلحہ انہیں واپس کیا اور فرمایا کہ جو کوئي تمہیں نبرد آزمائي کے لئے للکارے پہلے تم میرے پاس آؤ...[۳۰]

اس واقعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی بنی ہاشم بالخصوص خاندان رسالت کی جانب خاص توجہ و عنایت تھی اور انکی جان کی حفاظت کیلئے آپ علیہ السلام ہر ممکن کوشش فرماتے۔ چنانچہ بحران جنگ میں جب کہ آپ علیہ السلام کی جانب تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور آپ کے فرزندوں کو دشمن اپنے تیروں کا نشانہ بنائے ہوئے تھا، اس وقت بھی آپ علیہ السلام کو اپنی جان کی پروانہ تھی چنانچہ خود آگے بڑھ کر جاتے اور اپنے ہاتھ سے تیروں کے رخ کو کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری جانب منتشر کردیتے۔[۳۱]

سوالات

۱_ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے نمائندے معاویہ کے پاس کس مقصد کے تحت روانہ کئے؟

۲_ معاویہ نے اپنے لشکر کی کمزوری کی تلافی کس طرح کرنا چاہی اور لشکر اسلام کو کمزور و ناتوان کرنے کیلئے اس نے کیا اقدامات کئے؟ اس کی دو مثالیں پیش کیجئے؟

۳_ نبرد آزمائی سے قبل حضرت علی علیہ السلام نے اپنے سپاہیوں کے لئے کیا احکامات صادر کئے؟

۴_ پہلی اور دوسری عام جنگوں کا آغاز کن تاریخوں سے ہوا؟ فریقین کے لشکروں کی علامات و نعرے کیا تھے؟

۵_ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ سے قبل اتمام حجت کے طور پر اور مسلمانوں کی خون ریزی کو روکنے کیلئے کیا اقدامات کیئے؟

۶_ جنگی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیانہ کردار کو مختصر طور پر بیان کریں_

حوالہ جات

۱_ائتوا هذا الرجل و ادعوه الی الله و الی الطاعة و الی الجماعة

۲_وقعہ صفین ص ۱۸۸_۱۸۷، کامل ابن اثیرج ۳ ص ۲۸۵

۳_کامل ابن اثیرج ۳ ص ۲۸۶، وقعہ صفین ص ۱۹۵

۴_وقعہ صفین ص ۱۹۸_۱۹۷

۵_کامل ابن اثیرج ۳ ص ۲۹۳ _ ۲۹۱ ،تاریخ طبری ج ۵ ص ۷ ، وقعہ صفین ص ۲۰۲_ ۲۰۱

۶_کامل ابن اثیرج ۳ ص ۲۹۰ ، وقعہ صفین ص ۲۰۰_ ۱۹۹ ، معاویہ کی اس گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے حضرت علی علیہ السلام کے دیگر سرداران سے بھی اس قسم کی بات کی تھی_

۷_وقعہ صفین ص ۱۹۰_۱۸۸

۸_وقعہ صفین ۳۹۰_۳۸۹ ، اس واقعہ کی تفصیل بعد میں آئے گی_

۹_وقعہ صفین ص ۱۹۰

۱۰_وقعہ صفین ص ۲۰۴_۲۰۳

۱۱_کامل ابن اثیرج ۳ ص ۲۹۴ ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱ ، لیکن وقعہ صفین میں صفحہ ۲۰۵ پر منقول ہے کہ سوار دستے کی کمانڈری عمار کو اور پیادہ فوج کی عبداللہ بدیل کو دی گئی_

۱۲_کامل ج ۳ ص ۲۹۴ ، لیکن وقعہ صفین میں درج ہے کہ فریقین کے لشکر فتح و کامرانی کے بغیر واپس آئے ملاحظہ ہو وقعہ صفین ص ۲۲۲_

۱۳_مروج الذہب ج ۲ ص ۳۸۹ ، کامل ج ۳ ص ۲۹۵_ ۲۹۴ ، وقعہ صفین ص ۲۲۳_۲۱۴

۱۴_سورہ صف آیہ ۴ ﴿ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانهم بنیان مرصوص﴾

۱۵_نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۲۴ کا اقتباس، وقعہ صفین ص ۲۳۵

۱۶_وقعہ صفین ص ۲۳۶

۱۷_کامل ابن اثیرج ۳ ص ۲۹۶

۱۸_اس سے قبل حضرت علی علیہ السلام کی سواری میں جانور خچر تھا اس روز آپ علیہ السلام نے تنومند و درازدم گھوڑا لانے کے لئے حکم

دیا_ یہ گھوڑا اس قدر تنومند و طاقتور تھا کہ اسے قابو میں رکھنے کے لئے دو لگا میں استعمال کرنی پڑتی تھیں اور وہ اپنی اگلی ٹانگوں سے زمین کھودتا رہتا تھا_

۱۹_ سورہ اعراف آیہ ۸۸ ﴿رَبّنَا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين﴾

۲۰_ وقہ صفین ص ۲۳۰ ، شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۱۸۶

۲۱_ وقعہ صفین ص ۲۲۹ ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۹۸ ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۴ ، شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۱۸۶

۲۲_ وقعہ صفین ص ۳۳۲

۲۳_ وقعہ فین ص ۲۴۳ ، شرح ابن ابی الحدیج ۵ ص ۱۹۶ ، اس پورے قضیے میں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خیر خواہی کا جو یہ اقدام کیا تھا اس کے پیش نظر معاویہ کے کسی سپاہی نے اپنے فیصلہ جنگ پر تردید نہیں کی وہ اس نوجوان کو دیکھتے رہے لیکن جب معاویہ کی صفوں میں شکست کے آثار نمودار ہوئے تو اس کے سپاہیوں نے اس شکست کی تلافی کے لئے قرآن کو نیزے پر چڑھا لیا اور وہ بھی سپاہ عراق کو قرآن کی دعوت دینے لگے حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ میں سے کچھ لوگوں پر اس کا اثر ہوگیا چنانچہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ حکم صادر کیجئے کہ مالک اشتر واپس آجائیں ورنہ ہم آپ علیہ السلام کو قتل کردیں گے_

۲۵_ حضرت عبداللہ بن بدیل کے بھائی کا نام بھی عثمان تھا_ وہ بھی دشمن کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے_یہاں عثمان سے مراد ان کے بھائی ہیں_

۲۶_ وقعہ صفین ص ۲۳۸ _ ۲۳۵، شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۱۹۶، اگرچہ تاریخ کی کتابوں میں ایسے کئي دلیر جانبازوں کا ذکر ملتا ہے مگر اس کتاب کے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی کیفیات بیان کرنے سے چشم پوشی کی گئي ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۲۱۴ وقعہ صفین ص ۲۵۸

۲۷_ وقعہ صفین ص ۲۵۰_ ۲۴۹ ، شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۱۹۸ ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۹، کامل ابن اثیرج ۳ ص ۲۹۹

۲۸_ وقہ صفین ص ۲۵۰ ، شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۱۹۹

۲۹_ عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب

۳۰_ سورہ توبہ آیہ ۱۴

۳۱_ شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۲۱۹

۳۲_ وقعہ صفین ص ۲۴۹ ، شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۱۹۸، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۹

گیارھواں سبق

قاسطین (جنگ صفین ۳)

استقامت و پایداری کی نصیحت

فرار کرنے والوں کی تنبیہ و سرزنش

جنگ میں مالک کا کردار

دو حجر کی جنگ

حریث کا قتل

آخری تجویز

بدترین طریقے کا سہارا

دشمن کے سرداروں کا اعتراف

پھر دھوکا

جنگ کی شدت

دو لائق سپہ سالاروں کی شہادت

عمار کی شہادت کا ردعمل

سوالات

حوالہ جات

استقامت و پایداری کیلئے نصیحت

لشکر اسلام کا مرکزی حصہ پہلے کی طرح اب بھی سپاہ دشمن کے قلب میں جنگ آزما تھا حبیب بن مسلمہ کے سخت حملے کے باعث بائیں بازو کا پرہ(جناح راست) پسپا ہوکر فرار کرنے لگا تھا امیرالومنین حضرت علی علیہ السلام نے جب یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے مالک کو حکم دیا کہ ان فرار کرنے والوں کی طرف جاؤ اور ان سے کہو کہ: موت سے بچ کر کہاں جا رہے ہو کیا اس زندگی کی جانب جو قطعی ناپایدار ہے؟ مالک فرار کرنے والوں کی جانب لپکے اور کئي مرتبہ پکار کر کہا کہ لوگو میں مالک ہوں لیکن کسی نے ان کی جانب توجہ نہ کی جس کی وجہ یہ تھی کہ بیشتر لوگ انھیں اشتر کے نام سے جانتے تھے لہذا جس وقت انہوں نے کہا کہ میں مالک اشتر ہوں تو فرار کرنے والے واپس آنے لگے اور ان کے گرد جمع ہو گئے۔

مالک نے اپنے زور بیان سے لوگوں کو دوبارہ جنگ و نبرد کیلئے آمادہ کر لیا اس کے بعد انہوں نے قبیلہ "مذحج" کے افراد کو جو اپنے دلیری و جنگجوئي میں مشہور تھے خاص طور پر نبرد آزمائي کی دعوت دی اور کہا کہ میدان کارزار میں اپنی مردانگی کے جوہر دیکھائیں اور دشمن کو پسپائي پر مجبور کردیں ان سب نے ایک زبان ہوکر اپنی آمادگی کا اعلان کردیا اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں طائفہ ہمدان کے سو افراد اور ان کے علاوہ دیگر چند دانشور جرائتمند اور باوفا لوگ مالک کی جانب واپس آگئے اور اس طرح دوبارہ دائیں جانب کا پرہ مضبوط ہوگیا ان کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جس لشکر پر بھی حملہ آور ہوجاتے اسے نیست و نابود کردیتے [۱] چنانچہ ان کے سخت و شدید حملات کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ دشمن کو مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔

فرار کرنے والوں کی تنبیہ و سرزنش

فرار کرنے والے جب واپس آگئے تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اس پیش بندی کے خیال سے کہ یہ اقدام دوبارہ نہ ہو ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: میں نے تمہاری چابکدستی و دلاوری بھی ملاحظہ کی اور دیگر سپاہ کی صفوں سے تمہیں سرتابی کرتے ہوئے بھی دیکھا۔ اہل شام تو جفا کار، پست فطرت اور صحرانشین بدو ہیں مگر افسوس انہوں نے تمہیں راہ فرار دکھا دی جب کہ تم شائستہ و لائق، برگزیدہ اور سربرآوردہ عرب ہو جو رات کی تاریکیوں میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے لوگ گمراہی میں بھٹک رہے تھے تم حق کی جانب آنے کی دعوت دے رہے تھے اگر تم فرار کرنے کے بعد واپس نہ آگئے ہوتے تو وہ سخت سزا تمہارے گریبان گیر ہوتی جو خداوند تعالی نے مفرورین کیلئے مقرر کی ہے۔(۲)

... یہ جان لو کہ جو شخص راہ فرار اختیار کرتا ہے وہ خدا کے غضب کو برانگیختہ کرتا ہے اور خود کو ہلاکت کی جانب لے جاتا ہے اور وہ اس پستی و مذلت کی طرف چلا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہے وہ اس کے ذریعے اپنے لئے ابدی ننگ و رسوائی اور بد بختی کے سامان مہیا کرتا ہے جو شخص فرار کرتا ہے نہ اس کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسے خداتعالی کی رضاء و خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس بناپر ان مذموم صفات کو حاصل کرنے سے موت کہیں زیادہ گوارا ہے۔(۳)

جنگ میں مالک کا کردار

مالک اشتر دراز قامت، مضبوط جسم اور لاغربدن انسان تھے مگر بہت زیادہ طاقتور و تنومند ایک مرتبہ قیس کے دو فرزند مُنقذ اور حمیر ان کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ منقذ نے کہا کہ اگر مالک کی نیت ان کے عمل کی طرح ہے تو عربوں میں ان کا ثانی نہیں اس پر حمیر نے جواب دیا کہ ان کا عمل ان کے خلوص نیت کا آئینہ دار ہے۔(۴)

مالک سرتاپا ایسے مسلح تھے کہ انھیں پہچانا نہیں جاسکتا تھا شمشیر یمانی ان کے ہاتھ میں تھی جس

وقت یہ تلوار ان کے ہاتھ میں گھوم جاتی تھی تو لگتا تھا کہ یہ تلوار نہیں آب رواں ہے اور جس وقت فضا کو چیرتی ہوئی گذرتی تھی تو اس کی چمک سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہوجاتی تھیں۔ (۵)

"ابن جمہان" نے جب ان کی تلوار سے آگ نکلتی دیکھی اور دشمن پر ان کے شگفت آور حملے کو دیکھا تو ان سے کہا: خداوند آپ کی اس عظیم فداکاری کے بدلے ہیں جزاء خیر عطا فرمائے جو آپ مسلمانوں اور امیرالمومنین کے دفاع کیلئے انجام دے دیتے ہیں۔

مالک نے ہمدانیوں کے ساتھ ان پانچ صفوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا تھا کہ جنہوں نے معاویہ سے یہ عہد کیا تھا کہ مرتے دم تک تم پر آنچ نہیں آنے دیں گے لیکن مالک نے چار صفوں کو پسپا کردیا۔ (۶)

مالک جیسے لائق و اہل فرماندار کی موجودگی جہاد میں سپاہیوں کی حوصلہ مندی اور دل گرمی کا سبب ہوتی وہ جس لشکر پر بھی حملہ آور ہوتے وہ لشکر فرار کرجاتا اور جب کبھی منتشر و پراگندہ سپاہ کے درمیان پہنچ جاتے تو انھیں لشکر کی شکل میں مرتب و منظم کردیتے جس وقت انہوں نے یہ دیکھا کہ سپاہ اسلام کے لشکر کے فرمانداروں اور پرچمداروں میں سے دو شخص سخت جنگ و نبرد کے بعد شہید ہوگئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ: خدا کی قسم یہی صبر جمیل اور کریمانہ عمل ہے اور مرد وہ ہے جو میدان کارزار میں یا تو کسی کو قتل کردے یا خود شہید ہوجائے اور جو اس کے بغیر میدان جنگ سے واپس آتا ہے تو کیا اس کیلئے باعث ننگ و رسوائی نہیں ہے۔ (۷)

دو حجر کی جنگ

صفر کی ۷ تاریخ کو جب کہ فریقین کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے تو پہلا شص جو معاویہ کے لشکر سے نکل کر میدان کارزار میں آیا اور حریف کو نبرد آزمائی کیلئے للکارا وہ "حجر شرّ"

کے نام سے مشہور اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے یار باوفا حضرت حجربن عدی کا چچازاد بھائي تھا حجر شر کا مقابلہ کرنے کے لئے حجربن عدی میدان جنگ میں پہنچے اور دو حجر کے درمیان سخت نبرد آزمائي ہوئي اسی اثنا میں "خزیمہ بن ثابت" حجر شر کی مدد کے لئے میدان جنگ میں آگیا اور حجربن عدی کو اس نے زخمی کردیا، سپاہ اسلام نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ بھی میدان کارزار کی جانب بڑھے اور خزیمہ بن ثابت کو قتل کرڈالا حجر شر بھی مجاہدان اسلام میں سے ایک شخص کو قتل کرنے کے بعد اپنے چچازاد بھائی (حجر بن عدی) کے ہاتھوں ہلاک ہوا اس کی ہلاکت حضرت علی علیہ السلام کے لئے باعث مسرت ہوئي اور آپ علیہ السلام باری تعالی کا شکر بجالائے۔ (۸)

حریث کا قتل

حریث معاویہ کا غلام تھا تنومند ہونے کی وجہ سے اپنے آقا کا بہت محبوب و پسندیدہ تھا اسے میدان جنگ میں اسی وقت بھیجا جاتا تھا جب کہ میدان کارزار سخت گرم ہوا اور جنگ دشوار و حساس لمحات گذر رہی ہوا اس میں اور معاویہ میں شباہت بھی بہت زیادہ تھی چنانچہ کبھی کبھی وہ اپنا مخصوص لباس بھی اس غلام کو پہنا دیتا جس کے باعث لوگ یہ سمجھنے لگتے کہ معاویہ بذات خود میدان جنگ میں آگیا ہے۔

معاویہ نے اس سے یہ فرمائشے کی کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ وہ جس سے بھی چاہے نبرد آزما ہوجائے لیکن عمروعاص نے اسے اپنی باتوں سے یہ ترغیب دلائي کہ موقعہ ملے تو حضرت علی علیہ السلام سے بھی مقابلہ آرا ہوجائے چنانچہ وہ حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لئے گیا اور کہنے لگا کہ اگر مجھ سے زور آزمائي کرنا چاہتے ہو تو آجاؤ۔ حضرت علی علیہ السلام نے ایک ہی وار میں اس کے دو ٹکڑے کردیئے اس کے قتل سے معاویہ کو سخت صدمہ ہوا اور اس نے عمروعاص کی سخت ملامت کی۔ (۹)

آخری تجویز

سرزمین صفین پر دونوں لشکروں کا قیام کافی طویل ہوگیا اس عرصے میں فریقین کا جانی و ، مالی نقصان بھی بہت زیادہ ہوا ایک روز اس وقت جب کہ میدان کارزار گرم تھا اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں دشمن کے بہت سے جانباز دلاور مارے جا چکے تھے آپ علیہ السلام نے لشکر حریف کو للکارا اور کہا کہ ہے کوئي جو مجھ سے نبرد آزما ہو مگر دشمن کی صفوں میں سے کوئي بھی میدان جنگ میں نہ آیا اس وقت حضرت علی علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے چنانچہ آپ علیہ السلام لشکر شام کے سامنے آئے اور معاویہ کو طلب کیا معاویہ نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا کیا اچھا ہوتا کہ معاویہ میرے سامنے ہوتا اور میں ان سے بات کرتا یہ سن کر معاویہ عمروعاص کی موافقت کے بعد اپنی صف سے نکل کر سامنے آیا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ: افسوس تیرے حال پر آخر تو نے کیوں لوگوں کو قتل کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے؟ کب تک دونوں لشکر اپنی تلواریں کھینچے رہیں گے کیوں نہ ہم باہم نبرد آزما ہوجائیں تاکہ جو بھی غالب آجائے حکومت اسی کو مل جائے اس پر معاویہ نے عمروعاص سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا میں علی علیہ السلام سے نبرد آزمائي کروں عمروعاص نے کہا کہ تجویز تو معقول و منصفانہ ہے اگر اس وقت اس تجویز سے روگردانی کی تو تیرا خاندان ابد تک ذلت و خواری میں گرفتار رہے گا۔

معاویہ نے کہا کہ: بھلا میں اور تمہاری باتوں میں آجاؤں میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کو خوب جانتا ہوں خدا کی قسم اس نے جس سے بھی دست و پنجہ نرم کیا اسی کے خون سے زمین کو سیراب کردیا[۱۰] یہ کہہ کر وہ واپس اپنے لشکر کی جانب چلا گیا اور آخری صف میں پہنچ کر پناہ لی یہ منظر دیکھ کر حضرت علی علیہ السلام کو ہنسی آگئي چنانچہ آپ بھی اپنی جگہ واپس آگئے۔[۱۱]

بدترین طریقے کا سہارا

حارث بن نضر کا شمار امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں ہوتا تھا عمروعاص کو ان سے خاص دشمنی تھی اور شاید ہی کوئي ایسی مجلس ہو جس میں حارث کی برائي نہ کرتا ہو حارث نے بھی عمروعاص کے متعلق کچھ شعر کہے اور اس کے پاس بھیجدیئے ان اشعار میں اسے یہ اشتعال دلایا گیا تھا کہ اگر نیک نام اور کار خیر کی تمنا ہے تو علی بن ابی طالب کے مد مقابل آجاؤ۔

ان اشعار کو پڑھ کر عمروعاص نے قسم کھائي کہ علی علیہ السلام سے ضرور زور آزمائي کروں گا چاہے ہزار مرتبہ موت کا سامنا کرنا پڑے یہ کہہ کر وہ میدان کارزار میں آیا حضرت علی علیہ السلام بھی اس کی جانب بڑھے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھ کر عمروعاص پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس نے خود کو گھوڑے سے زمین پر گرا دیا اور شرمگاہ کھول دی حضرت علی علیہ السلام نے منھ پھیر لیا تو عمروعاص نے راہ فرار اختیار کي۔ [۱۲]

دشمن کے سرداروں کا اعتراف

عمروعاص ، عُتبہ ،ولید، عبداللہ ابن عامر اور طلحہ کے بیٹے جیسے لشکر شام کے نامور سردار ایک رات معاویہ کے گرد جمع تھے اور گفتگو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ہو رہی تھی عتبہ نے کہا کہ : علی علیہ السلام کا ہمارے ساتھ رویہ بڑا ہی عجیب و حیرتناک ہے کیونکہ ہم میں سے کوئي بھی ایسا نہیں بچا جو ان کے ستم کا نشانہ نہ بن چکا ہو میرے دادا عتبہ اور بھائي حنظلہ کو تو انہوں نے قتل ہی کیا تھا میرے چچا شیبہ کے قتل میں بھی وہ شریک تھے ولید تیرے باپ کو بھی علی علیہ السلام نے ہی قتل کیا ہے اور اے مروان تجھے علی علیہ السلام سے دو لحاظ سے صدمہ پہنچا ہے۔

اس پر معاویہ نے کہا کہ : یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو تو وہ علی علیہ السلام کی شجاعت کا اعتراف ہے تم نے ان کا کیا بگاڑ لیا؟

مروان نے کہا کہ : آپ کیا چاہتے ہیں میں ان کا کیا کروں ؟اس نے کہا کہ اپنے نیزے سے ان کی تکہ بوٹی کردو مروان نے کہا کہ : لگتا ہے کہ آپ کو مذاق سوجھا ہے اور ہمارے ذریعہ

آسودہ خاطر ہونا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر ولید نے بھی چند اشعار کہے جن کا مفہوم و مضمون یہ تھا کہ: معاویہ کہتا ہے کہ ہے کوئی جو ابو الحسن پر حملہ آور ہو اور اپنے مقتول بزرگوں کا ان علیہ السلام سے انتقام لے گویا فرزند ہند کو دل لگی سوجھی ہے یا وہ کوئی اجنبی ہے جو علی (ع) کو نہ پہچانتا ہو کیا تم ہمیں اس سانپ سے ڈسوانا چاہتے ہیں جو صحرا کے بیچ رہتا ہے اگر کاٹ لے تو اس کے زہر کا منتر نہ ملے ہم تو علی علیہ السلام کے مقابل اس بجو کی طرح ہیں جو کسی وسیع دشت میں ہیبت ناک شیر غراں کے سامنے آگیا ہو۔ عمرو عاص نے حیلے سے تو اپنی جان تو بچالی مگر ڈر کے مارے اس کا دل سینے میں دھڑک رہا تھا۔

ولید کے اشعار سن کر عمرو عاص کو غصہ آگیا اس نے جواب دیا کہ: ولید نے تو علی علیہ السلام کے رعب دار و وحشت ناک نعروں کی یاد تازہ کردی۔ میدان جنگ میں شجاعت و دلاوری کے جوہر ان کی ذات سے نمایاں ہوتے ہیں جب قریش ان کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے دلوں کے پرندے سینوں کے قفس سے پرواز کرنے لگتے ہیں تم مجھے تو تنبیہہ و توبیخ کر رہے درحالیکہ معاویہ اور ولید تک علی علیہ السلام سے دہشت کھاتے ہیں۔ اور ولید اگر تو سچ کہہ رہا ہے اور کوئی سورما سوار ہے تو علی علیہ السلام کا سامنا کر خدا کی قسم اگر علی علیہ السلام کی آواز بھی سن لی تو دل ہوا ہوجائے گا اور رگیں پھول کر کپہ ہوجائیں گی اور عورتیں تیرا سوگ مناتی رہیں گی۔ (۱۳)

پھر دھوکا

دلیری و جانبازی، راہ خدا میں جہاد مقدس اور شرک کے گدی داروں کی بیخ کنی حضرت علی علیہ السلام کے ایسے نمایاں کارنامے ہیں جن کا شمار آپ کے اہم ترین امتیازات و افتخارات میں ہوتا ہے لیکن معاویہ رائے عامہ کو بدلنے کی خاطر انہی فضائل کو ایسے نقص سے تعبیر کرتا تھا جو اس کے خیال کی رو سے امور زمامداری اور امت کی قیادت میں مانع ثابت ہوتے ہیں۔

ایک روز معاویہ نے عبید اللہ بن عمر کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس

جائے اور ان سے ملاقات کرے اور ان تک معاویہ کا پیغام پہنچائے جب وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ: آپ کے والد نے اول سے آخر تک قریش کا خون بہایا ہے اور اپنے عمل سے ان کے دلوں میں جذبہ کینہ و دشمنی کو جر افروختہ کیا ہے کیا آپ ان کا ساتھ ترک نہیں کر سکتے تا کہ زمام خلافت آپ کے اختیار میں دے دی جائے اس پر حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ ہرگز ممکن نہیں خدا کی قسم یہ کام کسی بھی صورت میں عمل پذیر نہیں ہو سکتا لگتا ہے کہ تیرا وقت پورا ہو چکا ہے اور تو آج یا کل میں قتل ہونے والا ہے شیطان نے تجھے فریفتہ کر لیا ہے اسی لئے اس نے تیرے کاروبار کو رونق بخشی ہے خداوند تعالی تجھے نیست و نابود کرے۔

عبیداللہ، معاویہ کے پاس واپس آگیا اور تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ چار ہزار سپاہیوں کا لشکر میدان میں حملہ آور ہوا اور طائفہ ہمدان کے ایک شخص کے ہاتھوں قتل ہوا امام مجتبی علیہ السلام نے جو پیشین گوئي فرمائي تھی وہ صحیح ثابت ہوئي۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اس کا خون آلود لاشہ جب زمین پر گرا ہوا دیکھا تو آپ کو مسرت ہوئي اور خداوند تعالی کا شکر ادا کیا۔ (۱۴)

نویں روز جب کہ پرچم، ہاشم مرقال کے ہاتھ میں تھا سپاہ اسلام میں خاندان مذحج اور سپاہ شام سے، عک، لخم اور اشعریوں کے درمیان شدید جنگ جاری تھی، حضرت علی علیہ السلام کی تلوار سے پانچ سو سے زیادہ عرب کے سربرآورہ اور دلاور قتل ہوئے یہاں تک کہ آپ کی تلوار خمیدہ ہوگئي۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کی خمیدہ تلوار لیتے اور اسے سیدھا کردیتے اور واپس دے دیتے جسے لے کر آپ دشمن کی صفوں میں اتر جاتے خدا کی قسم ہم نے کوئي ایسا شجاع نہیں دیکھا جو دشمن کے لئے علی علیہ السلام سے زیادہ سخت ہو۔ (۱۵)

اس روز فریقین کے لشکر ایک دوسرے کی جان لینے پر تلے ہوئے تھے پہلے تو تیروں اور پتھروں سے مقابلہ ہوتا رہا اس کے بعد نیزوں سے جنگ ہوئي جب نیزے بھی ٹوٹ گئے تو تلواروں اور لوہے کے گرزوں سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اس دن میدان کارزار ایسا

گرم تھا کہ اسلحہ کی چکاچک کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ نعروں کی گونج ، بجلی کی گرج ، پہاڑوں کی چٹانیں ٹکرانے سے کہیں زیادہ ہولناک تھی فضا اس وقت ایسی گردآلود تھی کہ لگتا تھا کہ سورج غروب ہو رہا ہے اس گردو خاک اور تاریکی کے درمیان پرچم و بیرق کہیں نظر نہ آتے تھے مالک اشتر کبھی سپاہ میمنہ کی طرف جاتے اور کبھی لشکر یسرہ کی جانب لپکتے چنانچہ وہ جس لشکر یا قبیلے کے پاس پہنچتے جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی کرتے۔

جنگ نصف شب تک جاری رہی اس قت نماز پڑھنے کا بھی موقعہ نہ تھا[۱۵] مالک اشتر مسلسل میدان جنگ کی جانب بڑھے چلے جارہے تھے یہاں تک کہ کارزار، ان کے پیچھے رہ گیا اور وہ آگے نکل گئے۔

اس اثنا میں حضرت امام مجتبی علیہ السلام دشمن پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے آگے بڑھے لیکن انھیں علیہ السلام دیکھ کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ : ان کو میدان جنگ میں جانے سے روکا جائے کیونکہ ان دو فرزندوں (حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین (ع)) کی جانب میری خاص توجہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نسل پیغمبر روئے زمین سے مفقود و ناپدید ہوجائے۔[۱۶]

امیرالمومنین علیہ السلام قلب لشکر میں پیش پیش تھے مالک دائیں پرے میں اور ابن عباس سپاہ کے بائیں پرے میں موجود تھے انجام کاریہ جنگ نویں روز اس دسویں شب جو لیلۃ الہریر[۱۷] کے نام مشہور ہے اختتام پذیر ہوئی جس میں فریقین کا بہت زیادہ جانی و مالی نقصان ہوا اور دونوں لشکروں[۱۸] کے سپاہی بھی تھک چکے تھے مگر تھکن کے آثار سپاہ شام میں نظر آتے تھے اور فتح و ظفر کی علامات سپاہ عراق سے ہویدا تھیں۔

دو لائق سپہ سالاروں کی شہادت

نویں روز جو دردناک حادثات رونما ہوئے ان میں حضرت علی علیہ السلام کے دو فرمانداروں یعنی عماریاسر اورہاشم مرقال کی شہادت تھی اگرچہ عمار کی عمر نوے سال سے تجاوز کر گئی تھی مگر ان میں اس

قدر چستی و دلیری تھی اور ایسا جوش و خروش پایا جاتا تھا کہ اس سے جوانوں کو تقویت ہوتی تھی۔
عمار جس وقت میدان کارزار کی جانب روانہ ہوئے تھے اس وقت وہ دست بدعا تھے اور خداوند تعالی سے فریاد کر رہے تھے اے پروردگار اے خدایا تو ناظر و شاہد ہے اگر میں یہ جان لوں کہ تیری رضا اسی میں تھے کہ میں خود کو سمندر میں گرادوں تو میں ایسا ہی کرونگا اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں اپنے سینہ و دل کو نوک شمشیر پر اس طرح رکھ دوں کہ وہ میری کمر سے نکل آئے تو یقینا میں ایسا ہی کروں گا لیکن اس علم کے مطابق جو تو نے مجھے دیا ہے کہ میں یہ جانتا ہوں کہ تجھے آج کوئي عمل اس سے زیادہ راضی و خوشنود نہیں کر سکتا کہ تباہ کاروں کے خلاف جہاد کروں۔[۱۹]
عمار وہ مخلص دلاور اور ایسے جنگجو سپاہی تھے جو میدان کارزار میں تھکنا نہیں جانتے وہ عاشق جانبازی کی مانند جنگ کرتے حق کے دشمنوں کے لئے انکی تلوار موت کا پیغام تھی اور جس کے سر پر پڑجاتی اسے واصل جہنم کرتی مگر حامیان حق کے دلوں کو اس سے تقویت ملتی در حقیقت وہ میزان حق تھے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے انہی کی شان میں تو فرمایا تھا کہ: عمار حق کے ساتھ زندہ ہے اور حق عمار کے ساتھ ہے[۲۰] جو شخص بھی ان کے محاذ پر جنگ کرتا اسے یہ یقین ہوتا کہ وہ حق کی مدافعت کریں گے اور اسی راہ میں اگر انھیں قتل بھی کردیا گیا تو انھیں بہشت بریں میں جگہ ملے گي۔
مسلمانوں کے درمیان یہ بات مشہور تھی کہ عمار میزان حق ہیں چنانچہ جب کبھی حق و باطل کے درمیان تشخیص کرنا مقصود ہوتا تو عمار کے عمل اور موجودگی کو بطور سند پیش کیا جاتا اس کی ایک مثال یہ ہے کہ: ان کے چچازاد بھائي "ذی الکلاع حمیری" شامی سپاہ عراق میں شامل تھا عمار نے اسے بلایا اور کہا میں نے اس لئے بلایا ہے کہ تمہیں وہ حدیث سناؤں جو عمرو عاص نے رسول خدا ﷺ سے نقل کی ہے اس کی بعد انہوں نے وہ حدیث بیان کی جس میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ: شام اور عراق کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے ان میں سے ایک حق و ہدایت کا پیشوا ہوگا اور عمار اسی کے ساتھ ہوں گے[۲۱]
اس پر ابونوح نے کہا تھا کہ: خدا کی قسم عمار ہمارے ساتھ ہیں

اور ہم سب سے زیادہ انھیں تم سے جنگ کرنے پر اصرار ہے کتنا اچھا ہوتا کہ تم سب ایک تن ہوتے اور میں اسے ذبح کرتا اور سب سے پہلے تجھ چچازاد بھائي کو ہی قتل کرتا... کیونکہ ہم حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو_

اس کے بعد ذوالکلاع کی درخواست پر وہ عمروعاص کے پاس گئے تا کہ اس تک بھی یہ اطلاع پہنچائي جا سکے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں عمار بھی موجود ہیں اور شامیوں سے جہاد کرنے کیلئے واقعی وہ سنجیدہ ہیں تا کہ ان کے ضمیر کو بیدار کیا جا سکے_

عمروعاص نے بھی گفتگو کے درمیان اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ: اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھا ہے کہ عمار کو جفاکار اور باغی قتل کریں گے اس کے بعد عمروعاص کی تجویز پر اس کے اور عمار کے درمیان ملاقات کا پروگرام مرتب کیا گیا گفتگو عمروعاص کی جانب سے شروع ہوئي اس نے عمار کو پند و نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ: وہ جنگ و خونریزی سے باز رہیں اس ضمن میں یہ بھی کہا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کا فیصلہ قرآن اور رسول مشترک ہیں عمار نے کہا کہ: خدا کا شکر جس نے یہ توفیق دی کہ تم نے وہ سب باتیں اپنی زبان سے کہیں جو مجھے اور میرے دوستوں کو کہنی چاہیے تھیں نہ کہ تمہیں_ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں تم سے کیوں جنگ کر رہا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: میں "ناکثین" سے جنگ کروں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی یہ حکم دیا تھا کہ میں "قاسطین" سے جنگ کروں اور تم وہی ہو اسی لئے تم سے برسرپیکار ہوں (۲۲)

بالاخر گفتگو کسی فیصلہ کن نتیجے تک نہیں پہنچی اور اب عمار دشمن کی اس فوج کے مقابلے میں گئے جس کی فرمانداری عمروعاص کے ہاتھ میں تھی جس وقت ان کی نگاہ عمروعاص کے پرچم پر گئي تو انہوں نے کہا کہ: خدا کی قسم اس پرچم کے خلاف تو میں تین مرتبہ جنگ کر چکا ہوں اس راہ پر چل کر آدمی کہیں نہیں پہنچے گا اور دوسرے راستوں سے یہ کسی طرح بھی بہتر نہیں_ (۲۳)

عمار نے اپنے ساتھیوں کے درمیان بآواز بلند کہا کہ: کہاں ہیں وہ لوگ جو رضا خدا کے متمنی ہیں اور جنہیں مال و اولاد سے علاقہ نہیں (۲۴) اس کے بعد انہوں نے ان لوگوں سے خطاب

کرتے ہوئے جنہوں نے راہ خدا میں پیشقدمی کی تھی کہا کہ اے لوگو ہمارے ہمراہ ان لوگوں سے جنگ وجدل کیلئے جلد جلد آ گئے آؤ جو اپنی دانست میں عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔[۲۵]

عمار جس لشکر میں شامل تھے اس کے پرچمدار ہاشم مرقال تھے وہ اپنے پرچمدار کی حوصلہ افزائي کرتے رہتے کہ دشمن پر حملہ آور ہوں ہاشم مرقال بھی اپنی بے مثال دلاوری کے باعث جنگجو سپاہی کیلئے راستہ ہموار کرتے رہتے جب کبھی ان کا نیزہ ٹوٹ جاتا تو حضرت عمار انھیں دوسرا نیزہ دے دیتے ان دو جانبازوں کی بے پناہ و دلیرانہ نبرد آزمائي نے عمرو عاص کو ایسا مرعوب کیا اور اس کے دل پر ایسی وحشت طاری ہوئي کہ اس نے بآواز بلند کہا کہ جس شخص نے یہ سیاہ پرچم اپنے ہاتھ میں سنبھال رکھا ہے اگر اسی طرح آگے بڑھتا رہا تو آج یہ تمام عربوں ک ہلاک کر ڈالے گا۔[۲۶]

جب یہ پیشوائے حریت یعنی عمار بہت سے شامیوں کو ہلاک کر چکے تو ان پر معاویہ کی فوج کے دو دلاور حملہ آور ہوئے اور ان میں سے ایک نے اپنے نیزے سے ایسی کاری ضرب لگائي کہ وہ زمین پر آ رہے اور دوسرے نے ان کے سر مبارک کو تن سے جدا کردیا[۲۷] اور اس طرح اس جری و دلیر سپاہی نے اپنے اس سر کو جس سے وہ اپنے معبود حقیقی کے سامنے جبین سائي کیا کرتا تھا میدان جہاد میں اسی کی خاطر قربان کردیا۔

اس جنگ کے دوسرے دلیر و جانباز ہاشم بن عتبہ تھے جو دو زرہ پہنے ہوئے تھے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے جس وقت پرچم ان کے سپرد کیا تو بطور مزاح ان سے کہا کہ : اس کالے بزدل کا تو ڈر کہیں تمہارے دل میں نہیں ؟[۲۸] اس پر انہوں نے عرض کیا کہ : یہ تو امیرالمومنین علیہ السلام کو جلد ہی معلوم ہوجائے گا قسم خدا کی میں ان کے سروں کو اس طرح اڑاوں گا کہ جس طرح کوئي اس دنیا سے دوسری دنیا میں جانے کا قصد رکھتا ہو۔ اس کے بعد انہوں نے نیزہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس زور سے اسے جھٹکا دیا کہ وہ ٹوٹ گیا دوسرا نیزہ لایا گیا وہ چونکہ سوکھ چکا تھا اسی لئے انہوں

نے اسے دور پھینک دیا باآلاخر انھیں ایک نرم نیزہ دیا گیا جس پر انہوں نے پرچم کا پھریرا باندھا اور اپنے حملے کو اس خیمے پر مرکوز کردیا جس میں عمروعاص ، معاویہ اور ان کے دوست و احباب جمع تھے اس روز کشت کشتار کا ایسا بازار گرم ہوا کہ کسی نے اس سے پہلے ایسی قتل و غارتگری نہ دیکھی تھی اور نہ ہی کسی کو موت کی ایسی گرم بازاری یاد تھی۔[۲۹]

آخری مرتبہ جب سیاہ پرچم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ہاشم کو دیا تو چاہا کہ اب یہ جنگ ایک طرف ہو چنانچہ آپ نے فرمایا کہ: ہاشم معلوم نہیں اب تمہارا آب و دانہ کب تک کا باقی ہے؟ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اس مرتبہ راہ جہاد میں ایسا نکلوں گا کہ پھر کبھی واپس نہ آؤں گا آپ نے فرمایا کہ "تمہارے مقابل ذی الکلاع ہے اور اس کے گرد موت منڈھلا رہی، سرخ موت"

ہاشم میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے جب وہ معاویہ کے نزدیک پہنچے تو اس نے پوچھا کہ کون شخص ہے جو آگے بڑھا چلا آرہا ہے اسے بتایا گیا کہ ہاشم مرقال ہیں [۳۰] یہ سن کر اس نے کہا کہ وہی بنی زہرہ کا کانا، خدا اسے غارت کرے[۳۱] ہاشم نے اپنے ان ساتھیوں کے ہمراہ جو قاری قرآن اور خدا کے عاشق تھا کتنی مرتبہ دشمن کی صف کو درہم برہم کیا چنانچہ جس وقت وہ طائفہ "تنوح" کے پرچم تک پہنچے تقریبا دشمن کے دس دلاوروں [۳۲] کو ہلاک کرچکے تھے انہوں نے معاویہ کے پرچمدار کو جو طائفہ "عذرہ" کا فرد تھا قتل کردیا اس کے بعد ذوالکلاع ان سے جنگ کرنے کیلئے میدان میں آیا ان کے درمیان ایسی زبردست جنگ ہوئي اور ایسی کاری ضربیں ایک دوسرے کو لگائي کہ دونوں ہی قتل ہوگئے [۳۳] اس کے بعد ان کے فرزند عبداللہ نے فورا ہی اپنے والد کا پرچم اٹھالیا اور جہاد کیلئے آمادہ ہوگئے۔[۳۴]

حضرت عمار کی شہادت کا رد عمل

عمار یاسر اور ہاشم مرقال کی شہادت نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب کو بہت زیادہ غمگین و رنجیدہ خاطر کیا چنانچہ ان کی جدائي کا ایسا قلق و صدمہ ہوا کہ آپ نے ان کے سوگ

میں گریہ و زاری کرتے ہوئے چند اشعار بھی کہے جن کا مفہوم یہ ہے کہ : اے موت مجھے تجھ سے رہائی تو نصیب نہ ہوگی اور مجھے بھی اس زندگی سے نجات دے کیونکہ تونے تمام دوستوں کو مجھ سے چھین لیا ہے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تو میرے دوستوں کو خوب پہچانتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کسی راہنما کی مدد سے ان کی تلاش میں نکلتی ہے۔ (۳۵) لیکن اس کے ساتھ ہی اس شہادت نے باطل کے چہرے کو بے نقاب کردیا اور لشکر شام کے بہت سے سپاہیوں کا رادہ متزلزل ہوگیا چنانچہ ان میں سے بعض افراد کو جن میں عبداللہ بن سوید بھی شامل تھے رسول خدا ﷺ کی وہ حدیث یاد آگئي جو آپ ﷺ نے عمار کی شان میں فرمائي تھی اور ان پر یہ ظاہر ہوگیا کہ معاویہ ناحق اور باطل پر ہے اور اس کی یہ جنگ در اصل بغاوت تھی چنانچہ انہوں نے معاویہ کا ساتھ چھوڑ کر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ہمراہی اختیار کرلي۔

عمار کی شہادت نے سپاہ دشمن کو بھی اتنا متاثر کیا کہ اس کا حوصلہ بھی متزلزل ہوگیا چنانچہ عمروعاص نے اس کے اثر کو زائل کرنے کے خیال سے ایک بہانہ نکل ہی لیا اور یہ اعلان کردیا کہ "عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علی علیہ السلام ہیں کیونک انہوں علیہ السلام نے انھیں محاذ جنگ پر بھیجا تھا۔ (۳۶)

معاویہ نے بھی اس جرم کی پاداش میں کہ عمروعاص نے وہ حدیث نقل کی تھی جو رسول خدا ﷺ نے عمار کی شان میں بیان کی تھی اس کی بہت زیادہ سرزنش کی اور کہا کہ تم نے شام کے لوگوں کو میرے خلاف شورش پر آمادہ کیا ہے کیا ضروری تھا کہ تم نے جو رسول خدا ﷺ سے سنا تھا اسے یہاں بیان کرتے انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ وقت بھی آئے گا جب جنگ صفین بپا ہوگی جس روز میں نے یہ حدیث بیان کی تھی اس وقت عمار ہمارے اور تمہارے ہم خیال تھے اس کے علاوہ جو کچھ میں نے رسول خدا ﷺ سے سن کر بیان کیا تھا تم نے بھی اسے نقل کیا ہے اور اگر اس بات سے تمہیں انکار ہے تو خود ہی شام کے لوگوں سے دریافت کرلو معاویہ کو پہلے سے بھی زیادہ طیش آیا اور اس نے عمروعاص کو بہت زیادہ سخت و سست کہا۔ (۳۷)

سوالات

۱_ جب بعض سپاہی محاذ جنگ سے فرار کر گئے تو حضرت علی علیہ السلام نے کیا اقدام کیا اور انہیں علیہ السلام کس حد تک اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی؟

۲_ مالک اشتر کا جنگ صفین میں کیا کردار رہا مختصر طور پر بیان کیجئے؟

۳_ معاویہ کا غلام حریث کس طرح فریفتہ ہوا اور وہ کس کے ہاتھوں مارا گیا؟

۴_ جنگ ختم کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے سامنے کونسی تجویز رکھي؟

۵_ معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں تزلزل پیدا کرنے کیلئے محاذ جنگ پر حضرت امام حسن علیہ السلام کے سامنے کیا تجویز پیش کی اس پر حضرت حسن علیہ السلام کا کیا رد عمل ظاہر ہوا؟

۶_ سپاہ اسلام کے فرمانداروں پر عمار کو کیا خصوصیت و برتری حاصل تھي؟

۷_ شام کی سپاہ پر عمار کی شہادت کا کیا اثر ہوا اس کے بارے میں ایک تاریخی مثال پیش کیجئے؟

۸_ عمار کی شہادت کا اثر زائل کرنے کے لئے عمرو عاص نے کیا ترکیب نکالي؟

حوالہ جات

١_ وقعہ صفین ص ٢٥٣ و ٢٥٠

٢_ شاید اس آیت کی جانب اشارہ ہے ﴿یا ایھا الذی آمنوا اذا لقیتم الذین کفرو ازحفا فلا تولوا ھم الادبار و من یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او منحیزا الی فئة فقد باء بغضب من اللہ و ماواہ جھنم و بئس المصیر﴾ (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرو جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسرے فوجی دستہ سے جا ملنے کے لئے تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے سورہ انفال آیہ ١٣_١٥

٣_ وقعہ صفین ص ٢٥٦، کامل ابن اثیر ج ٣ ص ٣٠٣ ، تاریخ طبری ج ٥ ص ٢٥ ، شرح ابن ابی الحدید ج ٥ ص ٢٠٣

٤ و ٥_ وقعہ صفین ٢٥٥_٢٥٤

٦_ وقعہ صفین ٢٥٥_٢٥٤

٧_ کامل ابن اثیر ج ٣ ص ٣٠٢ ، تاریخ طبری ج ٥ ص ٢٣

٨_ وقعہ صفین ص ٢٥٤_٢٥٣ " الا لیستحیي الرجل ان ینصرف لم یقتل و لم یقتل؟

٩_ وقعہ صفین ٢٤٣ ، شرح ابن ابی الحدید ج ٥ ص ١٩٥ (١٠) وقعہ صفین ص ٢٤٢ ، شرح ابن ابی الحدید ج ٥ ص ٢١٥

١١_ و اللہ ما بارز ابن ابی طالب رجلا قط الا سقی الارض من دمہ

١٢_ وقعہ صفین ص ٢٧٤_٢٧٥_٣١٦ ، شرح ابن ابی الحدید ج ٥ ص ٢١٨_٢١٧ ، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تاریخ کے اس حصے میں حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کا اپنی سپاہ کے ساتھ جو رویہ رہا اسے مورخین نے مختلف طوار سے بیان کیا ہے انہوں نے لکھا ہے حضرت علی علیہ السلام کتنی ہی مرتبہ محاذ جنگ پر تشریف لے گئے اور آپ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کی مدد بھی کی مگر اس کے بر عکس معاویہ کی یہ پوری توجہ اپنی جان کی حفاظت کی جانب رہی اس واقعے کے ضمن میں جو اوپر گذرا ہے معاویہ نے عمرو عاص سے کہا تھا کہ : کیسی نادانی کی باتیں کرتے ہو قبائل عَکّ اشعریان اور جذام کے ہوتے ہوئے میں علی علیہ السلام سے نبرد آزمائی کروں ، وقعہ صفین ٢٧٥

١٣_ شرح ابن ابی الحدید ج ٦ ص ٣١٤_٣١٣ ، وقعہ صفین ٣٢٤_٣٢٣ ، وقعہ صفین میں نقل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے

جب عمرو عاص پر ضرب کاری لگائی اور وہ اس کی تاب نہ لاسکا تو اس نے یہ بدترین راہ اختیار کی۔

۱۴_ وقعہ صفین ۴۱۸_۴۱۷

۱۵_ وقعہ صفین ص ۲۹۷

۱۶_ وقعہ صفین ۴۷۸_۴۷۷

۱۷_ وقعہ صفین ص ۴۷۵ ، لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۲ پر اور شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۲۴۹ میں درج ہے کہ اس وقت اکثر سپاہ نے نماز اشاروں سے پڑھی۔

۱۸_ نہج البلاغہ خ ۱۹۸ ، (فیض)

۱۹_ لغت میں ہریر کے معنی اس آواز کے ہیں جو سردی پڑنے کی وجہ سے کتے سے نکلتی ہے چونکہ اس شب شدید جنگ جاری تھی اور فریقین کے گھڑ سوار ایک دوسرے کے سر پر چیختے تھے اس لئے اس رات کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں (معجم البلدان ج ۵ ص ۴۰۳ ، مجمع البحرین ج ۳ ص ۵۱۸ مادہ ہرر

۲۰_ نصر بن مزاحم نے وقعہ صفین ص ۴۷۵ میں اس دن اور رات کے دوران قتل ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار افراد بیان کی ہے۔

۲۱_ وقعہ صفین ص ۳۲۰ ، شرح ابن ابی الحدیدج ۵ ص ۲۵۳

۲۲_ حضرت عمار سے متعلق احادیث نبوی کے بارے میں مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہوں معجم رجال الحدیث ج ۱۲ ص ۲۶۷ ، طبقات ابن سعدج ۳ ص ۱۸۷، استیعاب ج ۲ ص ۴۳۶ ، اور وقعہ صفین ص ۳۴۳_۳۴۲

۲۳_"یلتقی اهل الشام و اهل العراق و فی احد الکتیبیتین الحق و امام لهدی و معه عمار بن یاسر

۲۴_ وقعہ صفین ص ۳۴۰_۳۳۳

۲۵_و الله ان هذه الرایة قاتلها ثلاث عرکات و ما هذه بار شدهّن (وقعہ صفین ص ۳۴۰)

۲۶_ این من یبتغی رضوان ربہ و لایؤب الی مال و لا ولد

۲۷_ وقعہ صفین ص ۳۲۶

۲۸_ وقعہ صفین ص ۳۲۸

۲۹_ وقعہ صفین ص ۳۳۱_۳۳۰

۳۰_یہاں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا اشارہ حضرت مرقال کی جانب تھا کیونکہ وہ ایک آنکھ سے محروم تھے_

۳۱_ وقعہ صفین ص ۳۲۸

۳۲_ انھیں مرقال اس بنا پر کہا جاتا تھا کہ وہ بہت چست و چالاک اور تیز رفتار تھےچونکہ ان کی آنکھ جاتی رہی تھی اسے لئے انھیں اعور بھی کہا جاتا تھا_

۳۳_ وقعہ صفین ۳۴۷_ ۳۳۶

۳۴_ وقعہ صفین ۳۵۵

۳۵_الا ایها الموت الذی لست تارکی ارحنی فقد افنیت کل خلیل

اراك بصیرا بالذین احبهمکانك تنحو محوه بدلیل

۳۶_تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۱

۳۷_ وقعہ صفین ۳۴۵

بارھواں سبق

قاسطین (جنگ صفین) ۴

نجات کیلئے کوشش

آخری فریب

سپاہ عراق کا رد عمل

سپاہ عراق میں نظریاتی اختلاف

مالک کا واپس آنا

سرکشوں کی سرزنش

نفاق و حماقت کے خلاف جد و جہد

حکمیت و ثالثی کی دعوت

معاویہ کی جانب

حکمین کا انتخاب

سوالات

حوالہ جات

نجات کے لئے کوشش

سپاہ اسلام کی جانب سے معاویہ اور عمروعاص کو جب پے در پے شکستیں ہوئیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ امیرالمومنین حضرت علي علیہ السلام کے لشکر کی تاب نہیں لاسکتے اور ان کی شکست فاش ہونے میں زیادہ دیر نہیں ۔ اسی لئے انہوں نے جنگ سے نجات پانے اور اپنے مقام و حیثیت کے تحفظ کی خاطر کوشش شروع کردي۔ سب سے پہلے انہوں نے عراق کے لشکر کے بعض سرداروں کو پیغامات بھیجے اور ان سے جنگ ترک کرنے کی درخواست کی معاویہ نے اپنے بھائي عتبہ کو جو نہایت ہی فصیح بیان اور چرب زبان آدمی تھا حکم دیا کہ وہ علی علیہ السلام کے سردار لشکر اشعث بن قیس سے ملاقات کرے اور جنگ و جدل ختم کرنے کیلئے اسے آمادہ کرے۔

عتبہ نے اشعث سے ملاقات کی اور خوب مدح سرائي کرنے کے بعد کہا کہ : آپ عراق اور یمن کے لوگوں کے سردار ہیں۔ آپ کی عثمان سے نہ صرف قرابت داری تھی بلکہ آپ ان کی فوج کے فرماندار بھی تھے حضرت علی علیہ السلام کے دیگر اصحاب کے برخلاف آپ طائفہ شام کے لوگوں کی حمیت و غیرت اور ان کے جذبہ ناموس کی خاطر جنگ و جدل میں حصہ لے رہے ہیں۔

آخر میں اس نے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا اور کہا: جنگ انتہائي پر خطر صورت اختیار کرچکی ہے ہم آپ سے یہ تو نہ کہیں گے کہ آپ حضرت علی علیہ السلام سے کنارہ کشی اختیار کرلیجئے البتہ اس بات کے متمنی ہیں کہ اس جنگ کا اب کسی طرح خاتمہ ہوجائے تاکہ سپاہ مزید ہلاک نہ ہو۔

اشعث نے عتبہ کی تعریف و ستائشے کا جواب دیتے ہوئے اس کے اس بیان کی تائید کی کہ اس کی جنگ شام کے لوگوں سے ایمان و عقیدے کی بنیاد پر نہیں بلکہ میں اہل عراق کی حمایت اس بنا

پر کر رہا ہوں کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے گھر کی خود حفاظت کرے اس نے جنگ ختم کرنے کے سلسلے میں بھی انھیں منفی جواب نہ دیا اور کہا کہ : میرے نظریئے کا اعلان جلد ہی کردیا جائے گا_(۱)

اس ملاقات کے ذریعے عتبہ کو اتنی کامیابی تو ہوگئي کہ اس نے اشعث کے ذہن میں صلح کا میلان پیدا کردیا اور جو تجاویز و پیشنہادات بعد میں وقوع پذیر ہوں گی ان کے اجراء نیز سپاہ عراق میں س کی تشہیر و ترویج کیلئے ایک موثر عامل کے طور پر اسے آمادہ کرلیا گیا ہے_

معاویہ نے یہ بھی حکم دیا کہ عتبہ اور اشعث کے درمیان جو ملاقات ہوئي ہے نہ صرف اسے بلکہ جو گفتگو ان دونوں نے کی ہے اسے حرف بحرف سپاہ عراق کے درمیان منتشر کردیا جائے_ عمرو سے کہا کہ وہ ابن عباس کو بھی خط لکھے عمروعاص نے خط اس طرح لکھا ... علي(ع) کے بعد چونکہ آپ ہی اس جماعت کے سرور و سردار ہیں اسی لئے جو گذر گیا اسے فراموش اور آئندہ کے بارے میں غور و فکر کیجئے_ خدا کی قسم اس جنگ نے ہم پر اور تم پر زندگی حرام اور صبر و تحمل کی تاب تمام کردی ہے یہ جان لیجئے کہ عراق اور شام کو بیک وقت جب ہی قابو میں لایا جاسکتا ہے جب کہ ان میں سے ایک نیست و نابود ہوجائے طرفین کیلئے صلاح اس امر میں ہرگز نہیں کہ حریف مقابل ہلاک ہوجائے ہمارے اور تمہارے درمیان ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہیں جنگ و جدل پسند نہیں_ آپ مشیر و امین ہیں لیکن اشتر سنگدل انسان ہیں اور یہ مناسب نہیں کہ انھیں مشورے میں شریک کیا جائے_

ابن عباس نے یہ خط حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کردیا جسے دیکھ کر آپ علیہ السلام کو ہنسی آگئي اور فرمایا کہ : اس "عمرو عاص" کو خدا غارت کرے معلوم نہیں کہ اسے کس چیز نے اس بات کیلئے مجبور کیا کہ وہ تم سے اس قسم کی توقع رکھے؟ اور اس کا جواب دینے کیلئے حکم دیا ابن عباس نے عمروعاص کو واضح و مدلل جواب دیا اور اس کی امیدوں پر قطعی پانی پھیر دیا_(۲)

آخری فریب

معاویہ کو اتنی کامیابی تو ہو ہی گئي تھی کہ وہ ایسا میدان ہموار کرلے جس کے ذریعے وہ سپاہ عراق کے درمیان اپنے آخری جنگی حربے کو بروئے کار لاسکے۔ اس نے چونکہ سن لیا تھا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے تمام اہل لشکر کے درمیان یہ فرمایا ہے کہ: کل جنگ کو یک طرفہ کردیا جائے گا اسی لیے اس نے عمروعاص سے کہا کہ بس یہی ایک رات ہے جس میں ہم کچھ کر سکتے ہیں کل جنگ یک طرفہ ہوجائے گی اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: آپ کے جوانوں میں نہ تو ان جوانوں کا مقابلہ کرنے کی تاب و طاقت ہے اور نہ ہی آپ علی علیہ السلام کے مثل و مانند ہیں وہ دین کی خاطر جنگ کر رہے ہیں اور آپ دنیا کے لئے۔ آپ زندگی و بقاء کے متمنی ہیں اور وہ شہادت کے خواہشمند۔ عراق کے لوگوں کو آپ کے غالب آنے کا خوف و ہراس ہے مگر شام کے عوام حضرت علی علیہ السلام کی فتح و کامرانی سے خوش و خرم ہیں لیکن میں ایک مشورہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ ان کے سامنے ایسی تجویز پیش کردی جائے کہ جس کو وہ قبول کرلیں یا اسے رد کردیں ان کے درمیان اختلاف راہ پا سکے۔ انہیں یہ دعوت دیجئے کہ قرآن ہمارے درمیان ثالث و حکم ہے۔ اوریہی ایسی راہ ہے جس کے ذریعے آپ کامیاب ہوسکتے ہیں میں نے اس حربے کو ہمیشہ اس خیال کے پیش نظر التواء میں رکھا تاکہ اسے بوقت ضرورت بروئے کار لایا جاسکے معاویہ نے اس کے اس نظریے کو پسند کیا۔ (۳)

اشعث بن قیس نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے اس بیان کی پیروی کرتے ہوئے کہ دشمن آخری چند سانس لے رہا ہے کہا ... میں کل ان پر حملہ کروں گا تاکہ بارگاہ خداوندی میں ان کا محاکمہ کیا جائے (۴) اس نے اپنے طائفہ "کندا" کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: اے مسلمانو: تم دیکھ رہے ہو کہ تم پر کیا گزر گئي ہے کتنے عرب ہلاک ہوچکے ہیں خدا کی قسم میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا منحوس دن نہیں دیکھا جو حاضر ہیں وہ غائب لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ اگر کل کا دن بھی اسے طرح گذرا تو عربوں کی نسل نیست و نابود ہوجائے گی عورتوں اور بچوں کے

سرپر کوئی وارث نہ رہے گا_

معاویہ کے جاسوسوں نے اشعث کے اس بیان کو اس تک پہنچا دیا معاویہ نے اس کے اس بیان کو اپنی جنگی سازش کی بنیاد اور نیرنگی فکر کا محور بنا لیا اس نے اشعث کے بیان کی تائید کرتے ہوئے حکم دیا کہ آدھی رات کے وقت عراقیوں کے درمیان بلند آواز سے کہیں کہ "اے عراقیو اگر ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو قتل کرے گا تو ہماری عورتوں اور اولاد کا کون ولی و وارث ہوگا اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے کم از کم اس کی حفاظت کی جائے_ (۵)

بروز جمعہ (یوم الہریر) مالک اشتر کے حملے دشمن پر مسلسل جاری تھے یہاں تک کہ ان کے سپاہی تھک گئے چنانچہ انہوں نے اپنی سپاہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: میں تمہارے لئے خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس لئے کہ (اگر زندہ بچ گئے) تو باقی دنوں میں اپنے گلے کا دودھ دوہیا کروگے (۶) اس کے بعد انہوں نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور پرچم کو "حیان بن ہوذہ" سے لے کر زمین میں گاڑدیا_ اور باآواز بلند یہ کہتے ہوئے سپاہ کے درمیان پہنچ گئے کہ: تم میں سے کون حاضر ہے کہ اپنی جان کا خدا سے معاملہ کرے اور اشتر کے شانہ بشانہ جنگ کرے تا کہ اسے یا تو فتح و نصرت نصیب ہو یا شہادت اس تقریر کے بعد بہت سے سپاہی ان کے گرد جمع ہوگئے اور ان کے ہمراہ دشمن پر حملہ آور ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے سپاہ شام کو دھکیل کر ان کی قرار گاہ لشکر تک پہنچا دیا لیکن یہاں پہنچ کر انھیں دشمن کا سخت مقابلہ کرنا پڑا چنانچہ اس مقابلے میں مالک کے پرچمدار شہید بھی ہوگئے_

حضرت علی علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ فتح و کامیابی مالک کے قدم چومنا چاہتی ہے تو آپ علیہ السلام نے ان کی مدد کیلئے سپاہ کی ایک جماعت روانہ کی_ (۷)

مالک کی سرشکن ضربات اور دشمن کے ٹھکانہ پر مسلسل یورش سے یہ خوشخبری مل رہی تھی کہ فتح و نصرت جلد ہی نصیب ہونے والی ہے شام کے ضعیف و عمر رسیدہ لوگوں کے لبوں پر یہ صدا بلندتی اللہ اللہ فی الحرمات من النساء و البنات (۸) (خدا کیلئے اپنے عورتوں اور بیٹیوں کا

توکچھ توخیال و پاس کرو)

معاویہ نے اپنے لشکر کی جب یہ زبوں حالی دیکھی اور یہ یقین ہوگیا کہ شکست میں قطعا شک نہیں تو اس نے عمروعاص سے کہا کہ : ہم تو اب فنا ہوا چاھتے ہیں کہاں ہے وہ تمہارا آخری حربہ[۱۹] یہ سن کر عمروعاص نے باآواز بلند کہا کہ : اے لوگو تم میں سے جس کے پاس بھی قرآن مجید ہے اسے نیزے کی نوک پر حمائل کردو_ تقریبا پانچ سو قرآن نیزوں پر آگئے اس کے ساتھ لوگوں کو چیخ و پکار بھی شروع ہوگئي کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن حاکم وثالث ہے اگر ہمیں قتل کردو گے تو شام کی سرحدوں کی کون نگرانی و حفاظت کرے گا[۱۰]

سپاہ عراق کا رد عمل

عراق کے بعض سپاہیوں پر دشمن کے حیلہ و نیرنگ اور اس کے پر فریب ،ہیجان انگیز نعروں کا جادو چل گیا (بالخصوص اشعث جیسے سرداروں پرچونکہ ان کے دل معاویہ کی جانب مایل تھے اسی لئے ان کا شمار امیرالمومنین حضرت علی ؑ کے منافقین میں ہوتا تھا) چنانچہ انہوں نے لوگوں کو مشتعل کرنا شروع کردیا تا کہ وہ دشمن کے دام فریب میں آجائیں اور اسی لئے انہوں نے باآواز بلند یہ کہنا شروع کردیا کہ "تمہاری دعوت کتاب خدا ہم نے قبول کر لیا ہے آؤ ہم اسی طرف چلیں"[۱۱]

امیرالمومنین حضرت علی ؑ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنی سپاہ کے افکار روشن کرنے اور دشمن کے حیلہ و نیرنگ سے باخبر کرنے کی خاطر فرمایا کہ " اے بندگان خدا اسی طرف چلتے رہو دشمن سے جہاد کرتے ہوئے حقیقت و حقانیت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو معاویہ، عمروعاص اور ابن ابی معیط ... کو دین و قرآن سے کوئي سروکار نہیں میں ان لوگوں کو تم سے بہتر جانتا ہوں ان کے بچپن سے سن رسیدہ ہونے تک میرا سابقہ رہا ہے یہ اپنے وقت کے بدترین بچے اور بدترین مرد رہے ہیں اگر یہ لوگ قرآن کی عظمت سے واقف ہوتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تو ان کو نیزوں

پر نہ چڑھاتے۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں سب نیرنگ و نفاق ہے۔(۱۲)

اس سے قبل یہ واقعہ رونما ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس خط میں جو معاویہ کو لکھا تھا یہ پیشین گوئی کردی تھی گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حوصلہ شکن ضربات، بے حد و اندازہ کشت و خون اور یقینی شکست و ریخت کے بعد تم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کتاب اللہ کی جانب آنے کی دعوت دو گے چنانچہ جو لوگ اس دعوت کی دہائی دیں گے وہ کافر ہوں گے یا منافق یا حق سے روگرداں (۱۳) دشمن کی اس سازش کو ناکام کرنے اور سپاہ فریقین کے افکار بیدار کرنے کی خاطر حضرت علی علیہ السلام نے حضرت سعید کو قرآن کے ساتھ شامیوں کی جانب روانہ کیا اور انھیں حکومت قرآن کی دعوت دي۔

سپاہ عراق میں نظریاتی اختلاف

حضرت علی علیہ السلام کی تقاریر و تنبیہات کا اثر چند ہی لوگوں پر ہوا ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جنہوں نے ضد اختیار کر لی تھی اور ان کا اس بات پر اصرار تھا کہ جنگ ترک کردی جائے چنانچہ انہوں نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا: اس جنگ نے ہمیں نگل لیا اس میں ہمارے تمام مرد مارے گئے ان کی دعوت کو قبول کر لو ورنہ سب مارے جاؤ گے۔

جو لوگ اس حق میں تھے کہ جنگ جاری رہے ان میں مالک اشتر پیش پیش تھے۔

ان کی دلیل یہ تھی کہ معاویہ کے پاس اب اپنی فوجی طاقت کا دم خم نہیں جب کہ ہماری فوجی طاقت بہت زیادہ ہے اور ہم میں حوصلہ مندی ہے اگر اس کے پاس تمہاری جیسی فوجی طاقت ہوتی تو وہ ہرگز جنگ سے روگرداں نہ ہوتا(۱۴)

جنگ کو جاری رکھنے کے حامیوں میں دوسرے شخص "عدی بن حاتم" تھے انہوں نے کہا کہ ہرچند ہماری سپاہ کا کشت و خون ہوا ہے اور ان میں سے بہت سے مجروح بھی ہوئے ہیں مگر حق کی پاسداری کر رہے ہیں اس لئے ہم اہل شام زیادہ ثابت قدم وپائیدار ہیں اب وہ لوگ زبوں و ناتواں ہو چکے ہیں ضروری ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے اور ہم ان سے جنگ

کریں۔[۱۵]

انہی افراد میں سے "عمرو بن حمق" اپنی جگہ سے اٹھے اور کہنے لگے: اے امیر المومنین علیہ السلام ہم نے آپ کا ساتھ باطل کی خاطر نہیں دیا ہے بلکہ ہم راہ خدا میں اور حق قائم کرنے کی غرض سے آپ کے دوش بدوش رہے ہیں اب کام اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے اور ہم بھی آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں[۱۶]...

اس جماعت کے مقابل اشعث کھڑا تھا اور کہنے لگا اے امیر المومنین علیہ السلام ہم آپ کے آج بھی وہی جاں نثار دوست ہیں جو کل تھے لیکن کام کا انجام آغاز سے مختلف ہے مجھ سے بڑھ کر کوئي اہل عراق کا دوست او مجھ سے بدتر کوئي شامیوں کا دشمن نہیں انہوں نے جب کلام اللہ کی دعوت دی ہے تو قبول کر لیجئے کیونکہ اس کیلئے آپ ان سے کہیں زیادہ اہل و لائق ہیں لوگ اپنی زندگی و بقاء کے متمنی ہیں ہلاکت و تباہی انھیں پسند نہیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اس خیال کے پیش نظر کہ لشکر کے درمیان ہم آہنگی برقرار رہے اور ان کے درمیان کوئي اختلاف و اشتعال پیدا نہ ہو پہلے تو خود سے ہی کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں غور کیا جانا چاہیئے[۱۷] لیکن جیسے ہی ہر گوشہ و کنار سے صلح کے بارے میں دبی دبی آوازیں آنے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ: اے بندگان خدا اس میں کوئي شک نہیں کہ کلام اللہ کی دعوت قبول کرنے کیلئے میں آپ سے زیادہ لائق و اہل ہوں مگر دین و قرآن کے معاملے میں معاویہ اور عمرو عاص کی بات الگ ہے... ان کا قول اگرچہ کلمہ حق ہے مگر اس کے پس پردہ جو ارادہ کار فرما نظر آتا ہے وہ باطل ہے قرآن کو نیزے پر چڑھانا معرفت اور ایفائے عہد کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ بھی حیلہ و نیرنگ اور ایک بہانہ ہے تم صرف ایک گھنٹے کے لئے اپنے دست و بازو اور سر میرے حوالے کر دو تو جلد ہی یہ دیکھو گے کہ حق اپنے آشکارہ نتیجے پر پہنچ چکا ہے اور ستمگروں کی بیخ کنی ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں۔

لیکن اشعث نے جب یہ دیکھا کہ اس کی بات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور یا اس پر عمل ہونا

مشکل و محال نظر آتا ہے تو یہ بات اس کیلئے ناقابل برداشت ہوگئي چنانچہ وہ سپاہ کی جانب روانہ ہوا تا کہ اپنے اس نظریے کا ان کے درمیان پرچار کر سکے چنانچہ اس نے اس بات پر سب سے زیادہ زور دیا کہ جنگ بند کردی جائے اور یہ بات اس نے ان حساس لمحات میں کہی جب کہ جنگ کی چکی مالک اشتر کے ہاتھ میں گھوم رہی تھی اور دشمن گیہوں کے دانوں کی مانند ان کی سرشکن ضربات کے باعث پس رہے تھے وہ میدان کارزار میں حق کو روشن اور فتح و نصرت کو آشکار کرنا چاہتے تھے دشمن کے آخری محاذ کو زیر و زبر کرنے میں بھی اب چند قدم کا ہی فاصلہ رہ گیا تھا۔

شامیوں کی زندگی اب معاویہ اور عمروعاص کے باریک تار امید سے وابستہ تھی وہ سراسیمہ و پریشان معاویہ کے سر پر کھڑے چلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے معاویہ ایسا لگتا ہے کہ اہل عراق ہماری دعوت قبول کرنے کو تیار نہیں اپنی اس تجویز کو ان کے سامنے دوبارہ رکھیے تم نے یہ دعوت دے کر دشمن کو جرات مند و گستاخ کردیا ہے اور لالچ و حرص نے تم کو گھیر لیا ہے[۱۸]۔

دوسری طرف اشعث کی کوشش کے باعث تقریبا دو ہزار آہن پوش افراد سلاح بدست اور شمشیر بدوش ان قاریان قرآن کی جماعت کے ہمراہ جن کو بعد میں جزو خوارج کہا گیا" مسطر بن فدکي" اور "زید بن حصین" کی قیادت میں حضرت علی علیہ السلام پر حملہ آور ہوئے وہ آپ کو بار بار ضدی و خودسر کہے جا رہے تھے۔

انہوں نے پہلی مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کو امیرالمومنین علیہ السلام خطاب کرنے کے بجائے یہ کہ کہا اے علی انہوں نے کلام اللہ کی دعوت دی ہے تم اسے قبول کر لو ورنہ ہم تمہیں بھی عثمان کی طرح قتل کروائیں گے اور ہم خدا کو شاہد بنا کر کہتے ہیں کہ ہم یہ کام کر گزریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ: افسوس تمہاری حالت پر میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے قرآن کی دعوت دی اور میں ہی پہلا فرد ہوں جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا میرے لئے یہ کسی طرح بھی شائستہ و سزاوار نہیں کہ حکمیت قرآن کی دعوت دی جائے اور میں اسے قبول نہ کروں میں ان سے اس لئے جنگ کر رہا ہوں کہ وہ حکم قرآن کے آگے اپنی گردنیں خم کردیں کیونکہ انہوں نے حکم

خداوندی سے روگردانی کی اور اس کے احکام سے عہد شکنی کر کے اس کی کتاب سے منحرف ہوگئے ہیں میں بار بار تمہارے سامنے یہ اعلان کر چکا ہوں کہ ان کا ہرگز یہ ارادہ نہیں کہ احکام الہی پر عمل پیرا ہوں بلکہ اپنے اس اقدام سے وہ تمہیں فریب دے رہے ہیں میں نے جو کچھ کہا اور وہ بات جو تم کہہ رہے ہو اس پر غور کرو اگر میری اطاعت مقصود ہے تو جنگ کرو اور اگر میرے حکم کی خلاف ورزی منظور ہے تو تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ (۱۹)

انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے بیان کی جانب توجہ کئے بغیر کہا کہ اشتر کو حکم دیجئے کہ وہ جنگ سے دست بردار ہو کر واپس آجائیں۔ (۲۰)

مالک کا واپس آنا

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ناگزیر یزید بن ہانی کے ذریعے مالک کو پیغام بھجوایا کہ واپس آجائیں۔ مالک اس وقت دشمن کی استقامت و پایداری کو کاری ضرب لگا چکے تھے اور فتح و نصرت ان کے قدم چوم لینا چاہتی تھی انہوں نے جواب دیا کہ: یہ وقت مجھے اپنے موقف سے دور کرنے کیلئے مناسب نہیں مجھے خداوند تعالی کی ذات سے امید ہے کہ فتح و کامیابی حاصل ہوگی میرے بارے میں آپ جلدی نہ کیجئے انہوں نے مالک کا پیغام حضرت علی علیہ السلام کو پہنچا دیا انہی لمحات کے دوران میدان کارزار میں گرد و غبار بلند ہوا اور نبرد آزما سپاہ کی پر جوش و خروش صدائیں سنائي دیں اب مالک اشتر کی فتح و نصرت اور شامیوں کی شکست فاش نمایاں ہوچکی تھي۔

لیکن فتح و نصرت کی ان علامتوں سے کوئي بھی علامت ان سرکشوں کو جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا ضد پر سے نہ روک سکی وہ غضبناک ہو کر چیخے اور کہنے لگے کہ یقینا آپ نے مالک کو یہ حکم دیا ہے کہ آتش جنگ کو مزید بر افروختہ کریں اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ: افسوس تمہاری حالت پر کیا میں نے تمہارے سامنے قاصد مالک کی جانب روانہ نہیں کیا جو بات روشن و آشکارا میں نے کہی تھی کیا وہ تمہارے کانوں تک نہیں پہنچي؟ انہوں نے کہا: دوبارہ یہ

پیغام بھجوائے کہ وہ واپس آجائیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہم آپ سے قطع تعلق کرلیں گے حضرت علی ؑ نے دوبارہ یہ پیغام بھیجا کہ یہاں فتنہ بپا ہے تم واپس آجاؤ اشتر نے قاصد سے پوچھا کیا یہ شور و غوغا قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کے باعث بپا ہوا ہے؟ قاصد نے جواب دیا ہاں اس کی وجہ یہی ہے اس پر مالک نے کہا کہ خدا کی قسم جس وقت قرآن کو نیزوں پر لایا گیا تھا مجھے اسی وقت یہ گمان گذرا تھا کہ اختلاف و تفرقہ پیدا ہوگا یہ طرح ریزی و نقشہ کشی اس غیر معمولی ذہنی کی پیدا وار ہے جس کا نام عمروعاص ہے۔

اس کے بعد انہوں نے یزید بن ہانی سے کہا کہ: کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ خداوند تعالی نے ہمیں فتح و کامیابی عطا فرمائي ہے کیا اس وقت یہ مناسب ہے کہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دوں اور واپس چلا آجاؤں ؟ یزید بن ہانی نے کہا کہ : کیا آپ یہ چاھتے ہیں کہ اس محاذ جنگ پر تو آپ کامیاب ہوجائیں اور ادھر آپ امیرالمومنین ؑ کو دشمن کے حوالے کردیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ " سبحان اللہ آپ نے یہ کیا بات کہی خدا کی قسم میں ایسا ہرگز چاھوں گا یہ کہہ کر وہ میدان کارزار سے واپس آگئے۔ (۲۱)

سرکشوں کی سرزنش

مالک جب میدان کارزار سے واپس آگئے تو وہ ان لوگوں پر غضبناک ہوے جنہوں نے حضرت علی ؑ کو گھیر رکھا تھا اور کہا: اے مذلت پذیر سست عنصر لوگو تمہیں غالب و فاتح دیکھ کر دشمن نے حکمیت قرآن کی دعوت دی ہے کیا دعوت دینے کیلیے یہی وقت رہ گیا تھا خدا کی قسم انہوں نے احکام الہی و قرآن اور سنت کو پامال کیا ہے اس لئے تم ان کی دعوت قبول نہ کرو مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں یہاں سے جاؤں اور واپس چلا آؤں میں فتح و کامیابی کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ : ایسا نہیں ہوسکتا مالک نے کہا کہ " کم ازکم مجھے اتنا ہی وقت دے دیا جائے جتنی دیر گھوڑے کو دوڑنے میں لگتی ہے انہوں نے جواب دیا کہ ایسے وقت میں ہم تمہارے ساتھ

شریک گناہ ہیں" اس پر مالک نے کہا کہ تم اپنی بات کر رہے ہو تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اپنے برگزیدہ لوگوں کو قتل کرا دیا اور جو پست فطرت تھے وہ زندہ ہیں ایسی حالت میں تم خود کو کس طرح حق پر سمجھ سکتے ہو؟ کیا اس وقت جب تم شامیوں کو قتل کر رہے تھے یا اس وقت جب کہ تم کشت و کشتار سے دستبردار ہوگئے ہو؟ دوسری صورت میں تمہیں یہ بات تسلیم کر لینی چاہیئے کہ تمہارے وہ عزیز جو قتل ہوئے تم سے بہتر و افضل تھے اگرچہ تم ان کی فضیلت سے انکار نہیں کر سکتے مگر اب وہ اپنی آگ میں خود جل رہے ہیں"

وہ لوگ جو مالک کی منطق و دلیل کا جواب نہ دے سکے انہوں نے کہا" کہ اب آپ ہم سے حجت و بحث نہ کیجئے کیونکہ ہم نے راہ خدا میں ہی جنگ کی تھی اور راہ خدا میں ہی اس جنگ سے دستکش ہو رہے ہیں آپ کی اطاعت ہرگز نہیں کریں گے بہتر ہے کہ آپ اپنی راہ لیں ..."

مالک نے چاہا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اس جنگ کو جو شامیوں سے ہو رہی تھی سرکشوں پر مسلط کردیں۔

لیکن انہوں نے چلانا شروع کردیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے حکمیت کو تسلیم کر لیا ہے قرآن کے حکم پر وہ راضی ہیں اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی چارہ نہیں اس پر اشتر نے کہا کہ اگر امیرالمومنین علیہ السلام نے حکمیت کو قبول کر لیا ہے تو میں بھی اس پر راضی اور خوش ہوں"

حضرت علی علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ سرکش لوگ آپ علیہ السلام ہی کی موجودگی میں دروغ گوئی سے کام لے رہے ہیں تو آپ علیہ السلام نے کوئی بات کہے بغیر نظریں زمین پر جھکا لیں (۲۲) لیکن جب سب لوگ خاموش ہوگئے تو آپ علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا کہ: تم جب تک مجھ سے متفق و ہم خیال تھے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ جنگ نے تمہیں زبوں و ناتواں کردیا خدا کی قسم جنگ کے زبونی و ناتوانی نے تمہیں پکڑ لیا ہے اور تمہیں تمھارے حال پر چھوڑ دیا ہے تمہیں یہ جان لینا چاہیئے کہ کل تک میں امیرالمومنین علیہ السلام تھا مگر آج میں حکم بجالانے کے لئے مامور ہوں کل تک مجھے اختیار تھا اور تمہیں حکم دے سکتا تھا مگر آج میں اس حکم سے محروم ہوں آج میرے حکم کو ٹھکرایا جا رہا ہے اس

لئے میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا"(۲۳)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام ان سے خطاب کرنے کے بعد تشریف فرما ہوئے قبائل کے سرداروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ان میں سے بعض جنگ کی حامی و طرفدار تھے اور بعض صلح کے متمنی و خواہشمند(۲۴)

نفاق و حماقت کے خلاف جدوجہد

اگرچہ سپاہ شام کی طرف سے یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ "ہم نے قرآن کے سامنے اپنے سر خم کردیئے ہیں اور تم بھی قرآن کی حکومت کو تسلیم کر لو" مگر عمل میں وہ لوگ در حقیقت قرآن کے حکم سے روگرداں تھے کیا اب تک امیرالمومنین علی علیہ السلام نے قرآن کے احکام کو تسلیم نہیں کیا تھا اور کیا آپ علیہ السلام کا عمل قرآن کے حکم کی بنیاد پر نہ تھا یا جیسے ہی سپاہ شام کے سرداروں نے قرآن کو نیزوں پر چڑھایا اور ظاہرداری سے کام لیا تو قرآن کا حکم بھی بدل گیا اور یہیں سے علی علیہ السلام کا راستہ قرآن سے علیحدہ ہوگیا؟ شامیوں نے در حقیقت اپنے اس عمل سے حق و عدالت کو نفاق کے پیروں تلے روند ڈالا۔

انہی لوگوں میں کچھ تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جنہوں نے اپنے ہادی و پیشوا کو نہ پہچانا انہوں نے اپنی حماقت و نادانی سے اپنی خواہشات ہی نہیں بلکہ دشمن کی خواہشات کو امیرالمومنین علیہ السلام پر مسلط کر کے ظلم و نفاق کی بنیادوں کو مضبوط کردیا جب کچھ کوتاہ فکر اور کج اندیش لوگ ان سے آکر مل گئے تو نفاق کی گرم بازاری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ ان حالات میں نفاق سے ٹکر لینا گویا اس وقت ایسا اقدام کرنا حماقت و نادانی سے پنجہ نرم کرنا تھا۔

امیرالمومنین علیہ السلام ایسی حساس صورتحال کے روبرو تھے جس میں ایک طرف منافق و مفادپرست لوگ قرآن کو نیزوں پر بلند کئے ہوئے تھے اور دوسری طرف وہ لوگ تھے جو بظاہر محاذ حق پر جنگ و جدال کر رہے تھے مگر اس کے ساتھ ہی امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام پر تلوار کھینچے کھڑے تھے

کہ حکم قرآن کو تسلیم کیجئے۔ اور وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھے کہ اس بارے میں قرآن کا صریح ارشاد ہے کہ "ان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداہما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفی الی امر اللہ"[۲۵] اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کیطرف پلٹ آئے۔

باغی و سرکش جانتے تھے کہ مسلمانوں کے قانونی و شرعی زمامدار امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں اور معاویہ آپ علیہ السلام سے باغی و برگشتہ۔ اسے چاہیئے کہ سرکشی سے دستبردار ہوجائے۔ حق کے سامنے گردن خم کردے۔ اور اگر ایسا نہیں تو حکم قرآن کے مطابق جنگ و جدال کریں۔

سرکشوں نے حیلہ و نیرنگ پر کاربند رہ کر قرآن کو تو نیزوں پر چڑھادیا مگر ان سے یہ نہیں کیا گیا کہ ہم امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ بلکہ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ انھیں کوئی ایسا موقعہ مل جائے جس کے ذریعے وہ اپنی یورش و سرکشی کو جاری رکھ سکیں مگر سپاہ عراق میں سے کچھ ظاہر بین اورکج اندیش افراد انجانے میں ان کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گئے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ رنج و افسوس کے علاوہ انہیں کچھ نہ ملا۔

حکمیت وثالثی کی دعوت

معاویہ نے سپاہ عراق کے درمیان اختلاف پیدا کرنے اور مسئلہ حکمیت کی پیش کش کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا کہ ہمارا اختلاف کافی طویل ہوگیا ہے اور دونوں طرف سے بہت زیادہ خون بہایا جاچکا ہے اور ڈر ہے کہ کہیں حالت پہلے سے زیادہ بدتر نہ ہوجائے اور اس کی ذمہ داری ہم دونوں پر ہوگی کیا آپ اس بات سے متفق ہے کہ لوگوں کی کشت و کشتار کو روکا جائے اور دینی اخوت و محبت برقرار ہوجائے۔

اس کی راہ یہی ہے کہ آپ اور میرے ہوا خواہوں سے دو معتبر حکم (ثالث) انتخاب کئے جائیں اور وہ کلام اللہ کی اساس و بنیاد پر فیصلہ کریں۔ کیونکہ ہمارے لیئے یہی بہتر ہے کہ خوف خدا کو دل میں رکھیں اور اگر اہل قرآن ہیں تو اس حکم کا پاس کریں۔ (۲۶)

معاویہ ایسا نافہم تو نہیں تھا کہ اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ حضرت علی علیہ السلام اس ظاہر سازی کا فریب نہ کھائیں گے اس نے اتنا یقینا سوچ ہی رکھا تھا کہ اس خط کا مضمون سپاہ عراق کے بعض کج اندیش او رمنافق افراد کے کانوں تک ضرور پہونچے گا اور وہ اس سے متاثر بھی ہوں گے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے مدلل بیان سے صریح الفاظ میں واضح و قطعی جواب دیتے ہوئے اسے لکھا کہ معاویہ تم مجھے حکمیت قرآن کی دعوت دے رہے ہو جبکہ تم اس سے کہیں دور ہو اور تم اس کتاب مقدس کو اپنا حکم بنانا نہیں چاہتے ہو ہم نے دعوت قرآن کو حکمیت کی بنیاد پر قبول کیا ہے نہ کہ تمہاری تجویز پر (۲۷)

معاویہ کی جانب روانگي

اشعث جو دستہ مخالفین اور صلح پسندوں کا سردار بنا ہوا تھا معاویہ کے خط کی تشہیر کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اورکہنے لگا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ شامیوں کی دعوت حکمیت سے خوش و خرم ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور اس سے پوچھوں کہ کیا چاہتے ہو۔ (۲۸)

کیا اشعث واقعی یہ نہیں جانتا تھا کہ معاویہ کیا چاہتا ہے آخر وہ کون سا مقصد تھا جس کی خاطر وہ معاویہ کے پاس جانے کی کوشش کر رہا تھا اسے ان تمام باتوں کا علم تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اب فیصلہ کرنے کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے وہ حضرت علی علیہ السلام کے ان الفاظ کو نہیں بھولا تھا جو آپ علیہ السلام نے چند لمحہ قبل فرمائے تھے کہ "میں کبھی امیر تھا مگر اب تابع و مامور ہوں لیکن اس کے باوجود اس نے حضرت علی علیہ السلام سے اجازت مانگی تاکہ وفد کے اراکین کے درمیان اس کی حیثیت ماموری

رہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اسے بہت بے اعتنائي سے جواب دیا کہ اگر چاھو تو معاویہ کے پاس جاسکتے ہو [۲۹] اشعث تو اس موقع کی تلاش میں تھا ہی اور خود کو اس نے وفد کا رہبر فرض کر لیا تھا وہ ظاہراً حضرت علی علیہ السلام کے نمائندے کی حیثیت سے معاویہ کے پاس گیا اور اس کے سامنے چند سوال پیش کئے معاویہ نے اس کے وہی جواب دیے جو وہ خط میں حضرت علی علیہ السلام کو لکھ چکا تھا۔

اس پر اشعث نے کہا یہ سب مبنی بر حق ہے اس کے بعد وہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس واپس آگیا۔

جب یہ خبر پھیل گئي کہ اشعث کو وفد کا سربراہ بنایا گیا ہے تو لوگوں نے بآواز بلند کہنا شروع کیا کہ: ہم اس حکم پر راضی ہیں اور ہمیں یہ منظور ہے۔

اس کے بعد شام و عراق کے لشکروں کے قاری یکجا جمع ہوئے اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حکم قرآن کو بحال کیا جائے۔ [۳۰]

حکمین (ثالثوں) کا انتخاب

یہ تو پہلے سے معلوم تھا کہ معاویہ کا حکم عمروعاص ہوگا اور شام کے لوگوں کو بھی اس کے انتخاب کئے جانے پر اتفاق ہوگا چنانچہ معاویہ نے بغیر کسی مشورے کے حکم مقرر کردیا اور اپنی سپاہ کو اپنے اس انتخاب کے ذریعہ مطمئن کردیا۔

عراق کے لوگ اپنے ہادی اور پیشوا کی حکم عدولی کے باعث اگرچہ تباہی اور ہلاکت کے دہانے تک پہنچ چکے تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے حکم کے انتخاب کے حق سے بھی امیر المومنین علیہ السلام کو محروم کردیا اشعث نے ان قاریان قرآن کے ہمراہ (جو بعد میں خوارج شمار کئے گئے) بلند کہنا شروع کیا کہ "ہم ابو موسی اشعری کو انتخاب کرتے ہیں اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ:

مجھے اس پر اتفاق نہیں کیونکہ میں انہیں اس کام کا اہل نہیں سمجھتا اشعث، زید بن حصین اور مسعر بن فدکی

نے قاریان قرآن کے ساتھ یک زبان ہوکر کہا کہ ہمارا انہیں پر اتفاق ہے کیونکہ وہیں ہیں جنہوں نے ہمیں اس جنگ کی مصیبت سے محفوظ رکھا اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ انتخاب منظور نہیں کیونکہ انہوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ لوگوں کو میری مدد کرنے سے منع کر رہے تھے اس کے بعد وہ فرار کر گئے چنانچہ کئي ماہ گذر جانے کے بعد میں نے انھیں امان و پناہ دي" میں اس کام کے لئے عباس کو اہل و شایستہ سمجھتا ہوں۔

لیکن وہ لوگ حسب سابق اپنی ضد پر قائم رہے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے آپ کے ہونے یا عباس کے ہونے میں ذرا فرق نہیں لیکن ہم یہ چاھتے ہیں کہ حکم ایسے شخص کو بنایا جائے جو آپ کی اور معاویہ کی طرف سے بے لاگ ہو اور اس کی نظر میں دونوں افرادیکساں و برابر ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں پھر مالک اشتر کو مقرر کرتا ہوں اس پر اشعث نے بلند آواز سے کہا کیا اشتر کے علاوہ کوئي اور شخص تھا جس نے ساری زمین میں آگ لگائي؟ اگر ہم ان کا نام منظور کرلیتے ہیں تو ہمیں ان کا پابند رہنا ہوگا حضرت علی علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ ان کا حکم کیا ہے سب نے ایک آواز ہو کر کہا یہ کہ شمشیر ہاتھ میں لیکر تمہارا اور اپنا مدعا حاصل کرنے کی خاطر جان تک کی بازی لگادیں۔

حضرت علی علیہ السلام کو انکی ضد اور خود سری پر طیش آگیا اور فرمایا کہ ابو موسی کے علاوہ کسی اور کو اپنا حکم تسلیم نہیں کروگے؟ انہوں نے کہا نہیں اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا جو چاھو وہ کرو[۳۱]

سوالات

۱_ معاویہ نے جنگ سے فرار کرنے اور اپنی حالت و حیثیت کی حفاظت کے لئے کیا اقدامات کئے؟

۲_ معاویہ اور عمرو عاص نے شکست سے نجات پانے کے خاطر کیا سازش کي؟

۳_ جب قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کیا گیا تو سپاہ عراق کا کیا رد عمل ظاہر ہوا؟

۴_ سپاہ عراق میں کون لوگ جنگ جاری رکھنے کے حق میں تھے اور کون اس مقصد کے لئے پیش پیش تھے؟

۵_ وہ لوگ کون تھے جنہوں نے فتح و نصرت کے آخری لمحات میں حضرت علی علیہ السلام کو جنگ بندی پر مجبور کیا؟

۶_ حکمیت کا مسئلہ پہلی مرتبہ کس کی طرف سے پیش کیا گیا ... حضرت علی علیہ السلام اور سرکش سپاہ کا حکم مقرر کرنے کے سلسلے میں کیا نظریہ تھا؟

حوالہ جات

۱_ وقعہ صفین ۳۰۹_۳۰۸

۲_ وقعہ صفین ۳۱۳_ ۳۰۹

۳_ وقعہ صفین ۳۷۷_۳۷۶

۴_ وقعہ صفین ۳۷۶ و لم يبق منهم الا آخر نفس ... انا غار عليهم بالغداة احاكمهم الى الله عزوجل

۵_ وقعہ صفین ۳۸۱_۳۸۰

۶_ اعيذكم باالله ان ترضعوا الغنم ساير اليوم یہ اس بات پر کنایہ ہے کہ اگر تمہیں فتح نصیب نہ ہو تو تمہاری حالت عورتوں جیسی ہوجائے گی جو چوپاؤں کا دودھ دوہا کرتی ہیں _

۷_ وقعہ صفین ۳۷۶_۳۷۵ ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۱_۳۱۵

۸_ وقعہ صفین ص ۳۷۹، مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹۰

۹_ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹۰ ہلم مخباتک یابن عاص فقد ہلکنا

۱۰_ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹۰ ایک قول کے مطابق لیلۃ الہریر میں ہی معاویہ کے جاسوسوں نے اشعث کی بات اس تک پہنچادی تھی چنانچہ اس کے بعد ہی معاویہ نے اس بات کا فیصلہ کیا تھا کہ قرآن کو نیزوں پر چڑھا دیا جائے وقعہ صفین ۳۸۱

۱۱_ نجيب الى كتابه الله عزوجل نتنيب اليه ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۸ ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۱۶ ، مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹۰

۱۲_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۸، مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹۱ کامل ج ۳ ص ۳۱۶

۱۳_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶ ص ۱۳۴

۱۴_ وقعہ صفین ۳۸۳_۳۸۲

۱۵_ وقعہ صفین ۳۸۳_۳۸۲

۱۶و۱۷_ وقعہ صفین ۳۸۳_۳۸۲

۱۸_ وقعہ صفین ۳۸۲

۱۹_فان تطعیونی فقاتلوا و ان تعصونی فاصنعوا ما بدالکم

۲۰_ ملاحظہ ہو، کامل ابن اثیرج ۳ ص ۳۱۷_ ۳۱۶ ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹ ، وقعہ صفین ۳۹۰_۳۸۹

۲۱_ وقعہ صفین ۳۹۱ _ ۳۹۰ کامل ج ۳ ص ۳۱۷ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹

۲۲_ وقعہ صفین ۳۹۱_۹۰ ، کامل ج ۳ ص ۳۱۷، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۰

۲۳_ وقعہ صفین ۳۸۳

۲۴_ وقعہ صفین ۳۸۵_۳۸۴

۲۵_ سورہ حجرات آیت ۸

۲۶_ وقعہ صفین ۳۹۳

۲۷_ وقعہ صفین ۳۹۳، نہج البلاغہ مکتوب ۳۸

۲۸_ وقعہ صفین ۳۹۹_۳۹۸

۲۹_ وقعہ صفین ۳۹۹

۳۰_ وقعہ صفین ص ۳۹۹

۳۱_ وقعہ صفین ۵۰۰_۳۹۹ ، کامل ابن اثیر ۳۱۹_۳۱۸

تیرھواں سبق

قاسطین (جنگ صفین)۵

خوارج کی نامزدگي

حکمیت کا معاہدہ

جنگ صفین کے عبرت آموز درس

جنگ کے نتائج

سرکشوں کی تشکیل و گروہ بندي

حضرت علی علیہ السلام خوارج کے درمیان

منافقین کی تحریک

سوالات

حوالہ جات

خوارج کی نامزدگی

ان سرکشوں اور باغیوں کی حماقتیں اور کوتاہیوں جو بعد میں (خوارج) کے نام سے مشہور ہوئے ایک دو نہ تھیں _ ان سے جو لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انہوں نے حاکم کا انتخاب صحیح نہیں کیا_ اگرچہ ان کا دعوی تو یہ تھا کہ انہوں نے غیر جانبدار شخص کو منتخب کرنے کی کوشش کی ہے_ مگر جس شخص کو انہوں نے اس کام کے لئے نامزد کیا اس کی عداوت و دشمنی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ تھی_ لیکن اس کے بر عکس معاویہ کو حق انتخاب اس شخص کیلئے دیا گیا کہ جو اس سے کہیں زیادہ مال و جاہ کا حریص اور اس کا فرمانبردار تھا_

ابو موسی وہ شخص تھا جس نے اس وقت جبکہ کوفہ کی فرمانروائی اس کے ہاتھ میں تھی اپنے پیشوا کے حکم سے سرتابی کی تھی اور جنگ جمل کے موقع پر لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی مدد سے منع کیا تھا_

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام نے انہیں ایک خط میں لکھا تھا کہ تمہاری طرف سے جو بات مجھ تک پہنچی ہے اس میں تمہارا نفع بھی ہے اور نقصان بھی_ جیسے ہی میرا پیغام رساں تمہارے پاس پہنچے تم اپنی کمر کس لینا_ اور اس پر مضبوطی سے پٹکا باندھ لینا_ اور اپنی کمین گاہ سے نکل کر باہر آجانا_ جو افراد تمہارے ساتھ ہیں انہیں بھی باخبر کردینا_ اگر میرے اس حکم پر عمل کرنا مقصود ہو تو قدم آگے بڑھانا_ اگر خوف غالب ہو اور سستی تمہارے وجود سے عیاں ہوتی ہو تو کہیں اور نکل جانا_ خدا کی قسم تمہاری گیلی اور سوکھی ہر لکڑی کو جلا کر خاک کردوں گا_ اور اتنا موقع نہیں دوں گا کہ بیٹھ کر دم لے سکو تمہیں پیٹھ پیچھے جس چیز کا خوف اور ڈر ہے اسے بھی تم اپنے سامنے پاؤں گے_(۱)

لیکن اس سرکش کارندے نے نہ صرف کمر ہی نہ کسی اور حضرت علی علیہ السلام کی دعوت کا مثبت جواب

نہ دیا بلکہ حضرت علی علیہ السلام کا وہ وفد جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی سرکردگی میں گیا تھا اس کی بھی مخالفت کی۔ اور جو لوگ اپنا فرض ادا کرنے کی غرض سے ابو موسی کے پاس آئے تھے تاکہ اپنا فریضہ معلوم کریں تو یہ ان سے کہتا تھا کہ اگر آخرت کی فکر ہے تو اپنے گھروں میں جاکر بیٹھو۔ عثمان کی بیعت ابھی ہماری گردنوں پر ہے۔ اگر جنگ کرنا ہی مقصود ہے تو پہلے عثمان کے قاتلوں سے جنگ کرو۔ (۲)

اسی وجہ سے جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے اقدام کو ایک قسم کا فتنہ بتایا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث نقل کی تھی کہ جس وقت فتنہ بپا ہو تو بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کہ لیٹ جاؤ۔ اگر کھڑے ہو تو بہتر ہے کہ بیٹھ جاؤ اور اگر چل رہے ہو تو اس سے اچھا ہے کہ اپنی جگہ کھڑے رہو۔ یہ کہہ کر وہ لوگوں کو اس بات کی جانب ترغیب دلا رہا تھا کہ اپنی تلواروں کو میان میں رکھدو اور نیزوں کو توڑ ڈالو تاکہ اس فتنے کے شر ان کا دامن کو نہ پکڑ لے۔ (۳)

آیا ایسا شخص جو اس طرز فکر کا حامل ہو اور جس کا حضرت علی علیہ السلام کے خلاف اس طرح کا یہ موقف رہا ہو، کیا وہ اس لائق ہو سکتا تھا کہ اسے حضرت علی علیہ السلام کے نمائندے کی حیثیت سے منتخب کیا جائے؟

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ وہ لوگ جو توہمات میں غرق ہیں ان پر صحیح افکار کو روشن اور حقیقت کو واضح کردیا جائے۔ اسی لئے آپ علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ ابو موسی کا تعلق خوارج کے گروہ سے ہے حکمیت کے واسطے ان کے منتخب کئے جانے کے مسئلے کو مزید وسیع پیمانے پر پیش کریں۔ اور سب کے سامنے وہ دلائل پیش کردیں جن کی بنا پر وہ حکمیت کیلئے ان کا نام منظور کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ: یہ جان لو کہ شامیوں نے اس شخص کا انتخاب کیا ہے جو قضیے میں ان سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ لیکن تم نے اس شخص کو منتخب کیا ہے جو اس قضیے میں تمہاری نفرت کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ کیا تم بھول گئے ہو کہ یہ ابو موسی ہی تھا جو یہ کہا کرتا تھا کہ جنگ جمل محض ایک فتنہ ہے۔ اس مقصد کیلئے تم اپنی کمانوں کے چلے نہ چڑھاؤ اور اپنی تلواروں کو میان میں رکھ لو۔ اگر اس کی اس بات میں حقیقت تھی تو وہ کیوں بحالت مجبوری جنگ صفین میں شریک ہوا۔ اگر یہ صورتحال نہیں

ہے تو اس پر دروغگوئي کا الزام عائد کیا جانا چاہئے... عمروعاص کے اندرونی ارادے کو عبداللہ بن عباس کے ذریعے خاک میں ملا دو_ اس موقعے کو ہاتھ سے جانے نہ دو_ اسلام کے اطراف میں جو سرحدیں ہیں ان کی حفاظت کرو_ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ تمہارے شہروں پر حملہ کئے جا رہے ہیں ور تمہیں تیروں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے_[۴]

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام چاہتے تھے کہ عباس کو حکم مقرر کرکے جنگ بندی کے ان تلخ و ناگوار اثرات کو کم کردیں جنھوں نے ان لوگوں کے دل و دماغ پر غفلت کا پردہ ڈال دیا تھا_ کیونکہ عمروعاص کی نیرنگیوں اور دیگر کمزوریوں سے دوسروں کے مقابل وہ زیادہ واقف و باخبر تھے_ اس کے علاوہ مذاکرہ میں بھی وہ ان سے زیادہ محکم و قوی تھے_[۵]

لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی بات کسی کی کان تک نہیں پہنچی اور کسی کے دل و دماغ پر اس کا اثر نہ ہوا_ اشعث تو حضرت علی علیہ السلام کی بات سن کرہی بر افروختہ ہوگیا بالخصوص اس وقت جب کہ اس نے یہ دیکھا کہ جس شخص کو مذاکرے کیلئے منتخب کیا جا رہا ہے وہ قریش میں سے ہے_ اور اشعث یہ سمجھتا تھا کہ ان کا حکم مقرر کیا جانا قبیلہ یمن کی مذمت کئے جانے کی واضح و روشن دلیل ہے_ اور اسی بنا پر وہ کہہ رہا تھا کہ عبداللہ بن عباس میں حکم ہونے صلاحیت نہیں ہے_ چنانچہ انہوں نے ناراض ہوکر با آواز بلند کہا کہ: خدا کی قسم قیامت تک قبیلہ مُضر کے افراد بیک وقت حکم نہیں بنائے جاسکتے_[۶] معاویہ نے چونکہ حکم کیلئے قبیلہ مُضر کے شخص کا انتخاب کیا ہے اس لئے آپ علیہ السلام ایسے شخص کا انتخاب کریں جو قبیلہ یمن کے لوگوں میں سے ہو_ اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارا یمنی دھوکہ نہ کھا جائے_ اشعث نے کہا اگر وہ دھوکہ کھا گیا اور وہ بات جو ہمارے لئے پسندیدہ نہیں اس نے اسی کو فیصلے میں تسلیم کرلیا تو اس سے بہتر ہے کہ دونوں ہی افراد قبیلہ مضر سے ہوں تاکہ ہماری مرضی کے مطابق حکم کے فرائض انجام دے سکیں_

اس طرح اشعث نے اپنے باطنی نفاق کو ظاہر و آشکار کردیا_ وہ اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے چاہتا تھا کہ حکم کسی ایسے شخص کو بنایا جائے جو انہی کے قبیلے کا ہو_ لیکن اس نظریے کے پس

پشت ان یمنیوں کا قبائلی تعصب کارفرما تھا جو سپاہ عراق و شام میں بکثرت شامل تھے_ ایسی صورت میں اگر دو حکم میں سے ایک اسی قبیلے کا ہوتو وہ کیوں نہ خلافت پر نظر رکھیں _ ابو موسی کے موقف سے اشعث بخوبی واقف تھا اور یہ جانتا تھا کہ وہ معاویہ کی طرفداری نہیں کرے گا_ جس کی وجہ یہ تھی کہ ابو موسی اسے بھی فتنہ سمجھتا تھا_ اس کے برعکس دوسری طرف ان کے ماضی کو مد نظر میں رکھتے ہوئے کہا جا سکتا تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کا بھی جانبدار نہ ہوگا_ چنانچہ اسی وجہ سے اسے بہترین طاقت سمجھا گیا تھا_

اشعث کتنا اقتدار پسند اور جاہ طلب تھا اس کی شاہد ذیل کی داستان ہے_

طایفہ "بنی ولیعہ" ان طائفوں میں سے تھا جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد مرتد ہو گئے تھے_ جس وقت زیاد ابن لبید انصاری نے ان سے جنگ کی اور انہیں اپنی تلوار کی دھار کا مزہ چکھایا تو وہ اشعث کی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے طائفہ کندہ کے سردار کے پاس گئے اس نے اس موقع کو سلطنت حاصل کرنے کا بہانہ سمجھا اور ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنا بادشاہ تسلیم کر لو تو میں تمہاری مدد کرنے کیلئے تیار ہوں_ انہوں اس کی اس شرط کو مان لیا_ چنانچہ وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا_ اور "قطحان" خاندان کے بادشاہوں کی طرح رسم تاج پوشی ادا کی گئی_ (۷)

اس کے بعد ان کی قیادت کرتے ہوئے وہ مسلمین کے ساتھ بر سر پیکار ہوا_ لیکن زیاد کے لشکر نے جیسے ہی دباؤ ڈالا اور اس قلعے کا جس میں اس نے پناہ لی تھی محاصرہ کیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اپنی زندگی کو خیانت کے ذریعے خرید لیں اور اپنے ساتھیوں سے دور ہو کر اس نے اپنے نیز اپنے دس قرابت داروں کے لئے پناہ مانگی_ اس کے بعد اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور باقی لشکر کو موت کے منھ میں دھکیل دیا_ (۸)

ان خیانت کاریوں کی وجہ سے اسے مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہمیشہ لعن طعن اور نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا_ بالخصوص کندہ طائفے کی عورتیں اس بزدلی اور خیانت کاری کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی تھی اور جس کے باعث اس طائفے کے ایک گروہ کو سخت نقصان پہنچا تھا، سخت

لعنت و ملامت کیا کرتی تھیں۔ اور عام طور پر "عرف النار" (آگ لگانے والا جاسوس) کہا کرتی تھیں۔ اور اس اصطلاح کا اطلاق اس شخص پر کیا جاتا تھا جس کی سرشت میں مکر، فریب اور دغہ بازی شامل ہو۔ (۹)

ابوموسی بھی جس کا نام اشعث نے حکمیت کیلئے پیش کیا تھا۔ کسی طرح بھی اشعث سے کم نہ تھا۔ جس وقت جنگ جاری تھی اس نے جانبین کی طرف سے کنارہ کشی اختیار کرکے اور شام میں اس مقام پر جو "عرض" کے نام سے مشہور تھا گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔ لیکن جیسے ہی اس کے غلام نے یہ اطلاع دی کہ لوگ جنگ سے دست کش ہوگئے ہیں اور تمہارا نام حکم کی حیثیت سے لیا جا رہا ہے تو صفین کی جانب روانہ ہوا اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے لشکر تک پہنچ گیا۔

مالک اشتر اور احنف ابن قیس جیسے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ابوموسی کے اوصاف و افکار بیان کرنے کے بعد عرض کیا کہ انہیں حکم منتخب نہ کیا جائے۔ اس ضمن میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کا اعلان کرنے کیلئے وہ خود تیار ہیں۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان کا نظریہ لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ لیکن اس پر خوارج نے کہا کہ ہم ابوموسی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو منتخب نہ کریں گے۔ (۱۰)

اس سلسلے میں انہوں نے مزید کہا کہ: ابوموسی وہ شخص ہیں جن پر شام و عراق کے لوگوں کو اعتماد ہے۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یمن کے لوگوں کا نمائندہ بن کر آچکے ہیں اور مال غنیمت کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر کے امین اور حضرت عمر کے کارگزار رہ چکے ہیں۔ (۱۲)

آخر کار ابوموسی اشعری سپاہ عراق کی جانب سے حکمیت کیلئے مقرر کردیا گیا۔

حکمیت کا معاہدہ

جب حکمین مقرر کرلئے گئے تو معاہدہ صلح اس طرح لکھا گیا (ہذا ما تقاضی علیہ علی بن ابی طالب امیرالمومنین علیہ السلام و معاویہ بن ابی سفیان...) لیکن اس پر

معاویہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ: اگر میں نے انہیں امیرالمومنین تسلیم کرلیا ہوتا تو ان سے جنگ نہ کرتا۔ عمروعاص نے بھی یہی کہا کہ: ہرچند علی علیہ السلام تمہارے امیرہیں لیکن وہ ہمارے نہیں۔ اس لئے صرف ان کا اور ان کے والد کا نام لکھا جائے۔ (۱۳)

لیکن احنف بن قیس نے کہا کہ: اس لقب کو حذف نہ کیا جائے اس کے لئے خواہ کتنا ہی خون ہوجائے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر یہ لقب ایک دفعہ حذف کردیا گیا تو پھر واپس نہ دیا جائے گا۔ (۱۴)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کافی دیر تک اس فکر میں محور ہے کہ یہاں تک کہ اشعث آگیا۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک تھی اور لہجہ خیانت سے سرشار و شرابور۔ اس نے فخریہ انداز میں کہا کہ: اس نام کو حذف کردیجئے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو ماضی کا وہ واقعہ یاد آگیا جب کہ "صلح حدیبیہ" کا معاہدہ لکھا جارہا تھا "(ہذا ما تصالح علیہ محمد رسول اللہ و سہیل) ابن عمرو سہیل کو یہ ضد تھی کہ لقب "رسول اللہ" حذف کیا جائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائي صبر سے اس کی اس ضد کو برداشت کر رہے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کیلئے لقب رسول اللہ حذف کرنا گوارہ نہ تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے حذف کردیا جائے اور فرمایا کہ اس لقب کے حذف کئے جانے سے مجھے رسالت سے تو محروم نہیں کردیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی جانب رخ کرکے فرمایا کہ: ایک دن تمہارے سامنے بھی یہی مسئلہ آئے گا۔ اگرچہ تمہیں بہت زیادہ کوفت ہوگی مگر تمہیں بھی یہی کرنا ہوگا۔ (۱۵)

اب وہ زمان موعود آن پہنچا تھا۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نےپوری رضا و رغبت اور مکمل اطمینان کے ساتھ اس کلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان مبارک سے ادا ہوا تھا فرمایا کہ: "لا الہ اللہ و اللہ اکبر" تاریخ خود کو دھرا رہی ہے... (۱۶)

۔

آج میں ان کی آل و اولاد کیلئے اس طرح لکھ رہا ہوں جیسا رسول خدا ﷺ ان کے آباواجداو کیلئے تحریر فرما چکے ہیں۔[۱۷]

معاہدے کا متن لقب " امیرالمومنین" حذف کر کے طرفین کی اتفاق رائے سے جس طرح تحریری شکل میں آیا اس کا اجمالا ذکر ہم ذیل میں اس کے اہم نکات کے ساتھ کریں گے۔

۱۔ طرفین قرآن و سنت پیغمبري ﷺ کے مطابق حکم خداوندی کو قبول کریں گے۔ حکم قرآن او سنت رسول ﷺ کے جو خلاف ہے اسے وہ دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

۲۔ حکمین ابوموسی اشعری اور عمروعاص ہیں۔ جب تک حق سے تجاوز نہ کریں ان کے جان و مال اور ناموس کو حفظ و امان میں رکھا جائے گا۔

۳۔ حکمین اور تمام مسلمین پر فرض ہے کہ وہ حکم کو قرآن و سنت کے مطابق قبول کریں ۔ اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

۴۔ جب تک حکمین کا حکم جنگ بندی برقرار ہے اس وقت تک طرفین میں سے کسی کو بھی دوسرے پر تجاوز کرنے کا حق نہیں۔

۵۔ منصفین کو اختیار ہے کہ وہ شام و عراق کے درمیان کوئي متوسط نقطہ متعین کرسکتے ہیں۔ ان افراد کے علاوہ جن کے بارے میں اتفاق رائے ہوگا کسی بھی شخص کو مجلس منصفین میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ منصفی کی مدت ماہ رمضان کے آخر تک معین ہے۔

۶۔ اگر منصفین نے مقررہ مدت تک قرآن و سنت کے مطابق حکم صادر نہیں کیا تو طرفین کو حق حاصل ہوگا کہ اپنی پہلی حالت پر واپس آجائیں اور ایک دوسرے سے جنگ کریں۔

مذکورہ معاہدے پر حضرت علی علیہ السلام کے طرفداروں میں سے عبداللہ بن عباس، مالک اشتر، حضرت امام حسن (ع)، حضرت امام حسین (ع)، سعیدبن قیس نیز اشعث نے اور معاویہ کی طرف سے حبیب بن مسلمہ ، ابوالاعوربُسر وغیرہ نے دستخط کئے۔[۱۸]

اور اس طرح ایک سودس روزہ جنگ سترمرتبہ سے زیادہ مقابلوں کے بعد تاریخ ۱۷ صفر

سنہ ۳۷ ہجری کو اختتام پذیر ہوئی۔ (۱۹)

مورخین نے اس جنگ کے جانی نقصانات کے مختلف اعداد درج کیئے ہیں۔ بعض نے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار بتائی ہے۔ جن میں سے نوے ہزار شام کے سپاہی اور بیس ہزار عراقی فوج کے لوگ شامل تھے اور پچیس ہزار عراق کے لوگ۔ (۲۰)

جنگ صفین کے عبرت آموز سبق

جنگ صفین کا نتیجہ اسلام کی فتح و نصرت کے ساتھ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ فتنہ و فساد و نیز درخت نفاق کی بیخ کنی ہو اور اس کے ساتھ ہی فرمانروائے شام کی بیدادگری کا قلع قمع ہوجائے۔ لیکن عراقی فوج کے بعض کمانڈروں کی خود سری اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے حکم سے روگردانی کے باعث جو نتائج برآمد ہوئے وہ انتہائي تلخ و ناگوار ہونے کے ساتھ، عبرت آموز بھی ثابت ہوئے اس سے قبل کہ جنگ صفین کے نتائج کا اجمالی جائزہ لیا جائے ہم یہاں اس کے بعض درس آموز نکات کی جانب اشارہ کریں گے:

۱۔ جنگ صفین نے ثابت کردیا کہ معاویہ کے بارے میں امیرالمومنین علیہ السلام نے جو بھی پیشین گوئي کی اور ابتدائے امر سے ہی جتنے بھی موقف اختیار کئے وہ تمام حق پر مبنی تھے اور اس بات کے آئینہ دار تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کو ایسے عناصر کی کتنی گہری شناخت تھی۔

معاویہ کی سیاسی سرگرمی کے باعث ناسازگار ماحول پیدا ہوگیا تھا اور وہ افراد جنہوں نے اپنے کرو فر کی خاطر انھیں ان کے مرتبے پر برقرار رکھا تھا اگر اس ہنگامہ آرائي میں سرگرم عمل نہ ہوتے تو وہ تمام ہلاکتیں تباہیاں نہ ہوتیں جو اس جنگ کی وجہ سے رونما ہوئیں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اس کی معزولی کا فرمان جاری کرکے اور جنگ و نبرد آزمائي کے ذریعے اس کی سرکشی و بالادستی کا جس طرح قلع و قمع کیا اس سے آپ علیہ السلام نے یہ ثابت کردیا کہ اس جیسے کسی بھی غیر پسندیدہ عنصر کو ہرگز برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا۔

۲_ جنگ کے دوران لشکر شام پر یہ بات ثابت ہوگئي کہ لشکر اسلام کو قوت ایمانی اور دلیرانہ حوصلہ مندی کے باعث اس پر نمایاں فضیلت و برتری حاصل ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ معاویہ نے اپنی شکست و نابودی سے نجات پانے کے لئۓ فریب کاری و نیرنگی کا سہارا لیا_

بلاشک و تردید کہا جاسکتا ہے کہ اس فضیلت و برتری کا بنیادی عامل خود حضرت علی علیہ السلام نیز ان کے فرزندوں اور اصحاب کا جذبہ ایثار و قربانی تھا_

۳_ اسلامی افواج جب تک حضرت علی علیہ السلام کے زیر فرمان رہیں انھیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئي لیکن جیسے ہی افواج کے سرداروں نے خود سری اختیار کرکے آپ کے احکام سے روگردانی کی تو نہ صرف مسلمانوں بلکہ دین اسلام کو سخت ناگوار نتائج و حادثات سے دوچار ہونا پڑا_

۴_ جنگ صفین نے یہ سبق سکھایا کہ اگر پیروان حق اپنے موقف پر ثابت قدم رہیں تو حق ہی غالب رہتا ہے_ اور اس کا ہی بول بالا ہوتا ہے_ اس کے برعکس اگر وہ اپنے جزئي جانی مالی نقصان کی وجہ سے اپنے موقف سے پھر جائیں اور سازش و ریشہ دوانی کا رویہ اختیار کرلیں تو ظاہر ہے کہ باطل کو ہی ان پر برتری و بالا دستی حاصل ہوگئي_

جنگ کے نتائج

صفین کی تباہ کن جنگ کے باعث دونوں ہی لشکروں کا سخت مالی و جانی نقصان ہوا اس کے ساتھ ہی اس جنگ کے جو سودمند و ضرر رساں نتائج برآمد ہوئے ان کی کیفیت مندرجہ ذیل ہے_

۱_ جب لشکر عراق میدان جنگ سے واپس آیا تو اس کی فوج میں سخت باہمی اختلاف پیدا ہوگیا_ چنانچہ ان میں سے بعض کو تو میدان کارزار ترک کرنے کا اتنا سخت افسوس وملال ہوا تھا کہ ان کے دلوں میں ان لوگوں کے خلاف دشمنی و عداوت پیدا ہوگئي جو میدان جنگ ترک کرانے کے اصلی محرک تھے_ چنانچہ یہ دشمنی و عداوت اس حد تک پہنچی کہ بھائي بھائي سے اور بیٹا باپ سے

نفرت کرنے لگا_ اور کہیں کہیں تو نوبت یہاں تک آئي کہ انہوں نے ایک دوسرے کو خوب زدکوب کیا_ (۲۱)

۲_ اگرچہ معاویہ کا نقصان بہت زیادہ ہوا لیکن اس کے باوجود وہ عمرو عاص کی نیرنگی کے باعث اپنی سیاسی حیثیت برقرار رکھنے میں کامیاب ہوگیا_ جنگ سے قبل وہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا معزول و باغی کارگزار تھا لیکن اس معاہدے کی رو سے جو اس جنگ کے بعد کیا گیا اس کا مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کے ہم پایہ و ہم پلہ تھا_ اور اسے سرکاری سطح پر رہبر شام تسلیم کرلیا گیا تھا_

۳_ اگرچہ لشکر عراق میں ایسے سپاہیوں کی تعداد کم ہی تھی جنہوں نے اس جنگ سے درس عبرت لیا اور راہ حق پر کاربند رہے لیکن اس میں ایسے ظاہربین فوجیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جو منافق اور اقتدارپرست افراد کے دام فریب میں آگئے اور انہوں نے اپنی نیزدین اسلام کی تقدیر کو حیلہ گر، نیرنگ ساز، کج اندیش حکمین کے حوالے کردیا اور اپنے لئے مصائب و آلام کو دعوت دے دی_

۴_ اس جنگ کا دوسرا اہم نتیجہ فتنہ و آشوب کا بیج بویا جانا تھا اور یہ در حقیقت عراقی فوج کے بعض نادان افراد کی خودسری و ضد کا ثمرہ تھا_

چنانچہ اشعث اس معاہدے کو لے کردونوں لشکروں کے سپاہیوں کی جانب روانہ ہوا اور اس کی شرائط پڑھ کر انھیں سنائیں_ شامیوں نے سن کر خوشی کا اظہار کیا اور انہیں قبول بھی کرلیا لیکن فوج عراق میں سے بعض نے تو اس پر رضایت ظاہر کي، بعض نے مجبوراً انھیں پسند کیا مگرچند ایسے بھی تھے جنہوں نے سخت مخالفت کی اور معترض ہوئے_

مخالفت کی پہلی صدا طایفہ " عَنزہ "کی جانب سے بلند ہوئي جو چار ہزار سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا_ اور ان میں دو افراد نے بلند کہا لا حکم الا اللہ یعنی خدا کے علاوہ کسی کو حاکمیت کا حق نہیں_ اس کے بعد وہ معاویہ کے لشکر پر حملہ آور ہوگئے مگر شہید ہوئے_ (۲۲)

دوسرے مرحلے پر "بنی تمیم" کا نعرہ سنا گیا بلکہ اس قبیلے کے ایک فرد نے تو اشعث پر حملہ بھی کردیا_ اور کہا کہ امر خداوندی میں افراد کو حاکم قرار دیا جاسکتا ہے ایسی صورت میں ہمارے جوانوں کے خون کا کیا انجام ہوگا؟ (۲۳)

تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ لا حکم الا اللہ کا ہلہلہ و غلغلہ بیشتر سپاہیوں کے گلے سے جوش مارنے لگا_ انہوں نے اپنے گذشتہ عمل کی اس طرح اصلاح کی کہ "حکمیت" کے لئے راضی ہوجانا دراصل ہماری اپنی ہی لغزش تھی لیکن اپنے کئے پر ہم اب پشیمان اور توبہ کے طلب گارہیں چنانچہ انہوں نے علی علیہ السلام سے کہا کہ جس طرح ہم واپس آگئے ہیں آپ علیہ السلام بھی آجایئےرنہ ہم آپ علیہ السلام سے بیزار ہوجائیں گے_ (۲۴)

وہ اس قدر جلد پشیمان ہوئے کہ انہوں نےپوری سنجیدگی سے یہ مطالبہ کردیا کہ معاہدہ جنگ بندی پر کاربند نہ رہا جائے_ لیکن حضرت علی علیہ السلام نے آیات مبارکہ و افوا بعہداللہ اذا عاہدتم و لا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا (اللہ کے عہد کوپورکرو جب تم نے ان سے کوئي عہد باندھا ہو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو) (۲۵) اور اوفوا بالعقود (لوگو بندشوں کی پوری پابندی کرو) (۲۶) سنا کر انھیں عہد و پیمان شکنی سے باز رکھا (۲۷)

مگر ان کی سست رائے اور متزلزل ارادے پر اس کا ذرا بھی اثر نہ ہوا جنگ کی کوفت کے آثار بھی ان کے چہرے سے زائل نہ ہوئے تھے کہ دوسرے فتنے کا بیج بودیا گیا_

سرکشوں کی تشکیل و گروہ بندي

جب جنگ صفین ختم ہوگئي تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کوفہ واپس تشریف لے آئے لیکن جو لوگ سرکش و باغی تھے وہ راہ میں آپ علیہ السلام سے علیحدہ ہوگئے_ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس وقت جب کہ جنگ پوری اوج پر تھی تو حضرت علی علیہ السلام کو یہ دھمکی دی تھی کہ جنگ بندی کا اعلان کیجئے ورنہ ہم آپ علیہ السلام کو قتل کرڈالیں گے اور حکمیت کا تعین ہوجانے کے بعد انہی افراد نے لا حکم الا اللہ کا نعرہ

بلند کیا تھا اور "حروراویٔ"[۲۸] نامی مقام پر تقریبا بارہ ہزار افراد نے قیام کیا اوریہاں خود ایک مستقل گروہ کی شکل اختیار کرلی جہاں انہوں نے " شبث بن ربعی " کو اپنا فرماندار اور " عبداللہ بن کوّاء " کو اپنا امام جماعت مقرر کیا_ [۲۹]

حضرت علی (ع) کے اصحاب نے جب اس واقعے کے بارے میں سنا تو اس خیال کے پیش نظر کہ وہ اپنی وفاداری کا حضرت علی (ع) پر دوبارہ اظہار کریں انہوں نے آپ (ع) کے ساتھ نیا عہد کیا اور وہ یہ تھا کہ دوستان علی (ع) کے ساتھ دوست اور آپ (ع) کے دشمنوں کے ساتھ دشمن کا سلوک روا رکھیں_لیکن خوارج نے اس وعدہ کو کفر و گناہ سے تعبیر کیا اور شیعیان علی (ع) سے کہا کہ تمہاری اور شامیوں کی مثال ان دو گھوڑوں کی سی ہے جنہیں دوڑ کے مقابلے میں لگایا گیا ہوچنانچہ اس راہ میں تم کفر کی جانب بڑھ گئے ہو_

حضرت علی (ع) خوارج کے درمیان

جب خوارج ، حضرت علی (ع) سے علیحدہ ہوگئے تو آپ (ع) نے یہ سوچ کرکہ ان کے ساتھ زیادہ نزدیک سے ملاقات کی جائے اور ان کے ذھنوں میں جو پیچیدگیاں پیدا ہوگئي ہیں ان کا حل تلاش کیا جائے_ سب سے پہلے ابن عباس کو ان کے پاس بھیجا حضرت علی (ع) چونکہ انکے بارے میں جانتے تھے کہ وہ حالات و واقعات کا تجزیہ تو نہیں کرسکتے البتہ حریف کو قائل کرنے کی ان میں غیر معمولی مہارت و صلاحیت ہے اسی لئے آپ (ع) نے ابن عباس سے تاکیدا یہ بات کہی کہ ان کے ساتھ گفتگو کرنے میں عجلت نہ کریں بلکہ اس قدر توقف کریں کہ میں ان تک پہنچ جاؤں_ [۳۰]

لیکن ابن عباس جیسے ہی وہاں پہنچے انہوں نے فورا ہی بحث و گفتگو شروع کردی_ بالآخر انہوں نے بھی مجبورا اپنی زبان کھولی اور اس آیہ مبارکہ ﴿و ان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله و حکما من اهلها﴾[۳۱]

(اور اگر تم کو کہیں شوہر اور بیوی کے تعلقات بگڑجانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ

داروں میں سے اورایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو) نیز حکم عقل کے ذریعے ثابت کردیا کہ " حکمیت "کا تقرر شرعا جائز ہے مگر انہوں نے جواب میں اس مرتبہ بھی وہی بات کہی جو اس سے پہلے کہتے چلے آرہے تھے۔[۳۲]

ابن عباس کے چلے جانے کے بعد حضرت علی علیہ السلام بھی اس طرف روانہ ہوئے اور چونکہ یزید بن قیس سے واقفیت تھی اس لئے آپ علیہ السلام اسی کے خیمے میں پہنچے یہاں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد آپ علیہ السلام نے مجمع کی جانب رخ کیا اور دریافت فرمایا کہ تمہارا رہبر کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ " ابن الکوا" اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کون سی چیز تھی جس نے تمہیں ہم سے برگشتہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ علیہ السلام کی جانب سے حکمیت کا تعین و تقرر اس پر حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ حکمیت کی پیشکش تمہاری جانب سے کی گئي تھي۔ میں تو اس کا سخت مخالف تھا انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے مدلل جوابات کی تائید کرتے ہوئے اپنی اس نئي راہ و روش کی یہ توجیہ پیش کی کہ ہمارے سابقہ اعمال کفر پر مبنی تھی چنانچہ ہم نے ان سے توبہ کرلی ہے۔ آپ علیہ السلام بھی تائب ہوجایئے اکہ ہم آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرلیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا انی "استغفر اللہ من کل ذنب "اس پر خوارج نے سمجھا کہ آپ علیہ السلام نے " حکمیت "کو منظور کرنے پر توبہ کی ہے۔ چنانچہ وہ سب آپ علیہ السلام کے ساتھ کوفہ چلے آئے اور بظاہر اس فتنہ و فساد کا خاتمہ ہوگیا۔[۳۳]

منافقین کی تحریکات

وہ منافق و موقع پرست لوگ جو حکومت کے اقتدار اور مملکت میں امن و امان کی فضا برداشت نہیں کرسکتے تھے جب خوارج کا گروہ واپس گیا تو مختلف قسم کی افواہیں پھیلانے لگے۔ اور یہ کہنا شروع کردیا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام حکمیت کے معاملے میں پشیمان ہیں وہ اسے گمراہی تصور کرتے ہیں اور فکر میں ہیں کہ جنگ کے امکانات پیدا ہوجائیں تاکہ دوبارہ معاویہ کی جانب

روانہ ہوسکیں_ [۳۴]

یہ افواہیں معاویہ کے کانوں تک بھی پہنچیں اس نے ایک شخص کو کوفہ کی جانب روانہ کیا تاکہ اس سلسلے میں بیشتر اطلاعات فراہم کرسکے_ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو معاویہ اچھی طرح جانتا تھا یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت علی علیہ السلام قرآن اور اسلام کے راستے سے منحرف نہ ہوں گے اور جو عہد وپیمان انہوں نے کیا ہے اس کی وہ بھی خلاف ورزی نہ کریں گے_ لیکن شاید ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی حرکات و سکنات کی نگرانی کررہا تھا اسی لئے اس نے یہ اقدام کیا_

اس بارے میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ معاویہ کو متحرک کرنے کا اصل عامل اشعث تھا_ اور وہ عہد جنگ بندی کی خلاف ورزی سے متعلق افواہوں کے بارے میں جاننا چاہتا تھا_ کیونکہ اشعث وہ شخص تھا جو ابن ابی الحدید کے قول کے مطابق معتزلی تھا اور جن کا مقصد حضرت علی علیہ السلام کو حکومت میں ہر قسم کی تباہی و بربادی کو فروغ دینا تھا اور مسلمانوں کے لئے ہر طرح کی ا ضطرابی و پریشانی کا عامل بننا مقصود تھا_ [۳۵] چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے بھی اسے منافق اور کافر بچہ کے ساتھ یاد کیا ہے_ [۳۶]

اس احتمال کو جو چیز تقویت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت شام سے حضرت علی علیہ السلام کے پاس پیغام پہنچا اور آپ علیہ السلام سے معاہدے کی خلاف ورزی سے اجتناب کرنے کو کہا گیا تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں وہ حاضر ہوا اور ان بہت سے لوگوں کی موجودگی میں جو حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہا کہ یہ سننے میں آیا ہے کہ آپ علیہ السلام حکمیت کو گمراہی قرار دیتے ہیں اور اس پر ثابت قدم رہنا آپ کے نزدیک کفر ہے_ [۳۷]

افواہوں کو بے بنیاد ثابت کرنے اور ان کی حقیقت کو عوام پر واضح و روشن کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام نے ضروری سمجھا کہ مسجد میں تشریف لے جائیں اور وہاں حاضرین سے خطاب کریں چنانچہ آپ علیہ السلام نے ارشادات عالیہ کے دوران فرمایا کہ: جس شخص کو یہ گمان ہے کہ میں معاہدہ حکمیت پر قائم نہیں ہوں تو اس نے دروغگوئي سے کام لیا ہے اور جو بھی مسلمان حکمیت کو گمراہی کا سبب سمجھتا

ہے وہ دوسروں کے مقابل خود زیادہ گمراہ ہے_ [۳۸]

حضرت علی علیہ السلام کا خطبہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ مسجد کے ایک کونے سے یہ آواز سنائی دی کہ " اے علی تم نے ان افراد کو خدا کے دین میں شامل کرلیا " لا حکم الا للہ اس آواز کے بلند ہونے کے ساتھ ہی مسجد کی پوری فضا لا حکم الا للہ کے نعروں سے گونجنے لگی_ [۳۹]

منافقین کی تحریکات کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ خوارج نہ صرف اپنی اصلی حالت پر واپس نہیں آئے بلکہ کینہ و عداوت ان کے دلوں میں پہلے کے مقابل زیادہ گھر کرنے لگا_ چنانچہ جلسہ ختم ہوا تو لوگ گذشتہ کی نسبت اب زیادہ غم و غصہ اور نفرت کے جذبات سے لبریز شہر کے باہر روانہ ہوئے اور اپنے خیمہ گاہوں میں واپس آگئے_

سوالات

١۔ اشعث جنگ بندی کے لئے کیوں بہت زیادہ کوشش کر رہا تھا اس کے مرتد ہونے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں ؟

٢۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام ابو موسی کو کن اسباب کی بنا پر منتخب کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اشعث اور اس کے حواریوں نے ان کے انتخاب پر کیوں اصرار کیا؟

٣۔ صلح حدیبیہ اور معاہدہ صفین کے درمیان کیا باہمی ربط ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بارے میں کیا پیشین گوئی تھي؟

۴۔ جنگ صفین سے مسلمانوں نے کیا سبق سیکھا؟

۵۔ جنگ صفین کے کیا نتائج پر آمد ہوئے؟ مختصر طور پر لکھیئے

٦۔ جب امیرالمومنین علیہ السلام کوفہ تشریف لے گئے تو وہ کون تھے جو آپ کے ساتھ کوفہ میں داخل نہ ہوئے ان کی تعداد کتنی تھی ؟ انہوں نے اپنے خیمے کہاں لگائے اور ان کا پیش امام کون شخص تھا؟

٧۔ خوارج جب کوفہ واپس آگئے تو انہوں نے کیا افواہیں پھیلائیں اور ان میں کون لوگ سرگرم عمل تھے اس سلسلے میں اشعث کیا کردار رہا؟ مختصر طور پر لکھیئے؟

حوالہ جات

١_ نہج البلاغہ مکتوب ٦٣

٢_ الامامہ و السیاسہ ج ١ ص ٦١

٣_ نہج البلاغہ خطبہ ٢٣٦ سے ماخوذ

٤_ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبے میں بھی اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ عباس کو منتخب کرنے میں کیا مصلحت تھی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو وقعہ صفین ص ٥٠٠

٥_ ربیعہ اور مضر کا شمار عرب کے دو بڑے قبیلوں میں ہوتا تھا یہ دونوں قبیلے نزار ابن معد بن عدنان کے فرزندان، ربیعہ اور مضر کی نسلوں سے تھے قبیلہ ربیعہ کے بیشتر لوگ یمن میں اور مضر کے اکثر افراد حجاز میں آباد تھے یہ دونوں قبیلے اپنے قبائلی مسائل کی بنا پر ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے

٦_ وقعہ صفین / ٥٠٠

٧_ لا انصرکم حتی تملکونی فملکوہ و توجوہ کما یتوج الملک من قحطان _

٨_ شرح ابن ابی الحدید ج ١ ص ٢٩٥_٢٩٣

٩_ شرح ابن ابی الحدید ج ١ ص ٢٩٦، تاریخ طبری ج ٣ ص ٣٣٨

١٠_ وقعہ صفین ص ٥٠٢_٥٠٠، تاریخ طبری ج ٥ ص ٥٢_٥١_ کامل ابن اثیر جلد٣/ ٣١٩

١١_ الامامہ و السیاسہ ج ١ ص ١١٣، وقعہ صفین / ٥٠٢

١٢_ تاریخ طبری ج ٥ ص ٥٢، کامل ابن اثیر ج ٣ ص ٣١٩، وقعہ صفین ٥٠٨، الامامہ و السیاسہ ج ١ ص ١١٤

١٣_ لا تمسح اسم امرة المومنين عنك و ان قتل الناس بعضهم بعضا فانى اتخوف الا ترجع اليك ابدا

١٤_ شرح ابن الحدید ج ٢ ص ٢٣٢، وقعہ صفین ٥٠٨، الامامہ و السیاسہ ج ١ ص ١١٣

١٥_ یہ جملہ حضرت علی علیہ السلام کی فرمائش کے مطابق "سنة بسنة" نقل کیا گیا ہے_

١٦_ فاليوم اكتبها الى ابنائهم كما كتبها رسول الله الى ابائهم سنة و مثلا وقعہ صفین ٥٠٨، شرح ابن ابی ا لحدیج ٢ ص ٢٣٢، تاریخ طبری ج ٥ ص ٥٢

١٧_ وقعہ صفین ص ٥٠٥_٥٠٣، الامامیہ و السیاسہ ج ١ ص ١١٥، کامل ابن اثیرج ٣ ص ٣٢٠

۱۸_ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۴_ ۳۹۳

۱۹_ ایضاً

۲۰_ وقعه صفین ۵۱۱

۲۱_ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹۴

۲۲_ وقعه صفین ۵۱۳_ ۵۱۲

۲۳_ ایضاً

۲۴_ وقعه صفین ۵۱۶_ / ۵۱۳

۲۵_ سوره نحل آیت ۹۰

۲۶_ سوره مائده آیت ۱

۲۷_ حروراء ۲۰۰ جگہ کوفہ سے تقریبا نصف فرسخ کے فاصلے پر واقع تھی اور چونکہ انہوں نے یہاں قیام کیا تھا اسی لئے وہ" حروریہ" کہلائے جانے لگے_ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۹۱

۲۸_ کامل ابن اثیرج ۳ ۳۲۶، مروج الذہب ج ۲ ۳۹۵

۲۹_ کامل ابن اثیرج ۳، ۳۲۷

۳۰_ سورہ نساء آیہ ۳۵، ابن عباس کی دلیل یہ تھی کہ جب خداوند تعالی نے ایک خاندان کی اصلاح کیلئے ایک منصف ثالث کو لازم قرار دیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا اطلاق اس عظیم امت پر نہ ہو_

۳۱_ کامل ابن اثیرج ۳ ص ۳۲۷

۳۲_ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۱، کامل ابن اثیرج ۳ ص ۳۲۸، عقد الفرید ج ۲ ص ۳۸۸

۳۳_ سیرة الائمہ الاثنی عشرج ۱ / ۳۸۹

۳۴_ کل فساد کان فی خلافة علی علیه السلام و کل اضطراب حدث فاصله الاشعث، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۷۹

۳۵_ علیک لعنة الله و لعنة اللاعنین حائک بن حائک منافق بن کافر نہج البلاغہ ج ۱۹

۳۶_ سیرة الائمہ الاثنی عشرج ۱ / ۳۹۸، شرح نہج البلاغہ علامہ خوئی ج ۴ ص ۱۲۶

۳۷_ سیرة الائمہ الاثنی عشرج ۱ ص ۳۸۹

۳۸_ شرح نہج البلاغہ، علامہ خوئی ج ۱ ص ۱۲۷

چودھواں سبق

مارقین۔ حکمیت کا نتیجہ و ردعمل

منصفین کا اجتماع

حکمیت کا نتیجہ اور اس کا ردعمل

مارقین

خوارج کے مقابل حضرت علی علیہ السلام کا موقف

منشور

مجموعی نعرہ

بغاوت

معاویہ سے جنگ

خوارج کے ساتھ جنگ کی ضرورت

جنگ کا سدباب کرنے کی کوشش

سوالات

حوالہ جات

منصفین کا اجتماع

معاویہ نے جب یہ دیکھا کہ حکمیت کے معاملے میں عراقی فوج کی کثیر تعداد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام برگشتہ ہوگئي ہے تو اس نے یہ کوشش شروع کردی کہ جس قدر جلد ہوسکے حکمیت کا نتیجہ اس کی مرضی کے مطابق برآمد ہوجائے_اس مقصد کے تحت اس نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف سرکشي و شورش کا محاذ قائم کردیا تا کہ وہ اپنے سیاسی موقف کو قائم کرسکے_

چنانچہ اس ارادے کے تحت اس نے جو نمائندے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے انھیں ہدایت کردی کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے منصفین اپنا کام شروع کردیں_

بلاخرہ ۳۸ ھ چار سو افراد کے ہمراہ دو نمائندہ وفد "دومۃ الجندل[۱]" نامی مقام پر جمع ہوئے_ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے جو وفد بھیجا گیا تھا اس کی سرپرستی کے فرائض ابن عباس انجام دے رہے تھے_[۲]

جس وقت یہ وفد روانہ ہونے لگا تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے بعض اصحاب نے ابوموسی کو کچھ ضروری ہدایات بھی کیں[۳] جن کا ان پر ذرا بھی اثر نہ ہوا_ جس وقت اُسے مشورے دیئے ارہے تھے تو وہ مسلسل اپنے داماد عبداللہ ابن عمر کی جانب دیکھ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ: خدا کی قسم اگر میرا بس چل سکا تو عمر کی راہ و رسم کو از سرنو زندہ کروں گا_[۴]

عمرو عاص کی جیسے ہی ابوموسی سے ملاقات ہوئي تو وہ اس کے ساتھ نہایت عزت و احترام کی ساتھ پیش آیا اور اس بات کی کوشش کرنے لگا کہ اسے اپنا ہم خیال بنالے ابتدائي مراحل انجام دینے کے بعد وہ دونوں مشاورت کے لئے بیٹھ گئے اور باقی افراد دو جانب کھڑے اس گفتگو کا انتظار کرنے لگے_

شام کاوفد خاص نظم و ضبط کے ساتھ آیا تھا ملاقاتوں اور گفتگو میں احتیاط کا عنصر غالب تھا اسی اثناء میں معاویہ نے عمروعاص کو خط لکھا جس کے مضمون کی اطلاع اس کے علاوہ کسی کو نہ ہوئي اس کے برعکس عراقی وفد کے اراکین احتیاط سے دور شور و غوغا بپا کئے ہوئے تھے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے بھی ابن عباس کو خط لکھا ابھی قاصد اونٹ سے اترا بھی نہیں تھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔ اورپوچھنے لگے کہ خط میں کیا لکھا گیا ہے۔یہی کام انہوں نے ابن عباس کے پاس پہنچ کر کیا لیکن جب انہوں نے خط کے مضمون کو ان سے پوشیدہ رکھنا چاہا تو لوگ ان کے بارے میں بدگمانی کرنے لگے اور ان کے بارے میں چرچے ہونے لگے یہاں تک کہ ابن عباس کو ان کی حماقت و ضدپر غصہ آگیا انہوں نے سرزنش کرتے ہوئے درشت لہجے میں کہا کہ : افسوس تمہاری حالت پر تمہیں کب عقل آئے گی دیکھتے نہیں ہو کہ معاویہ کا قاصد آتا ہے اور کسی کو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ کیا پیغام لے کر آیا ہے وہ اپنی بات کو ہوا تک لگنے نہیں دیتے اور ایک تم ہو کہ میرے بارے میں ہر وقت بدگمانی کرتے رہتے ہو۔ (۵)

حکمیت کا نتیجہ اوراس کا رد عمل

منصفین کے درمیان بحث و گفتگو تقریبا دو ماہ تک جاری رہی مذاکرات کے دوران ابوموسی کی یہ کوشش رہی کہ عمروعاص امور خلافت کو عبداللہ ابن عمر کی تحویل میں دے دے دوسری طرف عمروعاص معاویہ کی تعریف کے پل باندھے چلا رہا تھا اور اسے عثمان کا ولی و جانشین کہتے اس کی زبان نہیں تھکتی تھی۔ وہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ کس طرح ابوموسی کو قائل کر لے اور یہ کہنے پر مجبور کرے کہ خلافت اسی کا حصہ ہے۔

بلاخر نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ فریقین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ "حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ دونوں ہی خلافت سے دست بردار ہوجائیں اور امور خلافت کو مشاورت کی صوابدید پرچھوڑدیں اس موافقت کے بعد اعلان کیا گیا کہ لوگ حکمیت کا نتیجہ سننے کے لئے جمع ہوجائیں۔

جب لوگ جمع ہوگئے تو ابو موسی نے عمروعاص کی جانب رخ کیا اور کہا کہ منبر پر چڑھ کر اپنی رائے کا اعلان کردو عمروعاص تو اول دن سے ہی اس بات کا متمنی تھا اور اسی لئے وہ ابو موسی کی تعریف و خوشامد کرتا رہتا تھا مگر اس نے استعجاب کرتے ہوئے کہا کہ : سبحان اللہ حاشا و کلا کہ یہ جسارت کروں اور آپ کی موجودگی میں منبر پر قدم رکھوں ، خداوند تعالی نے ایمان و ہجرت میں آپ کو مجھ پر فوقیت عطا کی ہے آپ اہل یمن کی طرف سے نمائندہ بن کر رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو چکے ہیں اور پھر رسول مقبول ﷺ کی جانب سے آپ ہی نمائندہ بنا کر یمن کے لوگوں کے پاس بھیجے گئے تھے... اس کے علاوہ سن و سال میں آپ مجھ سے بڑے ہیں اس بنا پر آپ ہی گفتگو شروع کریں (۶)

ابو موسی گفتگو شروع ہی کرنا چاہتا تھا کہ ابن عباس نے کہا کہ عمروعاص تمہیں دام فریب میں لانے کی فکر میں ہے گفتگو کا آغاز اسے ہی کرنے دو کیونکہ وہ بہت عیار اور نیرنگ ساز آدمی ہے مجھے یقین نہیں کہ جس چیز پر اس نے اپنی رضایت ظاہر کی ہے اس پر وہ عمل بھی کرے ۔

لیکن ابو موسی نے ابن عباس کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور اس نیک مشورے کے باوجود وہ منبر پر چڑھ گیا اور اعلان کیا کہ ہم نے اس امت کے امور پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ وحدت نظر سے بڑھ کر ایسی کوئي شي نہیں جو اس درہم برہم حالت کی اصلاح کرسکے ۔ چنانچہ میں نے اور میرے حریف ساتھی "عمرو" نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ علی علیہ السلام اور معاویہ دونوں ہی خلافت سے دستبردار ہوجائیں اور اس معاملے کو مسلمانوں کی مجلس مشاورت کی تحویل میں دے دیا جائے تاکہ جس شخص کو یہ مجلس مشاورت پسند کرے اسے ہی منصب خلافت پر فائز کیا جائے ۔

اس کے بعد اس نے پروقار لہجے میں کہا کہ میں نے علی علیہ السلام اور معاویہ کو خلافت سے برطرف کیا ۔

اس کے بعد عمروعاص منبر پر گیا اور اس نے باآواز بلند کہا کہ لوگو تم نے اس شخص کی باتیں سن لیں میں بھی علی علیہ السلام کو ان کے مقام سے برطرف کرتا ہوں لیکن اپنے دوست معاویہ کو اس منصب پر مقرر کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے عثمان کے خون کا بدلہ لیا ہے اور اس منصب کے لئے وہ مناسب

ترین شخص ہے یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اتر آیا۔

مجلس میں ایک دم شور و ہیجان بپا ہوگیا لوگ طیش میں آکر ابوموسی پر پل پڑے بعض نے عمروعاص پر تازیانہ تک اٹھالیا ابوموسی نے شکست کھائے ہوئے انسان کی طرح اپنے خیانت کار حریف کی اس حرکت پر اعتراض کیا تجھے یہ کیا سوجھي؟ خدا تجھے نیک توفیق نہ دے تو نے خیانت کی ہے اور گناہ کا مرتکب ہوا ہے تیری حالت کتے جیسی ہی ہے اسے چاہے مارا جائے یا چھوڑدیا جائے وہ ہر حالت میں بھونکتا ہی رہتا ہے اس پر عمرو نے جواب میں کہا کہ تیری حالت اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔ (۷)

حکمیت کا معاملہ اس تلخ انجام کے ساتھ اختتام پذیر ہوا ابوموسی جان کے خوف سے فرار ہوکر کے مکہ چلا گیا عمروعاص فاتح کی حیثیت سے شام کی جانب روانہ ہوا اور اس نے معاویہ کو خلیفہ کی حیثیت سے سلام کیا۔

حکمیت سے جو نتیجہ برآمد ہوا اس نے عراق کے لوگوں کی ذہنی کیفیت کو بری طرح متاثر و مجروح کیا کیونکہ ایک طرف تو خوارج کا غم و غصہ پہلے کی نسبت اب کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا کہ جس کا سبب یہ تھا کہ انھیں امید تھی کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام معاہدے کے منسوخ کرنے پر راضی ہوجائیں گے اور معاویہ کے خلاف اعلان جنگ کردیا جائے گا دوسری طرف جب یہ افسوسناک خبر کوفہ و بصرہ کے لوگوں تک پہنچی کہ حضرت علی علیہ السلام خلافت سے برطرف کردیئے گے وہیں تو مسلمانوں کے درمیان اختلافات بہت زیادہ تیر کے آور ان کی خلیج کافی وسیع ہوتی چلی گئي چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے کو برملا سخت و ست کہنے لگے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کے درمیان رفع اختلاف، حزن و ملال کے آثار میں کمی اور مسئلہ حکمیت کے بارے میں رائے عامہ روشن کرنے کی خاطر اپنے فرزند حضرت حسن مجتبي علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ عوام کے سامنے جا کر تقریر کریں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا لوگو حکمین کے بارے میں تم بہت زیادہ

گفتگو کرچکے ہو ان کا انتخاب اس لئے عمل میں آیا تھا کہ وہ قرآن کی بنیاد پر حکم کریں گے مگر ہوائے نفسانی کی پیروی کرنے کی وجہ سے انہوں نے فیصلہ قرآن کے برخلاف کیا ہے اس بنا پر انھیں حکم نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ محکوم کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔

ابو موسی جو عبداللہ بن عمر کا نام تجویز کرچکا تھا تین اعتبار سے لغزش و خطا کا مرتکب ہوا۔

اس کی پہلی لغزش تو یہی تھی کہ اس نے اس کے خلاف عمل کیا جو عمر نے کہا تھا عمر چونکہ اسے خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے اس کو مجلس مشاورت کا رکن بھی قرار نہیں دیا تھا۔

دوسری لغزش ان کی یہ تھی کہ انہوں نے یہ فیصلہ عبداللہ سے مشورہ کئے بغیر کیا اور انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اس پر رضامند ہوں گے یا نہیں۔

تیسری لغزش یہ تھی کہ عبداللہ اس حیثیت سے ایسا انسان نہیں تھا جس کے بارے میں مہاجرین و انصار کا اتفاق رائے ہوتا۔

اب رہی مسئلہ حکمیت کی اصل (تو کوئي نئي بات نہیں کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ غزوات کے دوران اس پر عمل کرچکے ہیں) رسول خدا ﷺ نے طائفہ "بنی قریظہ" کے بارے میں سَعد بن معاذ کو حکم قرار دیا تھا اور چونکہ حکمیت رضائے خداوندی کے خلاف تھی اس لئے پیغمبر اکرم ﷺ اس پر راضی نہ ہوئے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے فرمانے پر عبداللہ بن جعفر اپنی جگہ سے اٹھے اور عامہ کو مطلع کرنے کی غرض سے انہوں نے تقریر کي[۸]

ج) مارقین

خوارج کے مقابل حضرت علی علیہ السلام کا موقف[۹]

حکمیت کے معاملے میں شکست سے دوچار ہو کر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام معاویہ سے جنگ کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو آمادہ کرنا شروع کیا تا کہ مقررمدّت ختم ہوجانے کے بعد صفین کی جانب واپس چلے جائیں لیکن خوارج نے حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کرنے کی بجائے شورش و

سرکشی سے کام لیا اور پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی نعرہ لا حکم الا اللہ کی بنیاد پر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کو وہ کافر کہنے لگے۔

انھیں جب بھی موقع ملتا وہ شہر کوفہ میں داخل ہوجاتے اور جس وقت حضرت علی علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو وہ اپنا وہی پرانا نعرہ لگانے لگتے اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس شہر میں اپنے افکار و نظریات کا پرچار بھی شروع کردیا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے خاموش وپر سکون رہ کر اور کوئي رد عمل ظاہر کئے بغیر اپنی تحریک کو جاری رکھا وہ ان کے ساتھ انتہائي نرمی اور تواضع کے ساتھ پیش آئے اگرچہ حضرت علی علیہ السلام چاہتے تو ان لوگوں سے کسی بھی قسم کا سلوک روا رکھ سکتے تھے مگر آپ علیہ السلام نے ان کی تمام افتراپردازیوں اور سیاسی سرگرمیوں کے باوجود اپنے محبت آمیز رویے میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ آنے دی آپ علیہ السلام ان سے اکثر فرماتے کہ "تمہارے تین مسلم حقوق ہمارے پاس محفوظ ہیں :

١۔ شہر کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے اور اجتماعات میں شرکت کرنے سے تمہیں ہرگز منع نہیں کیا جائے گا۔

٢۔ جب تک تم لوگ ہمارے ساتھ ہو بیت المال سے تمہیں تنخواہیں ملتی رہیں گي۔

٣۔ جب تک تم ہم پر تلوار اٹھاؤ گے ہم تمہارے ساتھ ہرگز جنگ کے لئے اقدام نہ کریں گے[١٠]

خوارج اگرچہ نماز میں حضرت علی علیہ السلام کی پیروی نہیں کرتے تھے مگر اجتماع نماز کے وقت ضرور پہنچ جاتے وہ لوگ اس جگہ نعرے لگاکر اور دوسرے طریقوں سے آپ علیہ السلام کو پریشان کرکے آزار پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے ایک دن جس وقت حضرت علی علیہ السلام نماز میں قیام کی حالت میں تھے خوارج میں سے ایک شخص نے جس کا نام "کوا" تھا باآواز بلند یہ آیت پڑھي:

﴿ و لقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک و لتکونن من الخاسرین﴾[١١]

(اس آیت میں خطاب پیغمبر ﷺ سے کیا گیا ہے کہ : اے نبی ان سے کہو' پھر کیا اے جاہلو تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لئے مجھ سے کہتے ہو(یہ بات ہمیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیئے کیونکہ) تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جاچکی ہے۔ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہوجائے گا اور تم خسارے میں رہوگے)

" ابن کوا" یہ آیت پڑھ کرچاھتا تھا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو اشارہ وکنایہ میں یہ بتا دے کہ آپ نے عہد گذشتہ میں جو اسلام کے لئے خدمات انجام دی ہیں ان سے ہرچند انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن آپ علیہ السلام نے کفر کے باعث اپنے تمام گذشتہ اعمال کو تلف و ضائع کردیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام خاموش رہے اور جب یہ آیت پوری پڑھی جاچکی تو آپ نے نماز شروع کی... " ابن کوا" نے دوسری مرتبہ یہ آیت پڑھی حضرت علی علیہ السلام اس مرتبہ بھی خاموش رہے چنانچہ جب وہ یہ آیت کئي بار پڑھ چکا اور چاہتا تھا کہ نماز میں خلل انداز ہو تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائي

فاصبر ان وعد الله حق و لا يستخفنك الذين لا يوقنون [۱۲](پس اے نبی صبر کرو یقینا اللہ کا وعدہ سچا ہے اور ہرگز ہلکانہ پائیں تم کہ وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے) اور آپ نے اس کی جانب توجہ و اعتنا کئے بغیر نماز جاری رکھي۔ [۱۳]

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ لوگوں کی نعرہ بازی اور نکتہ چینی کا جواب منطقی نیز واضح و روشن دلائل سے دیتے تا کہ وہ اپنی ذھنی لغزش کی جانب متوجہ ہو سکیں اور آپ علیہ السلام کو پریشان کرنے سے باز رہیں اسی لئے آپ علیہ السلام فرماتے کہ اگر خوارج خاموش رہتے ہیں تو ہم انھیں اپنی جماعت کا جزو رکن سمجھتے ہیں اگر وہ اعتراض کیلئے لب کشائي کرتے ہیں تو ہم ان کا مقابلہ منطق و دلیل سے کرتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ ضد پر اتر آئیں تو ہم ان سے نبرد آزمائي کرتے ہیں۔ [۱۴]

منشور

خوارج نے ایک خاص انداز فکر کی بنیاد پر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے خلاف شورش و سرکشی کی ان کے اس دائرہ عمل میں مندرجہ ذیل نکات شامل تھے۔

۱۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام معاویہ، اور عثمان، اصحاب جمل اور حکمیت سے متفق و ہم خیال اشخاص نیز ان افراد کو کافر تصور نہ کرنے والے لوگ اور مذکورہ بالا افراد سے وابستہ گروہ سب کے سب کافر ہیں۔

۲۔ امر بالمعروف و نہی از منکر کی بنیاد پر ظالم و ستمگر خلیفہ وقت (امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے خلاف بلاقید و شرط شورش کرنا ضروری ہے کیونکہ ان کی رائے میں اس کا اطلاق کسی شرط و پابندی کے بغیر ہر جگہ ضروری و لازمی امر تھا۔

۳۔ مسئلہ خلافت کا حل مجلس مشاورت کے ذریعے کیا جانا چاہئے اور اس مقام کو حاصل کرنے کیلئے ان کی دانست میں واحد شرط یہ تھی کہ آدمی صاحب تقوی و ایمان ہو اور اگر خلیفہ انتخاب کے بعد اسلامی معاشرے کی مصلحتوں کے برخلاف کوئی اقدام کرے تو اسے اس عہدے سے معزول کردیا جائے اور اگر وہ اپنے منصب سے دست بردار نہ ہو تو اس سے جنگ و نبرد کی جانی چاہیئے۔ (۱۵)

اس منشور کی بنیاد پر وہ ابوبکر اور عمر کی خلافت کو صحیح سمجھتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں یہ حضرات صحیح انتخاب کے ذریعے عہدہ خلافت پر فائز ہوئے تھے اور وہ مسلمانوں کی خیر و صلاح کی راہ سے منحرف نہ ہوئے تھے عثمان اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے انتخاب کو اگرچہ وہ ہر چند درست ہی سمجھتے تھے مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ عثمان نے اپنی خلافت کے چھٹے سال سے اپنے رویے کو بدلنا شروع کردیا تھا اسی لئے وہ خلافت سے اگرچہ معزول کردیئے گئے تھے مگر وہ چونکہ اپنے اس منصب پر فائز رہے اسی لئے وہ کافر اور واجب القتل تھے علی علیہ السلام نے بھی چونکہ حکمیت کو تسلیم کرلیا تھا اور اس اقدام پر پشیمان ہو کر انہوں علیہ السلام نے توبہ نہیں کی تھی اسی لئے وہ کافر اور واجب القتل ہیں (معاذ اللہ (۱۶)

مجموعی نعرہ

خوارج کا انتہائي اہم اورپر جوش ترین نعرہ لا حکم الا اللہ تھا اگرچہ یہ نعرہ انہوں نے قرآن مجید سے ہی اخذ کیا تھا[۱۷] مگر عدم واقفیت اور فکری جمود کے باعث اس کی وہ صحیح تفسیر نہ کرسکے۔

مذکورہ آیہ مبارکہ میں "حکم" سے مراد قانون ہے مگر خوارج نے اپنی کج فہمی کی بنا پر اس کے معنی "رہبري" سمجھ لئے جس میں حکمیت بھی شامل ہے وہ اس بات سے بے خبر رہے کہ خود قرآن نے ان کی کج فہمی کو رد کیا ہے جب قرآن نے بیوی و شوہر کے اختلاف اور حالت احرام میں[۱۸] شکار کرنے تک مسائل کے بارے میں انسانوں کو حکمیت کا حق دیا ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ مسلمانوں کے دو گروہ کے درمیان ایسے حساس معاملات اور عظیم اختلافات کے بارے میں انسانوں کو حق حکمیت نہ دیا جاتا جس سے بعض انسانی زندگیوں کی نجات بھی وابستہ ہو۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان لوگوں کی اطلاع کے لئے جو خوارج کا پروپیگنڈا بالخصوص اس دلکش نعرے سے متاثر ہوگئے تھے موثر تقریر کی اس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگرچہ یہ بات مبنی بر حقیقت ہے مگر اس سے جو مقصد و ارادہ اخذ کیا گیا ہے وہ محض باطل ہے اس میں شک نہیں کہ حکم خدا کیلئے ہی مخصوص ہے لیکن ان لوگوں نے حکم کی جو تفسیر کی ہے اس سے مراد فرمانروا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی فرمانروا کا وجود نہیں در حالیکہ انسانوں کیلئے خواہ اچھے کام انجام دیتے ہوں یا برے 'فرمانروا کا وجوود امر ناگزیر ہے[۱۹]

بغاوت

خوارج ابتدا میں بہت امن پسند تھے اور صرف لوگوں پر تنقید و اعتراض ہی کیا کرتے تھے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ان کا رویہ وہ تھا جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے مگر آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی راہ و روش بدلی چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ شورش و سرکشی پر اتر آئے ایک روز عبداللہ

بن وہب راہبی نے انھیں اپنے گھر پر جمع ہونے کی دعوت دی اور ان کے سامنے نہایت ہی پر جوش و لولہ انگیز تقریر کے ذریعے انہوں نے اپنے ہم مسلک لوگوں کو شورش و سرکشی پر آمادہ کیا اس ضمن میں اس نے کہا کہ بھائیو اس جور و ستم کی نگری سے نکل کر اچھا تو یہی ہے کہ پہاڑوں میں جا کر آباد ہو رہیں تا کہ وہاں سے ہم ان گمراہ کن بدعتوں کا مقابلہ کر کے ان کا قطع قمع کر سکیں۔[۲۰]

اس کے بعد "حر قرص بن زہیر" نے تقریر کی ان دونوں کی تقاریر نے خوارج کے دل و دماغ پر بہت گہرا اثر کیا اور ان میں پہلے کی نسبت اب زیادہ جوش و خروش پیدا ہونے لگا اگلا جلسہ "ذفر بن حصین طائي" کے گھر پر ہوا اس نے مفصل تقریر کے بعد کہا کہ میں اپنے نظریئے یں دوسروں کی نسبت زیادہ محکم و پایدار ہوں اگر ایک شخص اس سلسلے میں میرا ساتھ نہ دے تو میں اکیلا ہی شورش و سرکشی کروں گا۔ اے بھائیو تم اپنے چہروں اور پیشانیوں پر شمشیر کی ضربیں لگاؤ تا کہ خدائے رحمن کی اطاعت ہو سکے[۲۱] اس کے بعد اس نے یہ تجویز پیش کی کہ بصرہ کے خوارج کو خط لکھا جائے تا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہ "نہروان" میں ان سے آن ملیں اہل بصرہ نے مثبت جواب دیا اور کوفہ کے گروہ کے ساتھ آکر مل گئے[۲۲]

خوارج نے اپنی تحریک کوفہ کے باہر راہزنی اور ناکہ بندی کے ذریعے شروع کی۔ قتل و غارتگری کو انہوں نے اپنا شعار بنایا اور جو لوگ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے حامی و طرفدار تھے ان کے ساتھ وہ دہشت پسندانہ سلوک کرنے لگے۔

اس اثناء میں انھیں دو شخص نظر آئے ان میں سے ایک مسلمان تھا اور دوسرا عیسائی، عیسائی کو تو انہوں نے چھوڑ دیا مگر مسلمان کو اس جرم میں قتل کر دیا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کا طرفدار ہے۔[۲۳]

عبداللہ بن خباب سربرآوردہ شخص اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے کارپرداز تھے وہ اپنی زوجہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ خوارج سامنے سے آگئے ان کو دیکھتے ہی انہوں نے کہنا شروع کیا کہ: "اسی قرآن نے جو تیری گردن میں حمایل ہے تیرے قتل کا حکم صادر کیا ہے" قتل کرنے سے پہلے

ان سے کہا گیا اپنے والد کے واسطہ سے پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث نقل کرو اُنہوں نے کہا "میرے باپ کہتے تھے کہ میں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ میرے بعد کچھ عرصہ نہ گذرے گا کہ فتنہ و فساد کی لہریں ہر طرف پھیل جائیں گی اس وقت بعض لوگوں کے دل حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے اور وہ اسی طرح مردہ ہوجائیں گے جیسے انسانی جسم ایسے وقت میں بعض افراد رات کے وقت مومن ہوں گے لیکن دن کے وقت کافر اس وقت تم خدا کے نزدیک مقتول بن کر رہ لینا (حق کی پاسبانی کرنا اس کام میں چاھے تمہاری جان پر بن جائے) مگر قتل و خونریزی سے گریز کرنا [۲۴]

عبداللہ نے حدیث بیان کرکے اس وقت مسلمانوں میں جو معاشرہ کارفرما تھا اس کی تصویر کشی کردی تاکہ خوارج اس سے پند و نصیحت لے سکیں لیکن انہوں نے ان کے ہاتھ پیر اس بری طرح جکڑے کہ دیکھنے والے کے دل پر رقت طاری ہوتی تھی اور بہت زیادہ شکنجہ کشی اور آزار رسانی کے بعد انھیں نہر کے کنارے لے گئے جہاں انہوں نے انھیں بھیڑ کی مانند ذبح کیا ان کی حاملہ زوجہ کو قتل کرنے کے بعد ان کا شکم چاک کیا اور نارسیدہ بچے کو بھی انہوں نے ذبح کرڈالا[۲۵]

عبداللہ کا قتل جس بے رحمی سے کیا گیا تھا اس پر ایک عیسائي شخص معترض ہوا وہ باغبان تھا اس وضع و کیفیت کو دیکھ کر وہ کچھ کھجوریں لے گیا اور قاتلوں کو پیش کیں جنہیں بغیر قیمت ادا کئے انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا اس پر عیسائي نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تم عبداللہ جیسے بے گناہ شخص کو قتل کرسکتے ہو اور بغیر قیمت ادا کیے کھجوریں کھانے میں تمہیں عذر ہے۔ [۲۶]

معاویہ سے جنگ

حکمیت کی مدت اسی وقت ختم ہوئي جب کوفہ و بصرہ میں خوارج جمع ہو رہے تھے مذکورہ مدت کے ختم ہوجانے کے بعد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے حَرُوراء میں معاویہ سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ شہر میں آمادہ رہنے کا اعلان کردیا گیا اس کے بعد آپ نے لوگوں کو جہاد کی جانب

رغبت دلانے کی خاطر تقریر کی اور فرمایا کہ:

اب تم جہاد کرنے دشمن کی جانب روانہ ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ پیر کے دن "نخیلۃ" نامی مقام پر عسکر گاہ میں تمہیں جمع ہونا ہے ہم نے منصفین کا انتخاب اسی لئے کیا تھا کہ وہ قرآن کی بنیاد پر حکم کریں گے مگر تم نے دیکھ لیا کہ انہوں نے کلام اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف اقدام کیا خدا کی قسم میں ان سے جنگ کروں گا اگر کسی نے بھی ساتھ نہ دیا تو میں تنہا ہی ان سے نبرد آزمائی کروں گا۔ (۲۷)

اس کے بعد آپ علیہ السلام "نخیلہ" کی جانب روانہ ہوئے اور بصرہ کے صوبہ دار کو خط لکھ کر اس سے مدد چاہی جب خوارج کو یہ علم ہوا کہ سپاہ اسلام نخیلہ میں جمع ہو رہی ہے تو انہوں نے حَرُوراء میں قیام کرنا تحفظ کے اعتبار سے خلاف مصلحت سمجھا اور اس جگہ کو ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس سے قبل کہ وہ اپنی قیام گاہ کو خالی کر کے جائیں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اتمام حجت کے طور پر انھیں خط لکھا اور انھیں یہ دعوت دی کہ وہ دیگر سپاہ کے ساتھ آن ملیں تا کہ معاویہ کی جانب روانہ ہوا کر اس کے ساتھ جنگ کی جا سکے مگر انہوں نے اس خط کا جواب نفی میں دیا۔ (۲۸)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام جب خوارج کو راہ حق پر لانے میں مایوس ہوگئے تو آپ نے یہی فیصلہ کیا کہ انھیں انہی کے حال پر چھوڑ کر اصل مقاصد کی جانب روانہ ہوا جائے چنانچہ آپ علیہ السلام نے نخیلہ میں بھی تقریر کا اہتمام کیا اور افواج کی معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے حوصلہ افزائی کی اس ضمن میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ میں نے بصرہ کے بھائیوں کو بھی خط لکھا ہے اور جیسے ہی وہ یہاں پہنچ جائیں گے ہم دشمن کی جانب روانہ ہوں گے۔ (۲۹)

بصرہ کی فوج جو تین ہزار دو سو سے زیادہ سپاہیوں پر مشتمل تھی آن پہنچی سپاہ کی مجموعی تعداد تقریبا اڑسٹھ (۶۸) ہزار ہو گئی (۳۰) اس سے پہلے کہ لشکر روانہ ہو بعض سپاہ نے دبی آواز میں کہنا شروع کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ پہلے خوارج سے جنگ کر لی جاتی اور جب ان کا کام تمام ہو جاتا تو

ہم صفین کی جانب رخ کرتے۔

لیکن امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے انھیں اس امر کی جانب متوجہ کیا کی معاویہ کے ساتھ جنگ کی کیا اہمیت ہے اور اسے کیوں مقدم سمجھنا چاہیئے اور انھیں سمجھایا کی فی الحال خوارج کے مسئلے کی طرف سے خاموشی اختیار کی جائے اور سردست ان کا نام تک نہ لیا جائے۔

سپاہ نے جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے یہ اقوال سنے تو اس نے کہا کہ فیصلہ کن اقدام کے لئے ہماری جانب سے آپ کو کل اختیار ہے اور کہا کہ ہم ایک متحد جماعت اور آپ علیہ السلام کے خیر خواہ ہیں جس گروہ کی جانب لے جانے میں آپ خیرہ و صلاح سمجھیں ادھر ہی ہمیں لے چلیں (۳۱)

خوارج کے ساتھ جنگ کی ضرورت

خوارج کی سرگرمیوں کے بارے میں انتہائی اختصار کے ساتھ اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو جب ان کے ان مجرمانہ افعال کے خبریں ملیں تو اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ان کی طرف سے چشم پوشی کرنا اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ یہاں مسئلہ اظہار خیال و رائے کا نہ تھا بلکہ معاشرے کے امن میں خلل انداز ہونا اور شرعی حکومت کے خلاف مسلح گروہ کی بغاوت تھی چنانچہ اس بناپر آپ علیہ السلام نے معاویہ سے جنگ کئے جانے کے فیصلے کو بدل دیا۔

"عبداللہ بن خباب" کا قتل امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کیلئے اس قدر گرانبار ہوا کہ آپ نے ان خوارج کے سامنے جنھوں نے یہ اعتراف کیا کہ ہم ان کے قاتل ہیں فرمایا: اگر خطئہ ارض کے تمام لوگ یہ کہیں کہ ہم ان کے قتل میں شریک ہیں اور میں ان کے خون کا بدلہ لے سکوں تو سب کو قتل کرڈالوں گا۔ (۳۲)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے مزید اطلاعات حاصل کرنے کیلئے "حارث بن مُرّہ" کو خوارج

کے پاس روانہ کیا خوارج نے انھیں قتل کردیا ان کے اس اقدام نے سپاہ کو پہلے سے کہیں زیادہ متاثر اور غضبناک کردیا چنانچہ اس نے بآواز بلند کہا کہ یا امیرالمومنین کیا آپ انھیں اسی لیئے بے مہار چھوڑ رہے ہیں کہ وہ ہمارے پیچھے ہماری عزت و ناموس اور مال و اموال کے ساتھ جو چاہیں کریں ؟ پہلے آپ علیہ السلام ہمیں ان کی طرف لے چلئے ان سے فراغت پا لینے کے بعد ہم "شامي" دشمن کی جانب روانہ ہوں گے_ (۳۳)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے بھی ان کی بات مان لی چنانچہ سپاہ کو ان کا تعقب کرنے کیلئے "پل (۳۴)" کے اس پار جانے کا حکم دیا یہاں سے یہ لشکر "دیر ابوموسي" کی جانب روانہ ہوا اور دریائے فرات کے کنارے "نہروان (۳۵)" نامی جگہ پر پڑا و ڈالا_

راہ میں حضرت علی علیہ السلام کو یہ اطلاع دی گئي کہ خوارج پل پار کر کے آگے آچکے ہیں اس موقع پر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کے عقیدہ کو مستحکم کرنے نیز اپنی معنوی عظمت کے بارے میں بتانے کی خاطر فرمایا: کہ ان کی قتل گاہ نہر کے اس طرف ہی ہے خدا کی قسم اس جنگ و پیکار میں اگر ان کے دس آدمیوں نے نجات حاصل نہ کی تو تم میں بھی دس افراد قتل نہیں ہوں گے_ (۳۶)

جس وقت سپاہ دریائے فرات کے کنارے پہنچی معلوم ہوا کہ خوارج نے دریا پار نہیں کیا ہے حضرت علی علیہ السلام نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: "الله اكبر صدق رسول الله" (۳۷)

جنگ کا سدّباب کرنے کی کوشش

دونوں لشکر دریائے نہروان کے کنارے ایک دوسرے کے مقابل آچکے تھے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے نبرد آزمائي سے قبل ہر ممکن کوشش کی کہ جنگ نہ ہو چنانچہ آپ علیہ السلام نے مندرجہ ذیل شرائط رکھیں

۱_ خوارج سے کہا کہ وہ عبداللہ بن خباب کے قاتلوں نیز شہداء کو ہمارے حوالے کردیں تا کہ

ہم تم سے دستبردار ہو کر شام کی جانب روانہ ہوجائیں انہوں نے جواب دیا کہ ہم سب ہی قاتل ہیں اور مزید یہ کہا کہ تمہارا اور ان کا خون بہانا ہمارے لئے جائز و مباح ہے (۳۸)

۲_ آپ علیہ السلام نے یہ تجویز رکھی کہ تم میں سے کون شخص اس کام کیلئے آمادہ ہے کہ قرآن مجید اٹھائے اور اس جماعت کو کلام اللہ کی جانب آنے کی دعوت دے طائفہ بنی عامر کے ایک نوجوان نے اپنے آمادگی کا اعلان کیا انہوں نے قرآن پاک اپنے ہاتھ میں لیا اور خوارج کو اس کی جانب آنے کی دعوت دی خوارج نے ان پر بھی تیروں کی بارش کردی اگرچہ ان کے چہرے پر سب سے زیادہ تیر لگے تھے مگر اس کے باوجود وہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک آگئے اور چند لمحہ بعد ہی شہید ہوگئے_ (۳۹)

۳_ قیس بن سعد اور ایوب انصاری جیسے اصحاب نے بھی اتمام حجت کے طور پر خوارج کے سامنے تقاریر کیں ان حضرات کے علاوہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام بذات خود تشریف لے گئے اور آخری مرتبہ انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "میں تمہیں کل کے لئے آگاہ کیئے دیتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امت اسلامیہ تمہیں لعنت و ملامت سے یاد کرے کیونکہ تمہارے جسم تو اسی نہر کے کنارے زمین پر گریں گے اور تم کوئی محکم دلیل یا سنت بطور سند اپنے بارے میں چھوڑ کر نہیں جاؤگے"

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے حکمیت کے افسوناک واقع اس معاملے میں اپنے نیز خوارج کے کردار اور اپنے ہی قول سے ان کی روگردانی و خلاف ورزی کے بارے میں تقریر کی اس ضمن میں آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا: کہ اگرچہ حکمین نے کلام اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منحرف و روگردان ہو کر اپنے نفسانی میلان کی بنیادپر حکم جاری کیا مگر ہم اب بھی اپنی اس سابقہ روش پر قائم ہیں اس کے بعد تم کہو کہ کیا کہنا چاھتے ہو اور کہاں سے آگئے ہو؟ (۴۰)

۴_ تقریر ختم کرنے کے بعد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے پرچم امان ابو ایوب انصاری کے حوالے کیا اور انھیں حکم دیا کہ اعلان کریں کہ جو شخص بھی اس پرچم کے نیچے آجائے گا امن و امان

میں رہے گا اس کے علاوہ جو کوئي شہر میں داخل ہوگا یا عراق کی جانب واپس چلا جائے گا وہ بھی امان میں رہے گا ہمیں تمہارا خون بہانے کی ضرورت نہیں (۴۱)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے جیسے ہی پرچم امان لہرایا تو بہت سے لوگوں نے باآواز بلند کہنا شروع کیا التوبہ ، التوبہ یا امیرالمومنین چنانچہ اس کے بعد تقریبا آٹھ ہزار افراد مخالفت سے دستبردار ہو کر پرچم امان کے نیچے جمع ہو گئے_ (۴۲)

سوالات

۱_ منصفین کس تاریخ کو اور کہاں جمع ہوئے ان میں سے ہر ایک کی ابتدائي رائے کس کے حق تھی اور انہوں نے کس مسئلے پر اتفاق رائے کیا؟

۲_ حکمیت کے نتیجے کا عراق کے لوگوں پر کیا رد عمل ہوا حضرت علی علیہ السلام نے حکمیت کے ناپسندیدہ اثرات دور کرنے اور عامہ پر حقائق کی وضاحت کیلئے کیا اقدامات کیئے؟

۳_ اس سے قبل خوارج کہ دہشت پسندانہ راہ و روش اختیار کریں حضرت علی علیہ السلام کا ان کے ساتھ کیسا سلوک و رویہ تھا؟ اس سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام کے اقوال میں سے ایک قول بطور نمونہ پیش کیجئے_

۴_ خوارج کے فکری دائرہ عمل کی تشکیل کن چیزوں پر منحصر تھي؟

۵_ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ سے جنگ کرنے کے بجائے اپنی توجہ کس بناپر خوارج کی جانب کردي؟

۶_ حضرت علی علیہ السلام نے خونریزی روکنے کیلئے کیا اقدامات کئے؟ اس کے دو نمونے پیش کیجئے

حوالہ جات

۱_ اس کا شمار مدینہ کے قریات میں ہوتا ہے

۲_ ملاحظہ ہو وقعہ صفین ۵۳۳، مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹۰

۳_ ملاحظہ ہو وقعہ صفین ۵۳۶

۴_ وقعہ صفین ۵۳۴، واللہ ان لو استطعت لاحین سنۃ عمر

۵_ وقعہ صفین ۵۳۴

۶_ ملاحظہ ہو الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۱۸، وقعہ صفین ۵۴۴

۷_ وقعہ صفین ۵۳۶_ ۵۴۵، الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۱۸

۸_ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۱۹

۹_ خوارج جمع ہے خارجہ کی اصطلاحا اس کا اطلاق اس فرقے پر ہوتا ہے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف شورش و سرکشی کی اور نہروان نامی مقام پر آپ سے بر سرپیکار ہوئے ابن ملجم کا شمار بھی خوارج ہی میں ہوتا ہے حضرت علی علیہ السلام اسی شخص کے ہاتھوں شہید ہوئے (کتاب ملل و نحل تالیف شہرستانی ج ۱ ص ۱۴۴)

۱۰_ ان لکم عندنا ثلاثا لا نمنعکم صلواۃ فی ھذا المسجد و لا نمنعکم نصیبکم من ھذا الفيء ما کانت ایدیکم مع ایدینا و لا نقتلکم حتی تقاتلونا (تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۴ کامل ج ۳ ص ۳۳۵، المجموعہ الکاملہ ج ۵ ص ۱۸۱)

۱۱_ سورہ زمر آیت ۶۵

۱۲_ سورہ روم آیت ۶۰

۱۳_ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۱۱، تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۳

۱۴_ ان سکتوا عمعناھم ان تکلموا حججنا ھم و ان خرجوا علینا قاتلنا ھم (تاریخ طبری ج ۷۵، ۲ کامل بن اثیر ج ۳ ص ۳۳۴)

۱۵_ خوارج کے نعرہ "لاحکم الا اللہ" سے جو مطلب اخذ کیا گیا تھا اسی مفہوم میں اس کا ذکر حضرت علی علیہ السلام کے خطبہ نہج البلاغہ ۴۰ میں بھی ملتا ہے ابتداء میں ان کی رائے یہ تھی اجتماع کو امام وقت اور حکومت کی ضرورت نہیں اور

لوگوں کو چاہیئے کہ خود براہ راست کلام اللہ پر عمل کریں مگر اس رائے کو ظاہر کرنے کے بعد انہوں نے حضرت عبد اللہ بن وہب راسبی سے رجوع کیا اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کی (کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳۵)

۱۶_جاذبہ و دافعہ علی علیہ السلام منقول از ضحی الاسلام و ملل و نحل شہرستانی

۱۷_ان الحكم الا لله يقص الحق و هو خير الفاصلين (فیصلہ کا سارا اختیار اللہ کو ہے وہی امر حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے (سورہ الانعام آیت ۵۷)

۱۸_شوہر اور بیوی کے اختلاف کا ذکر سورہ نساء کی آیت ۳۵ میں آچکا ہے اور ہم اس کا پہلے ذکر کرچکے ہیں لیکن احرام کی حالت میں اگر کوئی محرم دیدہ و دانستہ شکار کرے تو اسے چاہیئے کہ کفارہ ادا کرے اور بطور کفارہ وہ جو جانور ذبح کرے اس کی حکمیت دو عادل انسان کریں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے و من قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم(احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا گذرے تو جو جانور اس نے مارا ہے اسی کے ہم پلہ ایک اور جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے (سورہ مائدہ آیت ۹۴)

۱۹_كلمة حق يراد بها باطل نعم انه لا حكم الا الله و لكن هولاء يقولون لا امرة الا لله انه لا بد للناس من امير من بر او فاجر ...(نہج البلاغہ خ ۴۰)

۲۰_کامل ابن اثیر ج ۳/ ۳۳۵

۲۱_يا اخواننا ضربوا جباهم و وجوههم بالسيف حتى يطاع الرحمن عزوجل

۲۲_الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۳۳، تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۵، کامل ج ۳ ص ۳۳۶

۲۳_شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۴/ ۱۲۷

۲۴_ستکون بعدی فتنہ یموت فیہا قلب الرجل کما یموت بدنُہُ یمسی مومنا و یصبح کافرا فکُن عنداللہ المقتول و لا تکن القاتل(شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۴ ص ۱۲۸، تاریخ طبری ج ۵/ ۸۱

۲۵_شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۴ ص ۱۲۸، تاریک طبری ج ۵ ص ۸۱، اعیان الشیعہ ج ۱ص ۵۲۲ (دس جلدیں مطبوعہ بیروت)و کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳۱

۲۶_ شرح نہج البلاغہ علامہ خوئی ج ۴ ص ۱۲۸، اعیان الشیعہ ج ۱/ ۵۲۳

۲۷_ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۳

۲۸_ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۳

۲۹_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۸، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۳۹

۳۰_ کامل ج ۳ ص ۳۴۰

۳۱_ سر بنا یا امیرالمومنین حیث احببت فنحن حزبُکَ و انصارك، الامامہ و السیاستہ ج ۱ ص ۱۲۵، تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۰، کامل ج ۳ ص ۳۴۱

۳۲_ واللہ لو اقر اهل الدنیا کلهم بقتله بکذا و اناقدر علی قتلهم به لقتلتهم شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۴ ص ۱۲۸ و ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۸۲

۳۳_ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۷، تدع ہولاء القوم و ارثنا یخلفوننا فی عیالنا و اموالنا ؟سر بنا الیہم فاذا فرغنا نہضنا الی عدونا من اہل الشام

۳۴_ یہ پل دریائے طبرستان پر حلوان اور بغداد کے درمیان واقع تھا اور شاہراہ خراسان اسی پل سے گذرتی تھی (مروج الذہب ج ۲ ص ۴۰۵)

۳۵_ اس نام کے تین گاؤں ہیں جو طول میں ایک دوسرے کے بعد آباد تھے ان کی شناخت نہروان اعلی نہروان اوسط اور نہروان اسفل سے کی جاتی تھی یہ گاوں واسطہ اور بغداد کے درمیان آباد تھے

۳۶_ مصارعهم دون النطفة واللہ لا یغلت منهم عشرة و لایهلك منکم عشره نہج البلاغہ خ ۵۹

۳۷_ مروج الذہب ج ۲ ص ۴۰۵

۳۸_ انا کلنا قتلنا هم کلنامُستَحل لدمائ کُم و دمائهم الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۷

۳۹_ شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۴ ص ۱۲۹

۴۰_ فما نبوکم و من این ایتتم ؟ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۷، تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۴، کامل ج ۳ ص ۳۴۳

۴۱_ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۸ ، کامل ج ۳ ص ۳۴۵، تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۵

۴۲_ شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۴ ص ۱۳۵

پندرھواں سبق

مارقین_ جنگ نہروان

دو سپاہ کے درمیان جنگ و نبرد

جنگ کے بعد

اصل دشمن کی جانب توجہ

غالیوں کا وجود

جنگ نہروان کا نتیجہ

جہاد کی دعوت

حضرت مالک کا صوبہ دار مصر کی حیثیت سے تقرر

حضرت مالک کی شہادت

مصر پر لشکر کشي

حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت

لوگوں کی تنبیہ و سرزنش

سوالات

حوالہ جات

دو سپاہ کے درمیان جنگ و نبرد

حضرت علی علیہ السلام نے اگرچہ صلح کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کے باوجود ان میں سے چار ہزار سے زیادہ خوارج باقی رہ ہی گئے۔ وہ عبداللہ بن وہب کے زیر فرمان اب بھی اپنے پرانے عقیدے پرپوری طرح قائم تھے اور المرواح المرواح الی الجنۃ(بڑھو جنت کی طرف) کے نعرے لگاتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کے لشکرپر حملہ آور ہوگئے(۱)

حضرت علی علیہ السلام نے بھی اپنی سپاہ کی صفین آراستہ کیں چنانچہ میمنہ پر حجربن عدی اور میسرہ پر شبث بن ربعی کو متعین کیا۔ سوار فوج کی فرمانداری ابو ایوب انصاری اورپیادہ لشکر کی ابوقتادہ کے سپرد کی قیس بن سعد کو مدینہ کے لوگوں کا سردار مقرر کیا ان کی تعداد بھی تقریبا آٹھ سوار افرادپر مشتمل تھی قلب لشکرمیں آپ بذات خود موجود رہے(۲)

تیراندازی خوارج کی جانب سے شروع ہوئي چنانچہ جب ایک شخص کو خون آلود حالت میں آپ علیہ السلام کے سامنے لایا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ حملہ کرو کیونکہ اب اس گروہ کا قتل کرنا ہمارے لئے جائز ہے۔(۳)

دونوں لشکر ایک دوسرے پرحملے آور ہوئے شروع میں اگرچہ لشکر اسلام کے سوار فوج، دشمن کے سنگین حملے کے باعث اپنے مقام سے پیچھے ہٹ گئے اورپوری صف لشکر سے الگ ہوگئے خوارج اس پر تیر کی تیزی سے حملے آور ہوئے وہ قلب لشکر پر حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے ہی تھے کہ یکایک جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا تیر اندازوں کے اس دستے کو جو پہلے سے ہی اس مقام کی پشت پر متعین تھا جہاں سوار فوج کی جگہ مقرر کی گئي تھی انہیں اپنے تیروں کانشانہ بنایا اور اپنی طرف سے غافل و بے خبرپا کر ان پرحملہ کردیا یہ حملہ ایسا اچانک اور سخت تھا کہ ان کے لئے

نہ آگے بڑھنا ممکن تھا اور نہ پیچھے ہٹنے کے لئے کوئی چارہ تھا خوارج کا خیال تھا کہ سوراوں کے لشکر نے ان کی طرح سے پشت کرلی ہے لیکن اس نے دائیں اور بائیں بازو کے پرے ساتھ لے کر انھیں اپنے درمیان زنبور کی طرف نرغے میں لے لیا اور دم شمشیر و سرنیزے سے ان کی خوب خاطر و تواضع کی۔ قلب لشکر اسلام کے درمیان محاذ پر متعین دستے کو چونکہ ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا وہ بھی ان کی سرکوبی کرنے کی غرض سے حملہ آور ہوا سپاہ دشمن کے فرماندار عبداللہ بن وہب کے علاوہ ذوالثدیہ، اخنس طائی، مالک بن وضّاح و غیرہ جیسے دیگر فرماندار لشکر، حضرت علی علیہ السلام کی شمشیر کے باعث ہلاک ہوئے[۴]

خوارج چونکہ سخت نرغے میں آگئے تھے اسی لئے وہ اس میں بری طرح پھنس گئے اور دو گھنٹے بھی نہیں گذر نے پائے تھے کہ وہ زمین پر اس طرح گرنے لگے جیسے خزاں کے دونوں میں درختوں سے پتے گرتے ہیں گویا یہ بھی کوئی کن فیکون کی طرح تکوینی حکم تھا جس کے تحت ان سے کہا گیا کہ مرجاؤ اور وہ مرگئے چار ہزار افراد میں سے صرف نو شخص یعنی شہدائے اسلام کی تعداد کے برابر اپنی جان بچا کر بھاگ گئے اور اس طرح امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

جنگ کے بعد

جنگ ختم ہوجانے کے بعد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ "ذوالثدیہ"کی تلاش و جستجو کریں (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ نہروان میں مقتولین کی جو خصوصیات بتائیں تھیں وہ اس شخص میں موجود تھیں حضرت علی علیہ السلام نے اس کی جستجو اس لئے کرائی تھی کہ حق کی روشن دلیل اور تائید امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام واضح ہوجائے)

سپاہی اس کی لاش تلاش کرنے کے لئے نکلے مگر ناکام واپس آگئے اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام خود اس کی لاش نکالنے کے لئے تشریف لے گئے کچھ دیر بعد اس کی لاش دیگر مقتولین

کی لاشوں کے نیچے سے نکل آئي اسے دیکھ کر آپ مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ اکبر میں نے پیغمبر ﷺ کی کوئي بات کبھی غلط نہ پائي رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ چھوٹا ہوگا جس میں ہڈی نہ ہوگی اس کے ایک طرف پستان جیسا گوشت کا گولہ ابھرا ہوا ہوگا جس پر پانچ یا سات بال اگے ہوئے ہوں گے جس وقت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے یہ تمام خصوصیات دیکھیں تو آپ فورا سجدے میں تشریف لے گئے اور خدا کا شکر بجالائے_ (۵)

اس کے بعد آپ علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہوئے اور مقولین کی لاشوں کے پاس سے گذرے اور فرمایا افسوس تمہارے اور اس کے حال پر جس نے تمہیں مغرور کیا اور اس حال کو پہنچا دیا_ دریافت کیا گیا کہ کس شخص نے انھیں مغرور کیا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا شیطان اور نفس امارہ انھیں غرور کی جانب لے گیا آرزوں نے انھیں فریب دیئے نا فرمانیاں انھیں حسین و جمیل نظر آئیں اور فتح و نصرت کے وعدے نے انھیں اپنا فریفتہ کرلیا_ (۶)

حضرت علی علیہ السلام نے وہ ہتھیار اور چوپائے جو میدان جنگ میں بطور مال غنیمت ہاتھ آئے تھے سپاہ کے درمیان تقسیم کردیئے خوارج کے باقی سامان، ان کے کنیز و غلام و غیرہ کو کوفہ واپس آنے کے بعد ان کے وارثوں کے حوالے کردیا_ (۷)

اصل دشمن کی جانب توجہ

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے خوارج کی سرکوبی کے بعد جد وجہد کے اصل محاذ اور اسلام کے دفاع کی جانب رخ کیا اس جد و جہد کی خصوصیت و اہمیت بتانے، معاویہ کے خلاف جہاد مقدس کی لشکر اسلام کو ترغیب دلانے اور عوام کو معاویہ کی حکومت کے عواقب و انجام سے باخبر کرنے کی غرض سے آپ علیہ السلام نے تقریر کی اور فرمایا کہ اے لوگو جب فتنہ و فساد کی لہریں ہر طرف پھیل چکی تھیں اور اس کا بحران اپنے انتہائي درجہ کو پہنچ چکا تھا اس وقت کسی میں اتنی جرات و ہمت نہ تھی کہ میدان کارزار میں داخل ہو اس وقت میں ہی ایسا شخص تھا جس نے اس فتنے کو خاموش کردیا...

یاد رکھو فتنوں میں سب سے زیادہ بھیانک خطرہ بنی امیہ کے فتنے کا ہے یہ فتنہ سیاہی اور اندھیرے کا فتنہ ہے اور جب اس کا سایہ پھیل جائے گا تو اس کی بلا خاص طور پر نیک لوگوں پر نازل ہوگی... ان کے اذیت ناک مظالم تم پر سالہا سال تک جاری رہیں گے ان پر تمہارا فاتح ہونا اتنا ہی اہم ہے جتنا غلاموں کا اپنے مالک پر غالب آنا یا پیروکاروں کا اپنے پیشوا پر غلبہ حاصل کر لینا... اس وقت قریش یہ چاہیں گے ان کے پاس جو کچھ اس دنیا میں ہے اسے خرچ کرکے بس ایک بار اسے دیکھ لیں اگرچہ وقت چند ہے لمحات پر منحصر ہے بس اتنا ہے جتنا ایک اونٹ کو نحر کرنے میں صرف ہوتا ہے آج وہ چیز جس کا صرف ایک حصہ میں ان سے مانگ رہا ہوں اور وہ نہ دینے پر بضد ہیں کل اسے مجھے دینے کے لئے اصرار کریں گے اور یہ چاہیں گے کہ میں اسے قبول کر لوں۔

غالیوں کا وجود[٨]

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنی حقانیت ثابت کرنے، خواب غفلت میں سوئے ہوئے لوگوں بالخصوص خوارج کو جگانے اور چند دیگر مصلحتوں کی بنا پر بہت سے غیبی مسائل کی پشین گوئی کرنا شروع کردی لیکن کچھ کم ظرف لوگوں نے آپ کے بارے میں مبالغے سے کام لیا وہ خوارج کے عین مقابل آگئے اور چونکہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی غیر معمولی عقل و نظر اور دانش و بینش سے وہ حیرت زدہ و مرغوب تھے اسی لئے وہ آپ علیہ السلام کو حد انسانیت اور مخلوقیت سے بالاتر سمجھنے لگے اور آپ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہوگئے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے نظریے کے مطابق دونوں ہی گروہ ہلاک و بدبختی سے دوچار ہوئے چنانچہ اس سلسلے میں آپ علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ میرے معاملے میں دو شخص ہلاک ہوئے ایک وہ جس نے مبالغہ کیا اور دوسرا میرا بدخواہ دشمن[٩]

ایک روز امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام تقریر فرما رہے تھے سامعین میں سے ایک شخص جو آپ علیہ السلام کا والہ و شیدائی تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا انت ، انت آپ (ع) نے فرمایا

افسوس تیرے حال پر میں کیا ہوں ؟ اس نے کہا انت اللہ یہ سن کر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کے ہم عقیدہ ساتھیوں کو گرفتار کرلیا جائے(۱۰)

غلات جو غیب کی باتیں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے سنتے تھے انھیں لوگوں میں مشہور کردیتے اور کہتے کہ ایسے کاموں کا کرنا خدا کے علاوہ کسی کے بس کی بات نہیں اسی بنا پر علی علیہ السلام یا تو خدا ہیں یا کوئی ایسی شخصیت ہے جس کے وجود میں ذات خداوندی حلول کرگئی ہے(۱۱)

جنگ نہروان کے نتائج و عواقب

جنگ نہروان کا خاتمہ اگرچہ خوارج کی سرکوبی پر ہوا لیکن اس کے جو نتائج بر آمد ہوئے وہ نہایت مضر اور اندوہناک ثابت ہوئے جن میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ اس جنگ میں مقتولین کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اس لئے سپاہ عراق کے دلوں پر بہت زیادہ خوف و ہراس غالب آگیا اور باہمی اختلاف کی بنا پر وہ دو گروہ میں تقسیم ہوگئے اس کے علاوہ وہ لوگ جن کے عزیز و اقربا اس جنگ میں مارے گئے تھے وہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے سخت بدگمان ہوگئے۔

۲۔ لشکر اسلام میں سرکشی اور نافرمانی کا جذبہ بہت زیادہ بڑھ گیا چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سپاہ یہ بہانہ بنا کر کہ جنگ کی کوفت دور کر رہے ہیں حضرت علی علیہ السلام کے فرمان بجالانے میں سستی اور کاہلی سے کام لینے لگے بالخصوص اس وقت جب کہ وہ جنگ سے واپس آکر اپنے خاندان کی گرم آغوش میں پہنچے اور اہل خاندان کے چہروں پر غم و اندوہ کے آثار دیکھے یہ عامل نیز اس کے ساتھ ہی دیگر عوامل اس امر کا باعث ہوئے کہ انہوں نے ہمیشہ کیلئے جنگ کا ارادہ ترک کردیا اور معاویہ کے ساتھ آشتی کرنے کو ان کے ساتھ جنگ کرنے پر ترجیح دینے لگے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب جنگ نہروان ختم ہوگئی تو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اپنی سپاہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: کہ خداوندتعالی نے تمہیں آزمایا اور تم اس کے امتحان میں پورے

اترے اسی لئے اس نے تمہاری مدد کی اب تم جلدی سے معاویہ اور اس کے ظالم و ستمگر ساتھیوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوجاؤ انہوں نے کلام اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے اور نہایت معمولی قیمت پر دشمن سے ساز باز کرلی ہے یہ سن کر ساتھیوں نے کہا کہ امیر المومنین علیہ السلام ہماری طاقت اب جواب دے چکی ہے ہمارے زرہ بکتر پارہ پارہ ہوچکے ہیں تلواریں ٹوٹ چکی ہیں اور نیزوں کی نوکوں میں خم آگئے ہیں ہمیں وطن جانے کی اجازت دیجئے تاکہ وہاں ہم اپنا اسلحہ تیار کرسکیں وہاں رہ کر کچھ وقت خوشی و خرمی میں بسر کریں اور اپنے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ کریں ایسی صورت میں ہم دشمن کا بہتر طور پر مقابلہ کرسکیں گے[۱۲]

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جانتے تھے کہ واپس جانے کا کیا انجام ہوگا لیکن جب آپ علیہ السلام نے اکثریت کو اس نفاق انگیز نظریے کی جانب مائل دیکھا تو مجبوراً اُن کے سات اتفاق کیا اور نخیلہ کی جانب واپس آگئےیہاں آپ علیہ السلام نے(سپاہ کو تاکید کردی کہ وہ اپنی لشکرگاہ(چھاؤني) کو چھوڑ کر نہ جائیں اہل و عیال کی جانب کم توجہ دیں اللہ کے جہاد کیلئے تیاری کرتے رہیں سپاہ میں سے چند ہی لوگ ایسے تھے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی ہدایات پر عمل کیا چنانچہ چند روز تک یہاں قیام کرنے کے بعد آہستہ آہستہ اپنے اپنے گھروں کی جانب واپس جانے لگے جہاں انہوں نے آرام کی زندگی بسر کرنا شروع کردي۔[۱۳]

جہاد کی دعوت

جب حضرت علی علیہ السلام کوفہ واپس تشریف لے آئے تو آپ علیہ السلام کوشش کرنے لگے کہ ہر ممکن طریقے سے لوگوں کو معاویہ سے جہاد کرنے کی ترغیب دلائیں ایک موقعے پر تقریر کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو اس دشمن کی جانب روانہ ہونے کیلئے تیار ہوجاؤ جس کے ساتھ جنگ کرنا خداوند تعالی کی قربت کا سبب ہے وہ لوگ جو امر حق سے روگرداں ہوچکے ہیں کلام اللہ سے دور ہیں اوردین کے کاموں میں پیچھے رہ گئے ہیں درحقیقت اندھیرے اور گمراہی میں ڈوبے

ہوئے ہیں ان کے خلاف تم جتنے سپاہی اور گھوڑے فراہم کرسکتے ہو مہیا کر لو اور خداوند تعالی پر بھروسہ کرو۔

امیرالمومنین حضرت علی ؑ کی تقریر کا لوگوں پر ذرا بھی اثر نہ ہوا اور جنگ پر جانے کے لئے انہوں نے کوئی آمادگی ظاہر نہیں کی حضرت علی ؑ نے انھیں چند دنوں کے لئے ان کے حال پر چھوڑدیا اس عرصے میں آپ ؑ نے سرداران قوم کو دعوت دی اور ان کا نظریہ جاننا چاہا بعض نے عذر و بہانہ بنایا[۱۴] کچھ نے رضایت کا اظہار کیا مگر چند لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا۔

امیرالمومنین حضرت علی ؑ دوبارہ عوام کے اجتماع میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے بندو میں جب بھی حکم دیتاہوں آخر تم کیوں زمین سے چپک کر بیٹھ جاتے ہو کیا آخرت کی زندگی کے مقابلے اس چند روزہ دنیا کی خوشیوں پر فریفتہ ہو گئے ہو؟ عزت کی بجائے تم نے ذلت و خواری کو اختیار کر لیا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں جب بھی جہاد کی دعوت دیتاہوں تم آنکھیں پھیرنے لگتے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم موت کے کنارے آپہنچے ہو یا تمہارے دل سراسیمہ و پریشان ہیں جو سمجھ نہیں سکتے آنکھیں بند ہیں جو دیکھ نہیں سکتیں شاباش تم پر اور تمہاری دلیری پر فرصت کے لمحات میں تم گویا جنگل کے شیر ہو اور جب تمہیں جنگ کیلئے دعوت دی جائے تو لومڑیوں کی طرح فرار کرنے لگتے ہو اب مجھے تم پر اعتماد نہیں رہا[۱۵]

حضرت مالک کا صوبہ دا مصر کی حیثیت سے تقرر

مالک اشتر ایک با اثر و رسوخ سردار اور امیرالمومنین حضرت علی ؑ کے محکم و طاقتور فرماندار نیز آپ ؑ کے سچے حامی و طرفدار تھے عثمان کے قتل کے بعد وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے امیرالمومنین حضرت علی ؑ کے دست مبارک پر بیعت کی" بیعت کرتے وقت بہت ہی پریشانی کے عالم میں کہا تھا کہ "کیا ان تین افراد کے بعد بھی آپ ؑ زمام حکومت سنبھالنے کیلئے تیار

نہیں (۶۱)

اس کے اگلے دن مسجد میں لوگوں کے درمیان جو حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے آئے تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ پیغمبروں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور علم انبیاء کے وارث اور وہ بزرگ ہستی ہیں جو سخت آزمایشوں سے گذرے ہیں کلام اللہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے رضوان بہشت ہونے کی شہادت دی ہے آپ وہ شخص ہیں جو فضائل کے اعتبار سے کمال کی منزلت پر پہنچ چکے ہیں آپ کی نیک طینتی اور دانشمندی کے بارے میں ان لوگوں کو بھی شک نہ تھا جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اور جو آئندہ آئیں گے وہ بھی اس پر یقین کریں گے آپ لوگ اٹھیے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کیجئے (۱۷)

اس کے بعد وہ ہرجگہ اور ہر مرحلے پر اپنی لاثانی اور بے نظیر بہادری کے باعث ہمیشہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے دوش بدوش رہے ان کے اثر و رسوخ اور سیاسی تدبر کا اندازہ اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے جو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان کے نام حکومت مصر تفویض کرتے وقت جاری کیا تھا اس کے علاوہ وہ خطوط جو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان کے نام تحریر فرمائے تھے نیز وہ مراکز جن کی فرمانروائي انہوں نے قبول کی تھی ان کے حسن تدبر و معاملہ فہمی کے آئینہ دار ہیں (۱۸)

جنگ صفین اور واقعہ حکمیت کے بعد سپاہ عراق میں بتدریج کمزوری اور پراگندگی کے باعث لوگوں کے درمیان بالخصوص دارالخلافت سے دور و دراز کے علاقوں میں استقامت و پایداری کا وہ جذبہ جس سے خوشی و نشاط ہوتی ہے نیز معاویہ سے جنگ کرنے کا جوش و خروش آہستہ آہستہ سرد ہونے لگا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ معاویہ کا حامی و طرف دار معاویہ بن خدیج نامی ایک شخص مصر میں عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے اس نے وہاں کے امن و امان کو درہم برہم ، صوبہ دار محمد بن ابی بکر کی حیثیت و منزلت کو متزلزل اور وہاں کے لوگوں کا زندہ رہنا

سخت دشوار کر رکھا ہے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ صوبہ دار کا تبادلہ کردیا جائے مالک اشتر چونکہ نصیبین[۱۹] میں مامور تھے اس لئے جنگ صفین کے بعد وہ واپس وہیں چلے گئے تھے حضرت علی علیہ السلام نے انھیں بلایا اور مصر سے متعلق مسائل کے بارے میں انھیں سمجھا کر محمد بن ابی بکر کا جانشین مقرر کردیا[۲۰] اس ضمن میں فرمایا کہ تمہارے علاوہ اس جگہ کیلئے کوئی اور اہل و شایستہ نہیں اس لئے اس طرف روانہ ہوجاؤ[۲۱] اس کے ساتھ ہی آپ علیہ السلام نے وہاں کے لوگوں کے لئے مراسلہ روانہ کیا جس میں آپ علیہ السلام نے مرقوم فرمایا کہ بندہ خدا علی امیرالمومنین علیہ السلام کی جانب سے مسلمانان مصر کو معلوم ہو کہ جب لوگوں نے خطہ ارض پر حکم خدا سے روگردانی کی تو انہوں نے اس کے غضب کو دعوت دی ... میں ایک ایسے بندہ خدا کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں جو خوف و ہراس کے دنوں میں چین کی نیند نہیں سوتا سخت و بحرانی وقت میں وہ دشمن سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور وہ بدکار لوگوں کے لئے آگ سے زیادہ سوزناک ہے اس کا نام مالک بن حارث ہے۔

حضرت مالک کی شہادت

مالک مصر جانے کیلئے تیار ہوگئے کوفہ میں مقیم معاویہ کے جاسوسوں نے اس واقعہ کی اطلاع اسے دے دی معاویہ جانتا تھا کہ اگر مالک مصر پہنچ گئے تو وہ اس پر قبضہ کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکے گا چنانچہ اس نے خفیہ طور پر علاقہ "قلزم"[۲۲] کے تحصیلدار کے نام فرمان جاری کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے مالک کو مصر پہنچنے سے قبل ہی قتل کردے اور اس سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ اس مقصد میں کامیاب ہوگیا تو تا دم حیات اس علاقے کی مالگذاری اسے عطا کرے گا۔

اس پر فریب فرمان کے جاری کرنے کے بعد اس نے دعاگوئی کے لئے ایک جلسہ طلب کیا تاکہ حاضرین جلسہ مالک کی تباہی کے لئے دعا کریں کہ اگر کہیں اس کا یہ حربہ کامیاب ہوگا تو وہ لوگوں کو یہ کہہ کر خوش فہمی میں مبتلا کرسکے کہ ان کی موت تمہاری دعاؤں کے اثر سے واقع ہوئی ہے۔

حضرت مالک جب قلزم پہنچے وہ ایک شخص [۲۳] جو ان کی ہلاکت کے لئے مامور کیا گیا تھا ان کے پاس آیا اور انھیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی حضرت مالک نے اس کی دعوت قبول کرلی میزبان نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی حکومت کی تعریف کے ایسے پل باندھے کہ مالک کو اس پر اعتماد ہوگیا اس نے دسترخوان بچھایا اور شہد کا شربت جس میں مہلک زہریلا ہوا تھا سامنے لاکر رکھ دیا مالک نے اسے پیا اور تھوڑی دیر بعد ہی وہیں شہید ہوگئے [۲۴] اس شہادت کے باعث امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو سخت رنج ہوا اور معاویہ بہت خوش و خرم دونوں حضرات نے جو باتیں ان کے بارے میں کہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک عظیم سانحہ تھا_

قبیلہ "نخع" کے چند سردار پرسہ دینے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ علیہ السلام کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے" آپ علیہ السلام مالک کی شہادت سے سخت مضطرب خاطر تھے اس موقعے پر آپ نے فرمایا کہ اس شہادت کا اجر خدا ہی دے_ مالک کی کیا تعریف کروں خدا کی قسم اگر اسے پہاڑ سے بھی تراشا گیا ہوتا تو وہ یکتا و ممتاز زمانہ ہوتا اگر وہ پتھر کا بھی انسان ہوتا تو ایسا ہی محکم اور ارادے کا مضبوط ہوتا کوئي سواری اس کے کہسار وجود سے بالاتر نہ ہو سکتی کوئي پرندہ اس کی عظمت کے اوج بلندی سے نہیں گذر سکتا [۲۵]

معاویہ تو حضرت مالک کا جانی دشمن تھا جب اس نے یہ خبر سنی کہ وہ شہید ہوگئے ہیں تو اس نے کہا کہ علی علیہ السلام کے دو ہاتھ تھے ان میں سے ایک تو جنگ صفین میں قطع ہوگیا وہ تھا عمار اور دوسرا ہاتھ مالک اشتر تھا جو آج شہید ہوگیا [۲۶]

مصر پر لشکر کشي

معاویہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ عراق کی سپاہ نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے حکم سے روگردانی کی ہے اور آرام طلبی و تن پروری کو اس نے اپنا شعار بنا لیا ہے تو اس نے عمرو عاص ، ضحاک بن

قیس ، بسر بن ارطاۃ اور ابو الاعور سلمی جیسے مشاورین کو اپنے پاس بلایا اور ان کے ساتھ مشورہ کیا اتفاق اس بات پر ہوا کہ وہ علاقے جو حضرت علی علیہ السلام کی قلمرو حکومت میں شامل ہیں حملہ کرکے ان پر قبضہ کرلیا جائے۔

اس وقت مصر چونکہ خاص اہمیت کا حامل تھا (جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ منطقہ عراق کے مقابلے شام سے نزدیک تر ہے اور وہاں کے اکثر و بیشتر لوگ عثمان کے مخالف تھے اس لئے بھی معاویہ کو اس منطقہ کی طرف سے تشویق لاحق رہتی تھی اس کے علاوہ مصر پر قبضہ ہوجانے کے بعد محصول کی آمدنی میں اضافہ ہوسکتا تھا اور وہاں کی انسانی طاقت کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف استعمال کیاجاسکتا تھا) اسی لئے اس نے یہ خاکہ تیار کیاکہ عثمان کے طرفداران عناصر کو جو مصر میں ہیں بروئے کار لائیں اور لشکر کشی کا آغاز وہاں سے کیاجائے اس سے قبل کہ وہ اس طرف اپنے فوجی طاقت روانہ کریں انہوں نے "معاویہ بن خدیج" اور "مسلمہ بن مخلد" جیسے اپنے ہوا خواہوں کو خط لکھا اور اس میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ کثیر تعداد میں میری سپاہ جلد ہی تمہاری مدد کے لئے پہنچ جائے گی(۲۷)

اس کے بعد اس نے تقریبا چھ ہزار سپاہی عمر و عاص کی زیر فرمانداری روانہ کئے اس کی چونکہ دیرینہ آرزو تھی کہ اس منطقہ پر حکمرانی کرے اسی لئے اس طرف روانہ ہوگیا عثمان کے طرفدار بھی بصرہ سے چل کر اس کے ہمراہ ہوگئے۔

اس سے قبل کہ شہر میں داخل ہوں عمر وعاص نے محمد بن ابی بکر کو خط لکھا جس میں انہیں یہ تنبیہ کی کہ اس سے پہلے کہ شام کی سپاہ تمہارا سرتن سے جدا کردے تم خود ہی اپنے عہدے سے برطرف ہوجاؤ اور بصرہ سے نکل کر کسی بھی طرف چلے جاؤ۔

محمد بن ابی بکر نے اپنے خط کے ساتھ عمر و عاص کا مراسلہ اور معاویہ کا عریضہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کردیا اور آپ سے مدد کے طالب و خواستگار ہوئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کو جو خط لکھا اس میں آپ علیہ السلام نے انہیں ہدایت کی تھی کہ

استقامت اور پایداری سے کام لیں اور شہر کی حفاظت کے پورے انتظامات کئے جائیں اس کے ساتھ ہی آپ علیہ السلام نے حکم دیاکہ کنانہ بن بشر کو چونکہ آزمودہ، با تجربہ اور جنگجو سردار سپاہ ہیں حملہ آوروں کی جانب روانہ کیاجائے اور مصر میں بھی اپنے لوگوں کو جو بھی سواری میسر آسکے اس کے ہمراہ تمہاری طرف روانہ کر رہاہوں[28]

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ: نابغہ زادہ[29] کثیر سپاہ لے کر مصر پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا ہے محمد بن ابی بکر اور دیگری مصری بھائیوں کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے جس قدر جلد ممکن ہوسکے ان کی داد و فریاد کو پہونچو کہیں ایسا نہ ہو کہ مصر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اگر یہ ملک تمہارے ہاتھ میں رہے تو باعث عزت و شرف ہے اور تمہارے دشمنوں کی کمزوری اور ناتوانی کا سبب کل کے لئے یہ ہماری وعدہ گاہ ہے اور جرعہ کی فوجی چھاوني[30]

حضرت علی علیہ السلام دوسروں سے پہلے ہی سپاہ کی لشکر گاہ(چھاوني) میں تشریف لے گئے وہاں آپ علیہ السلام نے ظہر کے وقت تک انتظار کیا جو لوگ وہاں پہونچے ان کی تعداد سو سے بھی کم تھی مجبورا کوفہ کی جانب روانہ ہوگئے جب رات ہوئي تو آپ علیہ السلام نے قبائل کے سرداروں کو بلایا اور فرمایا کہ: حمد و تعریف خدا کی قضاء و قدر نے میرے باعث تمہیں آزمائشے میں بتلا کیا لوگو میں نے جب بھی تمہیں حکم دیا تم نے اس کی اطاعت نہیں کی اور جب بھی میں نے تمہیں اپنی طرف آنے کی دعوت دی تم نے اسے قبول نہ کیا... اپنی مدد اور راہ حق میں جہاد کرنے کے لئے تم کس چیز کے منتظر ہو؟ موت چاھتے ہو یا ذلت و خواري... کیا تمہارے پاس وہ دین و ایمان نہ رہا جو تمہیں متحد کر سکے کیا اب تم میں وہ غیرت و حمیت باقی نہیں رہی جو تمہیں جہاد کی جانب جانے کے لئے ترغیب دلا سکے... کیا یہ بات باعث حیرت نہیں کہ معاویہ پست فطرت، ظالم و جفا کار لوگوں کو جمع کرنے کے لئے کہے اور وہ اس کے گرد جمع ہوجائیں اور صلہ و انعام کی تمنا کئے بغیر اس کی اطاعت و پیروی کریں لیکن اس کے برعکس جب میں تم کو جو اسلام اور ہمت و مردانگی کی یادگار رہ گئے ہو اپنی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں تو میری مخالفت کرتے ہو تم مجھے اکیلا نہ چھوڑو اور

انتشار و پراکندگی سے گریز کرو(۳۱)

حضرت علی علیہ السلام کی تقریر نے مالک بن کعب کی غیرت کو للکارا وہ مجمع کے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ جہاد پر جانے کیلئے تیار ہیں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خدمتگذار سعد سے کہا کہ لوگوں میں جاکر منادی کریں اور مالک کے ہمراہ مصر کی جانب روانہ ہوں چنانچہ ایک ماہ گذرجانے کے بعد مالک کے گرد دوہزار افراد جمع ہوگئے تو مصر کی جانب انہوں نے کوچ کیا پانچ روز تک سفر کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے نمائندے نے یہ اطلاع پہنچائی کہ محمد بن ابی بکر شہید ہوگئے یہ خبر سن کر مالک حضرت علی علیہ السلام کے حکم بموجب واپس کوفہ آگئے(۳۲)

محمد بن ابی بکر کی شہادت

محمد بن ابی بکر کو جب حضرت علی علیہ السلام کا خط ملا تو انہوں نے معاویہ اور عمرو عاص کو تند لہجے میں قطعی جواب دیا اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی سپاہ کو دعوت دی کہ حملہ آوروں سے جنگ وپیکار کریں جن لشکروں نے نبرد آزمائی کا اعلان کیا ان کی تعداد تقریبا دو ہزار افراد ہوگئی چنانچہ انھیں کنانہ بن بشر کی زیر قیادت و فرمانداری دشمن کی جانب روانہ کیا اور خود بھی دو ہزار افراد کو ساتھ لیکر ان کے پیچھے کوچ کیا پہلے قصبے میں شام کے پیشگام سپاہ نے پے درپے حملوں کے باعث مصر کی مختصر دفاعی قوت کا قطع قمع کردیا عمرو عاص نے معاویہ بن خدیج کو پیغام بھیجا اور اس سے مدد طلب کی تھوڑی دیرنہ گذری تھی کہ معاویہ بن خدیج نے میدان کارزار کو لشکریوں سے بھردیا۔

مصریوں کے مخالف اپنی پوری طاقت کے ساتھ کنانہ کے مقابل جمع ہوگئے انہوں نے جب یہ دیکھا کہ دشمن کے ہر طرف سے سخت دباؤ کے باعث وہ اپنے گھوڑے کو حرکت نہیں دے سکتے تو وہ چھلانگ لگا کر زمین پر گرگئے ان کے ساتھی بھی انہیں دیکھ کر گھوڑوں سے اتر گئے کنانہ جس وقت دشمن کے سپاہیوں کو بری طرح کچل رہے تھے یہ آیت ان کے زبان پر تھي۔

﴿و ما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتبا موجلا﴾[۳۳]

چنانچہ آپ اس قدر دشمن سے بر سرپیکار رہے کہ شہید ہوگئے۔

کنانہ بن بشر کی شہادت کے بعد محمد بن ابی بکر کے اطراف سے فرمانداری کا سلسلہ چونکہ ٹوٹ چکا تھا اس لئے جو سپاہ باقی رہ گئي تھی وہ منتشر اور پراگندہ ہوگئي ناچار انہوں نے بھی ایک ویرانے میں پناہ لی۔ مصر کے شورش پسندوں کے رہبر ابن خدیج نے انکی تلاش شروع کی اور انہیں اس ویرانے میں چھپا ہوا پایا اور گرفتار کیا پہلے شمشیر سے سر کو تن سے جدا کیا اسکے بعد جسم کو مرے ہوئے گدھے کی کھال میں بھر کر آگ لگادی [۳۴]

جب محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر معاویہ اور عمر عاص کے پاس ملک شام میں پہونچی تو انہوں نے انتہائي مسرت اور شادمانی کا اظہار کیاعبداللہ ابن مسیب کا کہنا ہے کہ جس وقت محمد بن ابی بکر کے قتل کئے جانے کی خبر ملک شام میں پہنچی تو اس موقع پر جسقدر خوشی اور مسرت کا اظہار کیاگیا ایسی خوشی و مسرت و شادمانی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھي [۳۵]

لیکن ان کی شہادت کی خبر جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو ملی تو آپ نے فرمایا کہ: ان کے قتل کئے جانے کا غم و اندوہ اتناہ ہی ہے جتنا معاویہ کو اس کا سرور۔ جب سے میں نے میدان کارزار میں قدم رکھامجھے کسی کے قتل کئے جانے کا اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا اس کی وجہ سے ہوا ہے وہ میرے اپنے گھر میں پل کر جوان ہوا اور میں نے اسے اپنی اولاد کی طرح سمجھا وہ میرا حقیقی خیر خواہ تھا ایسے شخص کی وفات پر جس قدر رنج و غم کیاجائے بجا ہے خدا سے دعا ہے کہ وہی اس کی جزا دے [۳۶]

لوگوں کی تنبیہ و سرزنش

محمد بن ابی بکر کی رقت انگیز شہادت اور لوگوں کی پے در پے تباہ کاریوں کے باعث امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام بہت زیادہ آزردہ خاطر ہوئے چنانچہ جب یہ اطلاع ملی کہ عمر و عاص نے

مصر پر قبضہ کر لیا تو آپ علیہ السلام نے واضح طور پر لوگوں کو سخت سست کہنا شروع کردیا اور فرمایا کہ تم وہ لوگ ہو جو کسی کے خون کا بدلہ لینے میں میری مدد نہیں کر سکتے اگر کوئی گتھی الجھ جائے تم اسے سلجھا نہیں سکتے پچاس دن سے زیادہ میں تمہارے سامنے داد و فریاد کرتا رہا کہ بھائیو آؤ اور میری مدد کرو مگر تم اس اونٹ کی طرح کلبلاتے رہے جو درد شکم کے مارے تڑپ رہا ہو تمہاری حالت اس شخص کی سی ہے جو راہ جہاد میں تو نکلے مگر یہ سوچ کر کہ اس کام سے مجھے حاصل کیا ہوگا زمین پکڑے بیٹھے رہے یہاں تک کہ تم ہی میں سے ایک مختصر سپاہ کی جماعت تھی جنہیں دیکھ کر لگتا تھا کہ خود کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں افسوس تمہاری حالت زار پر(۳۷)

حضرت علی علیہ السلام کے رنج و اندوہ کا یہ عالم تھا کہ زندگی سے بیزاری اور یہ آرزو کرنے لگے کہ جس قدر جلد ہو سکے موت آجائے تاکہ ان لوگوں کی ہمنشینی کے سخت و سنگین بار سے نجات ملے۔

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابن عباس کو جو خط مرقوم فرمایا تھا اس میں آپ علیہ السلام نے اس احساس کرب کا اظہار اس طرح کیا تھا: مصر کو دشمن نے فتح کر لیا محمد بن ابی بکر شہادت سے ہمکنار ہوئے ... میں نے لوگوں کو بار بار ان سے ہمدوش ہونے اور ان کی مدد کرنے کی ترغیب دلائی اور کہا اس سے پہلے کہ پانی سر سے گذر جائے تم ان کی داد و فریاد کو پہنچو چند لوگ تیار بھی ہوئے مگر بد دلی کے ساتھ کچھ عذر و بہانہ کر کے علیحدہ ہوگئے اور بعض نے تو ان کی مدد کرنے سے قطعی ہاتھ اٹھایا اور گھروں میں گھس گئے میں تو خدا سے یہی دعا کر رہا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے چنگل سے نجات دلائے اور ان سے رہائی کی کوئی سبیل نکل آئے۔

خدا کی قسم دشمن کے ساتھ جنگ و پیکار کرتے وقت شہادت کی آرزو نہ ہوتی اور میں نے راہ خدا میں خود کو مرنے کیلئے آمادہ نہ کر لیا ہوتا تو میں اس بات کو ترجیح دیتا کہ ایسے لوگوں کا ایک دن بھی منہ نہ دیکھوں اور ان کے پاس سے بھی نہ گذروں(۳۸)

سوالات

١_ جنگ نہروان کس کی طرف سے شروع ہوئی اس میں کون فاتح رہا؟

٢_ ذوالثدیہ کس شخص کا نام تھا رسول اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟

٣_ غلات کون تھے اور ان کے وجود میں آنے کی کیا اسباب تھے؟

۴_ جنگ نہروان کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟

۵_ صوبہ دار مصر کو تبدیل کرنے کی کیا وجہ تھی؟

٦_ مالک اشتر کی کہاں اور کیسے شہادت ہوئی؟

۷_ کن محرکات کی بنا پر معاویہ نے اسلامی حکومت کے قلمرو پر حملہ کرنا مصر سے شروع کیا؟

٨_ محمد بن ابی بکر کی شہادت کس شخص کے ہاتھوں اور کس طرح ہوئی؟

حوالہ جات

۱_ الامامۃ و السیاستہ ج ۱ ص ۱۲۸ ، کامل بن اثیر ج ۳ ص ۳۳۶ ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۶

۲_ الامامۃ و السیاستہ ج ۱ ص ۱۲۸_

۳_ الان حل قتالہم احملوا علی القوم مروج الذہب ج ۲ ص ۴۰۵_

۴_ شرح نہج البلاغہ علامہ خوئی ج ۴ ص ۱۳۶ ، منقول از کشف الغمہ

۵_ مروج الذہب ج ۲ ص ۴۰۶

۶_ نہج البلاغہ کلمات قصار ۳۲۳

۷_ مروج الذہب ج ۲ ص ۴۰۷ و الامامۃ والسیاستہ ج ۱ /۱۲۸

۸_ نہج البلاغہ خطبہ ۹۳

۹_ غلات اور غالیہ علی علیہ السلام کے عقیدت مندوں کا وہ گروہ تھا جس نے آپ علیہ السلام کے بارے میں اس قدر مبالغے سے کام لیا کہ دائرہ مخلوق سے نکال کر الوہیت کے سراپردے تک لے آیا ملل و نحل شہرستانی ج ۱ ص ۲۳۴

۱۰_ ہلک فيّ رجلان محب غال و مبغض قال، نہج البلاغہ کلمات قصار ۱۱۷

۱۱_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۵_

۱۲_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۷

۱۳_ الامامۃ و السیاستہ ج ۱۲۸۱ ، تاریخ طبری ج ۸۹۵، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳۹ ، طبری لکھتے ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے یہ گفتگو اشعث نے کی تھي_

۱۴_ الامامۃ و السیاستہ ج ۱ ص ۱۲۹

۱۵_ ان میں سے کچھ نے بیماری کا بہانہ بنایا اور خود کو بیمار ظاہر کیا حالانکہ وہ بیمار نہ تھے بلکہ وہ جنگ سے فرار چاہتے تھے_

۱۶_ کامل ابن اثیر ج ۳۴۹۳ ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۹۰ ، الامامۃ و السیاسۃ، ج ۱ ، ص ۱۲۹، غارات ج ۱ ص ۳۵_

۱۷_ الامامۃ و السیاستہ ج ۱ ص ۴۷

۱۸_ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۷۹

۱۹_ مصر کی فرمان داری پر مامور ہونے سے قبل حضرت مالک اشتر موصل، نصیبین، دارا سنجار، آمد، ہیت اور عانات کے والی رہ چکے تھے شرح نہج البلاغہ ناصر مکارم ج ۳ ص ۳۵۵

۲۰_ نصیبین آباد جزیرہ کا شہر اوور شام میں موصل کے مقام پر ہے معجم البلدان ۵ ج /۲۸۸

۲۱_ اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت مالک اشتر کو محمد بن ابی بکر کی شہادت سے قبل صوبہ دار مقرر کیا گیا یا اس واقعے کے بعد مورخین کے نزدیک یہی قول مشہور و معتبر ہے اس کے علاوہ نہج البلاغہ کا مکتوب ۳۴ جو محمد بن ابی بکر کو لکھا گیا تھے اور اس بتایا تھا کہ ان کا تبادلہ کس وجہ سے عمل میں آیا ہے اس امر کی تائید کرتا ہے لیکن علامہ مفید (مرحوم) نے اپنی کتاب امالی میں دوسرے قول کو قابل قبول قرار دیا ہے ملاحظہ ہو الغارات ج ۱ ص ۲۵۷ حاشیہ

۲۲_ الغارات ج ۱ ۲۵۸ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ /۷۴

۲۳_ یہ مصر کے راستے میں ایک بستی تھی یہاں سے مصر کا فاصلہ تین دن کا تھا معجم البلدان ج ۴ ص ۳۸۸

۲۴_ الغارات نامی کتاب کے مصنف نے اس کا نام "خراخر" لکھا ہے ملاحظہ ہو الغارات ج ۱ ص ۲۵۹

۲۵_ الغارات ج ۱ ص ۲۶۴_ ۲۵۹

۲۶_ مالك و ما مالك و الله لو كان جبلا لو كان فندا ولو كان حجرا لكان صلدا لايرتقيه الحافر و لايوقى عليه الطائر (نہج البلاغہ_ کلمات قصار ۴۴۳، الغارات ج ۱ ص ۲۶۵) الغارات کے مصنف نے یہ واقعہ قدرے مختلف طور پر بیان کیا ہے_

۲۷_ كانت لعلى بن ابى طالب يدان يمينان فقطعت احداهما يوم صفين يعنى عمار و قطعت الاخرى اليوم و هو مالك اشتر الغارت ج ۱ ص ۲۶۴، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۳

۲۸_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۸۱

۲۹_ الغارات ج ۱ ص ۲۸۰ ۲۷۶، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۸۵_ ۸۲، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۶

۳۰_ عمرو عاص کی ماں کا نام تھا

۳۱_ یہ جگہ کوفہ کے باہر خیرہ و کوفہ کے درمیان وقع ہے_

۳۲_ نہج البلاغہ ج ۱۸۰، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۹۰، و لغارات ج ۱ ص ۲۹۰

۳۳_ الغارات ج ۱ ص ۲۹۴_ ۲۹۲و ۷ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ / ۹۱

۳۴_ کوئي ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مر سکتا موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے(آل عمران آیہ ۱۴۵)

۳۵_ الغارات ج ۱ ص ۲۸۲، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ / ۸۶، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۷

۳۶_ الغارات ج ۱ ص ۲۸۲، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۶، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۷

۳۷_ مروج الذہب ج ۲/ ۴۰۹

۳۸_ الغارات ج ۱ ص ۲۹۷

۳۹_ نہج البلاغہ مکتوب ۳۵ ، الغارات ج ۱/ ۲۹۸

سولھواں سبق

نہروان کے بعد

دہشت پسند اور غارتگر گروہ

۱_ نعمان بن بشیر

۲_ سفیان بن عوف

۳_ عبداللہ بن مسعدہ

۴_ ضحاک بن قیس

۵_ بسر بن ارطاہ

حضرت علی علیہ السلام کا رد عمل

معاویہ کے تجاوز کارانہ اقدام کا نتیجہ

دو متضاد سیاسی روشیں

فتنہ خرّیت

آخری سعی و کوشش

حضرت علی علیہ السلام کے خلاف دہشت پسندانہ سازش

شہادت کا انتظار

شہادت

سوالات

حوالہ جات

دہشت پسند اور غارتگر گروہ

معاویہ کو اس اقتدار کے باوجود جو اس نے حاصل کیا تھا اور اس اثر و رسوخ کے بعد بھی جو س کا شام کے لوگوں پر ہوگیا تھا نیزہ سپاہ عراق میں ہر طرح سے انتشار و پراگندگی پیدا کر کے بھی یہ اطمینان نہ تھا کہ اگر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے مرکز حکومت پر حملہ کرے گا تو وہ کامیاب ہوجائے گا اس نے جنگ صفین کے دوران جو ہولناک مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کی تلوار کے جن واروں کو اس نے سہا تھا وہ اس امر کے متقاضی نہ تھے کہ ایسا کوئی اقدام کرے۔ اسے اب تک جو کامیابی نصیب ہوئی تھی وہ سب حیلہ و نیرنگ کا نتیجہ تھی چنانچہ اس کے ساتھیوں نے جب بھی یہ تجویز پیش کی کہ کوفہ پر حملہ کیا جائے تو اس نے اس کا جواب نفی ہی میں دیا اس ضمن میں اس نے کہا کہ عراق کے لوگوں کو شکست دینے اور پراگندہ فوجی دستے عراق کے مختلف علاقوں میں سرکشی و غارت گری کرتے رہیں کیونکہ یہی ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے ہمارے حامی و طرفدار بتدریج طاقت ور ہوتے چلے جائیں گے اور عراق کا محاذ شکست و ریخت اور خوف و خطر میں مبتلا رہے گا جب عراق کے اشراف و سربرآوردہ لوگ یہ کیفیت دیکھیں گے تو وہ خود ہی علی علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر ہمای طرف آنے لگیں گے۔

اس فیصلے کے بعد اس نے نعمان بن بشیر، سفیان بن عوف، عبداللہ بن مَسعَدہ اور ضحاک بن قیس جیسے فرمانداروں کی زیر قیادت سپاہ کے دستے منظم کئے اور انھیں عراق کے مختلف علاقوں میں روانہ کیا تاکہ اس فرمان کو جس میں مسلمانوں کے لئے تباہی و بربادی اور خوف و دہشت کے عناصر شامل تھے جاری و ساری کرسکے۔

یہاں ہم ان ہلاکت بار تجاوزات کی درد انگیز داستان بیان کرنے کے ساتھ ہی ان افراد کا

مختصر تعارف کرائیں گے جو ان دستوں کے سرغنہ و سردار تھے_

۱_ نعمان بن بشیر

وہ انصار اور طائفہ خزرج میں سے تھا عثمان کے زمانے میں جو شورشیں ہوئیں ان میں اس نے خلیفہ وقت کا ساتھ دیا_
عثمان کے قتل کے بعد ان کا خون آلودہ کرتا وہ ملک شام لے کرگیا اور معاویہ کو پیش کیا اوریہیں سے وہ معاویہ کا حامی و طرفدار ہوا معاویہ کی طرف سے کچھ عرصہ حاکم کوفہ بھی رہا اور اس کے بعد اسے " حمص" کا حاکم مقرر کیا گیا_
معاویہ نے اسے ۳۹ ھ میں دوہزار افراد کے ساتھ "عین التمر"(۱) کی جانب روانہ کیا امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے فوجی محافظ دستے پر جو تقریبا سو افراد پر مشتمل تھا اس نے حملہ کیا لیکن دلاور مدافعین نے اپنی تلواروں کی نیا میں توڑ کر پوری پا مردی و جانبازی سے دفاعی مقابلہ کیا اس عرصے میں تقریبا پچاس افراد ان کی مدد کے لئے وہاں آن پہنچے نعمان کے سپاہیوں کو یہ گمان گذرا کہ مدافعین کے پاس مدد کے لئے جو لشکر پہنچا ہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہے چنانچہ راتوں رات وہ اس جگہ سے بھاگ نکلے اور شام کی جانب رخ کیا_

۲_ سفیان بن عوف

اسے معاویہ کی طرف سے اس مقصد کے تحت مقرر کیا گیا تھا کہ عراق کے بعض مقامات پر حملہ کریں معاویہ نے رخصت کرتے وقت اسے یہ تاکید کی تھی کہ:
تمہارے سامنے کوئي بھی ایسا شخص آئے جو تم سے متفق و ہم خیال نہ ہو اسے بے دریغ قتل کردینا تمہارے راستے میں جو بھی بستیاں آئیں انھیں ویران کرتے چلے جانا لوگوں کے مال و متاع کو لوٹ لینا کیونکہ لوٹ مار بھی قتل کرنے کے برابر ہی ہے بلکہ بعض اوقات غارتگری قتل سے زیادہ جانگداز و مہلک ثابت ہوتی ہے_
چلتے وقت اسے یہ ہدایت بھی کی کہ پہلے شہر "ہیت"(۲) پر حملہ کرنا اس کے بعد انبار اور

مدائن کے شہروں پر قبضہ کرنا سفیان بن عوف چھ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا جب شہر ہیت میں اسے کوئی نظر نہ آیا تو اس نے شہر انبار پریورش کی محافظین شہر کو کثیر تعداد میں قتل کرنے کے بعد اس نے شہر میں کشت و کشتار اور غارتگری کا بازار گرم کیا اور بہت ساماں جمع کر کے وہ شام کی طرف واپس آگیا_ (۳)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام نے جہاد کی فضیلت کے بارے میں مفصل تقریر کی اور بتایا کہ جو لوگ اس اسلامی فرض سے روگردانی کرتے ہیں وہ کیسے ناگوار نتائج سے دوچار ہوتے ہیں اس ضمن میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں شب و روز پنہاں و آشکارا تمہیں اس گروہ سے بر سرپیکار ہونے کی دعوت دیتا رہا میں نے تمہیں یہ ہدایت کی کہ اس سے پہلے وہ تمہارے ساتھ نبرد آزما ہوں تم ہی ان پر وار کردو... لیکن تم نے سستی سے کام لیا ور فرض جہاد کو ایک دوسرے پر ٹالتے رہے چنانچہ نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ تم پر ہر طرف سے پے در پے حملے کئے جانے لگے تمہیں غارتگری کا نشانہ بنایا جانے لگا اور اب تمہاری زمین و جائیداد کے مالک دوسرے لوگ ہوئے ہیں یہ شخص جس نے اپنی سپاہ کو ساتھ لے کر شہر انبار پر حملہ کیا "غامد" قبیلے کا ہے اس نے فرماندار شہر حسان بن حسان بکری کو قتل کیا اور تمہاری سپاہ کو اس نے ان کی عسکر گاہوں سے باہر نکل دیا ہے_

مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ان میں سے ایک شخص ایک مسلم خاتون اور اس اہل کتاب عورت کے گھر میں جو مسلمانوں کی زیر حمایت زندگی بسر کرتی تھی داخل ہوا اور ان کے زیورات ان کے جسموں پر سے اس نے اتار لئے اس کے بعد بہت سال غنیمت جمع کر کے وہ اور اس کے ساتھی واپس چلے گئے_ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان غارتگروں میں سے نہ تو کوئی زخمی ہوا اور نہ ہی کسی کے خون کا قطرہ زمین پر گرا اس واقعے کے بعد اگر ایک سچا مسلمان غم و افسوس کے باعث مرجائے یا ڈوب مرے تو بجا ہوگا اور وہ قابل سرزنش بھی قرار نہ دیا جائیگا_ (۴)

۳_ عبداللہ بن مسعدہ

ابتدا میں وہ حضرت علی علیہ السلام کے حامی و طرفداروں میں سے تھا لیکن دنیا پرستی کے باعث کچھ عرصہ بعد معاویہ کے ساتھ جاملا اور اس کا شمار حضرت علی علیہ السلام کے سخت ترین دشمنوں میں کیا جانے لگا_

معاویہ نے اسے سترہ سو افراد کے ساتھ "تیمائ"(۵) کی جانب روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ جس بستی میں سے بھی گذرنا اس سے زکات کا مطالبہ کرنا اور جو شخص ادا کرنے سے منع کرے اسے قتل کرڈالنا_ عبداللہ مکہ اور مدینہ کے شہروں سے گذرا جب حضرت علی علیہ السلام کو اس کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام نے مسیب بن نجبہ فزاری کو دو ہزار افراد کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا تیماء میں دونوں حریف لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے دونوں کے درمیان سخت معرکہ ہوا جس کے باعث شامی لشکر کا فرماندار زخمی ہوا اور مسعدہ راتوں رات شام کی جانب بھاگ گیا(۶)

۴_ ضحاک بن قیس

وہ معاویہ کی فوج کا فرماندار تھا وہ کچھ عرصہ تک محافظین شہر دمشق کا صدر امین رہا اور بعد میں کوفہ کی حکومت بھی اسے تفویض کی گئي اس نے معاویہ کے حکم پر تین ہزار سپاہیوں کو ساتھ لیکر سرزمین "ثعلبیہ"(۷) کی جانب رخ کیا اس کے گرد و نواح کے ان تمام قبائل کو اس نے اپنی غارتگری کا نشانہ بنایا جو حضرت علی علیہ السلام کے مطیع و فرمانبردار تھے اس کے بعد وہ کوفہ کی جانب روانہ ہوا راستے میں اسے قطقطانہ(۸) نامی علاقے میں عمر بن عمیس سے سامنا ہوا وہ زیارت حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے جارہے تھے ضحاک بن قیس نے انھیں اور ان کے قافلے کو لوٹ لیا اور انھیں اپنے مقصد کی طرف جانے سے روکا(۹)

حضرت علی علیہ السلام نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے حجر بن عدی کو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ان کے راستے پر روانہ کیا حجر کا ضحاک سے "تدمر"(۱۰) نامی مقام پر مقابلہ ہوا جس میں سپاہ کے اُنیس سپاہی مارے گئے اس کے بعد ان کی سپاہ فرار کرکے شام کی جانب چلی گئي_(۱۲)

۵_ بسر بن ارطاہ

قبیلہ قریش میں سے تھا عراق و حجاز کی جانب معاویہ نے جو فرماندار روانہ کیئے تھے ان میں اس کا شمار خونخوارترین فرماندار کی حیثیت سے ہوتا ہے رخصت کرتے وقت معاویہ نے اس سے کہا تھا کہ مدینہ پہنچنے کیلیئے روانہ ہوجاؤ راستے میں لوگوں کو منتشر و پراگندہ کرتے رہنا سامنے جو بھی آئے اسے خوفزدہ ضرور کرنا جو لوگ تمہاری اطلاعت سے انکار کریں ان کے مال و متاع کو تباہ و غارت کردینا بسر بن ارطاۃ تین ہزار افراد کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا وہ جس بستی سے بھی گزر جاتا وہاں کے مویشیوں پر قبضہ کرلیتا اور انھیں اپنے لشکریوں کے حوالے کردیتا مدینہ پہنچ کر اس نے تقریر کی جس میں دل کھول کر مسلمانوں پر سخت نکتہ چینی کی اور جو نہ کہنا تھا وہ تک کہا اس کے ساتھ ہی انھیں مجبور کیا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں بہت سے گھروں کو نذر آتش کرنے کے بعد ابوہریرہ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود مکہ کی جانب روانہ ہوگیا راستے میں قبیلہ خزاعہ کے بہت سے لوگوں نیز چند دیگر افراد کو قتل کیا اور ان کے مال کو لوٹ کر قبضے میں کرلیا_ مکہ پہنچ کر اس نے ابولہب کی اولاد میں سے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور یہاں سے "سراۃ" کی جانب روانہ ہوا جہاں اس نے حضرت علی علیہ السلام کے حامی و طرفداروں کو قتل کرڈالا "نجران" اور یمن میں اس نے کشت و کشتار کا خوب بازار گرم کیا یہی نہیں بلکہ فرماندار یمن عبیداللہ بن عباس کے دوکم سن بچوں کے سر تک اس نے اپنے ہاتھ سے قلم کئے قتل و غارتگری اور کشت و کشتار کا بازار گرم کرنے اور تقریبا تیس ہزار کو تہ و تیغ کرنے کے بعد وہ واپس ملک شام پہنچ گیا[۱۲]

حضرت علی علیہ السلام کا رد عمل

حضرت علی علیہ السلام کو جب بسر بن ارطاۃ کے بزدلانہ حملوں کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے لوگوں کو اس مقابلہ کرنے کی دعوت دی اور فرمایا: کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بسر نے یمن پر قبضہ کرلیا ہے خدا شاہد ہے کہ مجھے اس بات کا علم تھا کہ یہ لوگ جلد ہی تم پر غالب آجائیں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ

وہ باطل پر تو ہیں مگر یکجا ہیں اس کے برعکس تم حق پر ہو مگر منتشر و پراگندہ۔ تمہارے رہبر و پیشوا نے تمہیں راہ حق پر چلنے کے لئے کہا مگر تم نے نافرمانی کی وہ آج باطل پر ہیں مگر اپنے سردار کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

وہ اپنے رہبر کے ساتھ امانت داری سے کام لیتے ہیں اور تم خیانت کرتے ہو وہ اپنے شہروں میں اصلاح کے کام کر رہے ہیں اور تم فساد برپا کئے ہوئے ہو میں تمہارے پاس اگر قدح (پیالہ) بھی بطور امانت رکھوں تو اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے گرد کوئی ڈوری بندھی ہوئی ہو تو وہ بھی چرالی جائے گی۔ (۱۳)

اہل کوفہ نے پہلے کی طرح اب بھی حضرت علی علیہ السلام کے فرمان پر اپنی سرد مہری دکھائی کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد آپ نے ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر جاریہ بن قدّامہ کی زیر فرمانداری ترتیب دیا جسے ساتھ لے کر جاریہ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے حجاز کے راستے سے وہ یمن پہنچے بسر کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ جاریہ کا لشکر حرکت میں ہے چنانچہ اس نے یمامہ کی سمت کو ترک کر کے اپنا رخ دوسری طرف موڑلیا جاریہ منزلگاہ پر اترے بڑی تیزی کے ساتھ ان کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ ہوگئے بسر ان کے خوف سے کبھی ایک طرف فرار کرجاتا اور کبھی دوسری جانب یہاں تک کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی قلمرو و حکومت سے باہر چلا گیا لوگوں نے جب اسطرح فرار ہوتے ہوئے انہیں دیکھا تو اچانک ان پر حملہ کردیا جاریہ کے خوف نے اس کو ایسا سراسیمہ و وحشت زدہ کیا کہ اس کو نہ تو تحفظ و دفاع کا ہوش رہا اور نہ ہی اس مال کو وہ اپنے ساتھ لے سکا جسے اس نے قتل و غارتگری سے جمع کیا تھا بسر کا مقابلہ کئے بغیر جاریہ واپس کوفہ تشریف لے آئے۔ (۱۴)

معاویہ کے تجاوزکارانہ اقدام کا نتیجہ

شام کے جن سرپسندوں نے فتنہ و فساد کے بیج بوئے تھے ان کی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی زیر حکومت قلمرو پر پے در پے حملے سخت نقصان دہ نتائج کا باعث ہوئے ان میں سے چند کا ذکر

ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ وہ اسلامی معاشرہ جس میں اب امن و سکون مجال ہونے لگا تھا دوبارہ بد امنی اور بحرانی کیفیات کا شکار ہونے لگا خوارج کا فتنہ ابھی دبا ہی تھا بصرہ و کوفہ میں بھی معاویہ کی تحریک کے شرپسند حملہ آوروں نے مدینہ، مکہ، یمن اور دیگر شہروں میں فتنہ و فساد بپا کرنا شروع کردیا۔

۲۔ وہ بزدل اور سست عقیدہ لوگ اس خوف و خطرہ کے باعث جو اس وقت ماحول پر مسلط تھا یہ سوچنے لگے کہ حکومت اس قابل نہیں کہ امن بحال کرسکے اور معاویہ کے حملے آور ہر جگہ پر اپنا قبضہ کرلیں گے اس لئے وہ معاویہ کی جانب چلے گئے۔

۳۔ دیگر عوامل کے ساتھ غارتگر دستوں کے حملے اس امر کے باعث ہوئے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام جنگ نہروان کے بعد اپنی منتشر و متفرق فوجی طاقت کو تیزی کے ساتھ یکجا جمع نہ کرسکے نیز ایسے محکم و مضبوط فوجي، سیاسی اور اقتصادی تشکیلات بھی وجود میں نہ آسکیں جن کے باعث معاویہ کا مقابلہ کیا جاسکتا۔

۴۔ وہ لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے حامی اور طرفدار تھے کثیر تعداد میں بزدلانہ حملوں میں قتل ہوئے قبیلہ ہمدان کے سب ہی افراد حضرت علی علیہ السلام کے پیرو و معتقد تھے وہ بسر کے حملوں کا شکار ہوئے جس میں سارے مردوں کو قتل کردیا گیا اور عورتوں کو بُسر کی قید میں ڈال دیا گیا اور یہ وہ اولین مسلم خواتین تھیں جنہیں بردہ فروشوں کے بازار میں لایا گیا۔

دو متضاد سیاسی روشیں

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ چند نمونے اس سیاسی روش و حکمت عملی کے ہیں جو معاویہ نے مطلق اقتدار حاصل کرنے اور حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اختیار کی تھی اس کے مقابل ہم امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی انصاف پسندانہ و عدل گسترانہ سیاسی راہ و روش کو دیکھتے ہیں چنانچہ جس وقت جاریہ بن قدامہ کو حضرت علی علیہ السلام رخصت کرنے لگے تو آپ نے یہ نصیحت کی کہ:

صرف جنگجو لوگوں سے ہی جنگ کرنا تم کو چاھے مجبورا پیدل سفر طے کرنا پڑے مگر عوام کے چوپایوں پر ہرگز نظر مت رکھنا جب تک کنوؤں اور چشموں کے مالک اجازت نہ دے دیں تم راستے میں کسی کنویں اور چشمے کا پانی استعمال نہ کرنا کسی مسلمان کو فحش بات نہ کہنا جس سے تمہارا عہد و پیمان ہوجائے اس کے ساتھ عہد شکنی کرکے ظلم نہ کرنا اور ذرہ برابر خون نا حق نہ بہانا۔ (۱۵)

جب ہم ان دو متضاد روشوں کا باہمی مقابلہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان میں سے پہلی قتل و غارتگری پر مبنی ہے اگرچہ یہ حکمت عملی بظاہر لوگوں کے مال و حقوق کا احترام کرتی ہے مگر چونکہ پہلا راستہ جس راہ سے گزر کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے وہ اصول و ضوابط کے کسی دائرے میں نہیں آتا اسی لئے وہ شرعی اور قانونی قواعد کی پابندی بھی نہی کرتا اس کے برعکس قانونی حدود اور انسانی قدریں دوسرے گروہ کی راہ میں چونکہ مانع و حایل ہوتی ہیں اسی لئے وہ اسے ہرناجائز و ناروا کام کو انجام دینے سے روکتی ہیں۔

حق گوئي اور عدل پسندی جیسی خصوصیات کی پابندیوں کے باعث حضرت علی علیہ السلام کی سپاہ کے دنیا پرست افراد نے جہاد جیسے مقدس فرض کو انجام دینے میں سستی و سہل انگاری سے کام لیا کیونکہ وہ اپنے سامنے ایسی جنگ دیکھتے تھے جس کا اجر اس دنیا میں ان کے لئے موت کے سوا کچھ نہ تھا اگر وہ جنگ میں کامیاب ہوتے تو دشمن کے مال پر قبضہ نہیں کرسکتے تھے وہ کسی دشمن کو نہ تو اپنی مرضی سے قتل کرسکتے تھے اور نہ ہی اس کے بیوی بچوں کو اپنی قید میں رکھ سکتے تھے جب یہ شرائط و پابندیاں عائد ہوں تو جنگ کس لئے کریں؟ جنگ کے محرکات احکام خداوندی کی پابندی اور انسانی فضائل پیش نظر رکھے جاتے تو ان کیلئے جنگ کرنا امر لاحاصل تھا اس کے برعکس اہل شام معاویہ کی ایک آواز پر فورا لبیک کہتے کیونکہ جنگ سے ان کے تمام حیوانی جبلتوں کو آسودگی ملتی جسے بھی وہ چاہتے قتل کرتے، کنیز و غلام بنالیتے قتل و غارتگری ہی ان کی آمدنی کا ذریعہ و وسیلہ تھا بالخصوص اہل شام میں ان لوگوں کے جن کی تربیت اسلامی اصول کے مطابق نہیں ہوئي تھی حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

تھا کہ جس چیز سے تمہاری اصلاح ہوتی ہے اور جو چیز تمہاری کجی کو درست کرتی ہے میں اس سے واقف ہوں لیکن تمہاری اس اصلاح کو اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف میں اور ناجائز سمجھتا ہوں (۱۶)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی ریا کار سیاست مندوں کی راہ و ورش اختیار کرنے کے بجائے ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ عراق کے عوام کی اصلاح کے ذریعے عام لوگوں کے ضمیر میں اپنے جذبے کو بیدار کرتے رہیں نیز اسلامی معاشرے کی کمزوری اور دشمن کی طاقت کے عوامل کی جانب توجہ دلا کر انھیں اصلاح نفس و تہذیب اخلاق کی تعلیم دیں تا کہ ان کی کمزوریوں کو دور کر کے انھیں دعوت حق قبول کرنے کی اصلاح دی جا سکے۔

حضرت علی علیہ السلام کے خطبات و ہمدردانہ نصائح میں وہ تمام انسانی محرکات اور مادی و معنوی پہلو موجود ہیں جن میں عراق کے عوام کی فلاح و بہبود مضمر تھی چانچہ ہر درد و غم اور ہر کمزوری و ناتوانی کا علاج ان پر کاربند رہ کر ہی کیا جا سکتا تھا اور اسی میں ان کی فلاح و بہبود پنہاں تھی۔

کوئی بھی فرد بشر وہ علم و اقتدار کے اعتبار سے خواہ کسی بھی مقام و منزلت پر ہو حضرت علی علیہ السلام جیسی بصیرت نظر کے ساتھ اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا تھا جو اس وقت عراق و شام پر مسلط و حکم فرما تھی اپنے رہبر کے حکم سے روگرداں ہو کر او رجہاد جیسے مقدم فرض سے کنارہ کشی کر کے عراق کے لوگوں کی کیا سرنوشت ہو سکتی تھی اسے حضرت علی علیہ السلام سے بہتر کوئی دوسرا شخص بیان نہیں کر سکتا تھا اس کے ساتھ ہی آپ علیہ السلام نے بہترین دستور عمل پر کاربند رہنے کی ہدایت فرمائی تھی جس سے ان کی حالت فلاح و بہبود پا سکتی تھی۔

لیکن عراق کے عوام آپ علیہ السلام کی نظر میں ان سے کہیں بدتر تھے جنہیں معاویہ جنگ و پیکار کے لئے بھیجا کرتا تھا کیونکہ وہ دوستی کا لبادہ پہن کر آپ علیہ السلام کے پرچم کے نیچے جمع ہوتے اور ہوا خواہی و طرفداری کا دم بھرتے لیکن اس کے ساتھ اس جنگ میں جو اہل شام کی طرف سے شروع کی جاتی وہ دفاعی اقدام نہ کرتے وہ ہر لمحہ و لحظہ کوئی نہ کوئی بہانہ تراشتے رہتے کبھی کہتے کہ

موسم بہت گرم ہے اتنی تو مہلت دیجئے کہ دن کی تمازت ذرا کم ہوجائے اور کبھی یہ کہنے لگتے کہ موسم بہت سرد ہے اس وقت تک کے لئے صبر کیجئے کہ موسم معتدل ہوجائے۔[۱۷]

جب حضرت علی علیہ السلام انھیں یہ کہہ کر لا جواب کردیتے کہ سردی و گرمی تو تمہارے لئے ایک بہانہ ہے خدا کی قسم تم اس قدر کاہل و بزدل ہوچکے ہو کہ اگر تلوار تمہارے روبرو آجائے تو اسے دیکھ کر فرار کرجاؤ گے اس پر وہ کہتے کہ ہم اس صورت میں ہی میدان کارزار کی طرف جاسکتے ہیں کہ جنگ میں آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہوں۔

ان کی یہ شرائط اس وضع میں تھی جب کہ مرکزی حکومت کو حضرت علی علیہ السلام کی سخت ضرورت تھی اس پر حضرت علی علیہ السلام فرماتے کیا ان حالات کے تحت میرے لئے میدان جنگ کی جانب روانہ ہونا مناسب ہے تمہاری یہی شرط کافی ہے کہ میں اپنے ایک دلاور اور قابل اعتماد فرماندار کا انتخاب کروں اور اس کے ہمراہ تمہیں جنگ پر روانہ کروں[۱۸]

حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک میں جب تک عنان حکومت رہی آپ کا کوئی بھی وقت ایسا نہ گذرا جس میں آپ نے عوام کی راہنمائی نہ فرمائی ہو وہ اپنے تجربیات اور علوم باطنی کے ذریعے ان پر وہ چیزیں کشف و عیاں کرتے جن میں ان کی فلاح و بہبود مضمر تھی اور انہی سے ان کی حالت بہتر ہو سکتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے خود فرمایا تھا: کہ میں نے تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری ہمنشینی و ہمدمی کو زیبائی اور خوبصورتی بخشی اور میری ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ جس قدر ممکن ہوسکے تمہیں ذلت و خواری کے حلقے اور جور و ستم کی بندشوں سے آزاد کروادوں۔[۱۹]

لیکن افسوس کہ حضرت علی علیہ السلام نے اصلاح کی جو بھی ہمدردانہ سعی و کوشش کی اس کا اثر ان کے تھکے ہوئے جسموں پر اور خستہ و کوفتہ دل و دماغ پر اس حد تک نہ ہو سکا جس قدر آپ علیہ السلام چاہتے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے خود کا غارتگر شامیوں کے حوالے کردیا تا کہ جب بھی چاہیں اور جس طرح بھی چاہیں ان کے جان و مال کو نذر آتش کردیں۔

فتنہ خریت

خوارج کے تباہ کن و خطرناک عقائد ان لوگوں کے دلوں میں جو ذہنی طور پر فرسودہ و ناکارہ ہو چکے تھے اور اس کج رفتاری کیلئے آمادہ تھے بتدریج قوت پانے لگے اور ان کی وجہ سے اسلامی معاشرے کے لئے وہ نئي مشکل پیدا ہوگئي جس کا ذکر ذیل میں آئے گا۔

"خریت بن راشد"(۲۱) بہت سر سخت خوارج میں سے تھا جب حکمیت کے نتیجے کا اعلان کیا گیا تو وہ اپنے حواریوں کو ساتھ لے کر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اس کے بعد مجھ سے آپ علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری نہ ہو سکے گی میں آپ علیہ السلام کے پیچھے نماز بھی ادا نہ کروں گا... اور کل میں آپ سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔

اپنے اس فیصلے کا محرک وہ مسئلہ حکمیت کو سمجھتا تھا حضرت علی علیہ السلام نے اس کو جواب دینے میں نرم رویہ اختیار کیا اور اسے پند و نصیحت کرنے کے بعد فرمایا: کہ وہ حکمیت کے بارے میں چاہیں تو بحث و گفتگو کر سکتے ہیں اس وقت تو اس نے گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا البتہ اگلے دن کا وعدہ کر کے چلا گیا مگر رات کے وقت وہ اپنے حواریوں کو ساتھ لے کر فرار کر گیا۔

اور دیگر خوارج کی طرح دہشت پسندی اور غارتگری شروع کردی چنانچہ راہ میں اسے جتنے بھی کینہ پرور و عناد پسند لوگ ملے وہ اس کے ہمراہ ہوگئے وہ مدائن پہنچ گیا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام "زیاد بن خصفہ" کو ان کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کیا اور مختلف شہروں میں اپنے کارپردازوں کو بھی لکھا تاکہ وہ ان علاقوں میں جو ان کے زیر فرمان ہیں ان کی تلاش و جستجو کے لئے اپنے کارندے مقرر کریں اور اس کے نتائج سے آپ کو مطلع و باخبر کرتے رہیں(۲۲)۔

حضرت علی علیہ السلام کے "قرظہ بن کعب نامی" کارپرداز نے اسے اپنی حراست میں لے لیا اور اس واقعے کی حضرت علی علیہ السلام کو اطلاع کی حضرت علی علیہ السلام نے زیاد کو اس بارے میں مطلع کیا اور حکم دیا کہ اسے میرے پاس روانہ کردو اگر وہ آنے سے انکار کرے تو ان کے ساتھ جنگ کرو کیونکہ اس نے نیز

اس کے حواریوں نے حق کو پس پشت ڈال کر لوگوں کا ناحق خون بہلایا ہے اور راستوں میں بد امنی پھیلا رکھی ہے_[۲۳]

زیاد اور خریت ایک دوسرے کے مقابل آئے دونوں کے درمیان گفتگو اور سوال و جواب ہوئے خریت اپنے عقیدے میں پابر جا تھا دونوں کے درمیان سخت جنگ ہوئي اور ان کے بیشتر افراد کاری زخموں کے باعث مجروح ہوئے جب رات ہوگئي تو خریت فرار کرکے اہواز کی سمت چلاگیا اور زیادہ واپس بصرہ تشریف لے آئے_

اہواز میں بہت سے راہزن، اس کے ہم عقیدہ عرب اور سطحی مسلمان جو اس کی تحریک کو دین پر ضرب لگانے، خراج ادا نہ کرنے اور قانون کی ہر قید و بند سے خارج ہونے کا ذریعہ و وسیلہ سمجھتے تھے اس کے گرد جمع ہوگئے_

حضرت علی علیہ السلام کو جب ان واقعات کی اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام نے "معقل بن قیس" کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ جنگ کرنے کے لئے بھیجا آپ علیہ السلام نے صوبہ دار بصرہ حضرت عبداللہ بن عباس کو بھی لکھا کو دو ہزار افراد کے ساتھ کسی دلیر و بہادر نیز راستباز شخص کو روانہ کریں تاکہ وہ حضرت معقل کے ساتھ مل کر جنگ کر سکے اس کے ساتھ ہی آپ علیہ السلام نے زیاد اور ان کے ہم قبیلہ لوگوں کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے انھیں واپس آنے کے لئے حکم صادر کیا[۲۴]_

حضرت ابن عباس نے حضرت خالد بن معدان طائي کو دو ہزار افراد کے ہمراہ روانہ کیا خریت کا تعاقب کرنے کے لئے حضرت معقل اہواز پہنچ کر اترے اس وقت خوارج وسیع دشت سے گذر کر کوہ رامہرمز کی بلندیوں کی جانب جانے کی کوشش و فکر میں تھے تا کہ تعاقب کرنے والی جماعت کی نسبت وہ بہتر اور زیادہ مستحکم جگہ پر قیام کر سکیں لیکن معقل نے انھیں اچانک بے خبر نرغے میں لے لیا اور ابھی وہ پہاڑ کے دامن سے اوپر نہیں گئے تھے کہ ان پر حملہ کردیا خونریز جنگ، قبیلہ بنی ناجیہ کے تین سو ستر افراد کے قتل اور ان کے بے دین ساتھی کی کشت و کشتار (جن میں کچھ عرب، بے دین اور بعض کرد شامل تھے) کے بعد خریت کیلئے فرار کے علاوہ کوئي چارہ باقی نہ رہ گیا

[۲۵]یہاں سے فرار کرنے کے بعد خریت بحرین میں دور ترین ممکن مقام پرپناہ گزیں ہوا یہاں بھی اس نے اپنے اغراض و مقاصد کا پرچار شروع کردیا اوردوبارہ لوگوں کو اپنے گرد آنے کی دعوت دینے لگے معقل نے حضرت علی علیہ السلام کے حکم کے مطابق ان کا تعاقب کیا بحرین پہنچنے کے بعد اس نے سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کا وہ خط پڑھ کرسنایا جس میں آپ علیہ السلام نے مسلمانوں ، عیسائیوں ، مرتدین اور بے دین لوگوں سے خطاب کیا تھا اس کے بعد انہوں نے پرچم دین لہرایا اور کہا کہ خریت اور اس کے ان حواریوں کی علاوہ جو کینہ و عداوت کے باعث مسلمانوں سے علیحدہ ہوگئے ہو جو شخص بھی اس پرچم کے زیر سایہ آجائے گا وہ امن و امان میں رہے گا اور ابھی چند لمحے ہی گذرے تھے کہ خریت کے اطراف میں اس کے اہل قبیلہ کے علاوہ کوئی شخص نہ رہا اس کے اور معقل کے درمیان سخت جنگ ہوی تجاوزکاروں کی استقامت و پایداری ایک گھنٹہ سے زیادہ قائم نہ رہ سکی ان کا رہبر اپنے ایک سوستر سے زیادہ افراد کے ساتھ قتل ہوا باقی ساتھی ایسے فرار کر گئے جیسے بھیڑوں کے درمیان کوئي بھیڑیا آیا ہو لیکن وہ بھی گرفتار و قید ہوا ان میں سے جو لوگ تائب ہوگئے معقل نے انھیں آزاد کردیا اورباقی افراد کو جو تعداد میں پانچ سو سے زیادہ تھے کوفہ کی جانب روانہ کردیا_ [۲۶]

آخری سعی و کوشش

۴۰۰۳۹ ہجری کے دوران معاویہ کی یورش میں چونکہ بہت اضافہ ہوگیا تھا اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے اس کے حملوں کو روکنے کے لئے ان فوجی دستوں کو بھیجنے کے علاوہ جن کی حیثیت محفوظ لشکر کی تھی یہ فیصلہ کیا کہ اپنی تمام سعی و کوشش شام کی جانب لازم و ضروری فوجی طاقت روانہ کرنے کیلئے صرف کردیں تاکہ معاویہ کی تجاوزکاری کا ہمیشہ کے لئے سدباب ہوسکے کیونکہ آپ کے لئے اس کے علاوہ کوئي چارہ باقی نہیں رہ گیا تھا کہ مکمل جنگی سطح پر اس کا مقابلہ کیا جائے تاکہ اس شر سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل ہو اور وہ بھی اپنی جگہ خاموش ہو کر بیٹھے رہے_

اس فیصلے کے بعد آپ نے حضرت معقل بن قیس کو سَواد[۲۷] کوفہ[۲۸] کی جانب روانہ کیا تا کہ لوگوں کو جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دے سکیں۔

آپ علیہ السلام نے والی آذربائیجان قیس بن سعد کو بھی خط لکھا جس میں مرقوم فرمایا کہ وہ لوگوں کو شام کی جانب روانہ ہونے کیلئے آمادہ اور نظریاتی اعتبار سے ان میں وحدت یکجہتی کرے[۲۹]

اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام نے خود بھی کوفہ کے لوگوں کو آمادہ کرنے کے لئے مفصل تقریر کی جس میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو گذشتہ اقوام کی تاریخ پر غور و فکر کرنا تمہارے لئے بیش قیمت درس عبرت ہے کہاں ہیں وہ بادشاہوں کے غول اور ان کے وارثین سلطنت کہاں ہیں فراعنہ اور ان کے جانشین ؟ کدھر گئے وہ خاندان رس کے مدنی فرمانروا جن سب نے پیغمبروں کو تہ تیغ، سنت کے روشن چراغوں کو خاموش اور ستمگروں کی راہ و روش کو زندہ کیا تھا کہاں گئے وہ فرمانروا جو عظیم لشکر لے کر روانہ ہوئے اور جنہوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی سپاہ کو شکست دی کدھر جاچھپی فاتحین کی وہ فوج کثیر تعداد جو یکجا جمع ہوئي اور جس نے نئے شہروں کی بنیاد رکھي؟

...خدا کے برگزیدہ و نیک بندے سفر پر جانے کے لئے کمربستہ ہوگئے انہوں نے دنیا کا فانی و بے ثبات چند روزہ چیزوں کا سودا آخرت کی جاودانی زندگی سے کیا سچ تو یہ ہے کہ ہمارے وہ بھائي جنہوں نے جنگ صفین میں اپنا خون بہایا تھا اگر آج اس دنیا میں نہیں ہیں تو انہوں نے کون سا خسارہ برداشت کیا؟

کہاں ہیں وہ میرے بھائي جنہوں نے جہاد کی راہ اختیار کی اور جادہ حق طے کیا کہاں ہیں عمار یا کہاں گئے ابن تیہان ذوالشہادتین ؟اور کدھر گئے ان جیسے دوسرے لوگ جنہوں نے موت سے عہد و پیمان کیا اور شرپسندوں کے ہاتھوں اپنے سر قلم کرائے اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ریش مبارک پر اپنے ہاتھ رکھے اور کافی دیر تک گریہ و زاری کرتے رہے۔اس کے بعد فرمایا: کہ افسوس افسوس کہاں گئے وہ میرے بھائي جنہوں نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور زندگی میں اسے اپنا حاکم بنایا اپنے فرائض کے پابند رہے اور ہمیشہ انھیں پورا کیا انہوں نے سنت نبوی کو زندہ

اور بدعتوں کا قلع قمع کیا انہوں نے جہاد کی حکومت کو قبول کیا اور اپنے ہادی اور رہبر پر پورا اعتماد کرتے ہوئے اس کی پیروی کی۔

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے باآواز بلند فرمایا: (جہاد جہاد) اے خدا کے بندو میں تمہیں یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ آج میں بھی تمہارے ساتھ عسکر گاہ کی جانب چلوں گا جو شخص بھی خدا کی جانب جلد از جلد آنا چاہتا ہے وہ نکل کر ہمارے ساتھ آئے۔ (۳۰)

آپ علیہ السلام کی اس سعی و کوشش کا یہ نتیجہ بر آمد ہوا کہ تقریبا چالیس ہزار افراد عسکر گاہ میں جمع ہو گئے۔

بقول "نوف بکالي" آپ علیہ السلام نے دس ہزار سپاہ کا پرچم حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیا دس ہزار سپاہی حضرت قیس کے زیر نگرانی کئے دس ہزار سپاہ حضرت ابو ایوب انصاری کی زیر فرمانداری مقرر کئے اور دس ہزار سپاہی ان دیگر فرمانداروں کے حوالے کئے جنہوں نے اس تعداد میں مزید اضافہ کیا تھا اور حکم دیا کہ پوری فوج صفین کی جانب روانہ ہو لیکن ابھی جمعہ بھی نہ گذرا تھا کہ آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر ابن ملجم نے کاری ضرب لگائي جس کے باعث لشکر بحالت مجبوری واپس کوفہ آگیا۔ (۳۱)

حضرت علی علیہ السلام کے خلاف دہشت پسندانہ سازش

تمام مشکلات اور سختیوں کے باوجود حضرت علی علیہ السلام جس زمانے میں شام کی جانب روانہ ہوئے اور معاویہ سے جنگ کا تدارک کر رہے تھے اسی عرصہ میں چند خوارج بظاہر مراسم حج بیت اللہ ادا کرنے کی نیت سے مکہ میں جمع ہوئے یہاں انہوں نے چند جلسات کی تشکیل کی جس میں ان مقتولین کو یاد کیا جو جنگ نہروان میں کام آگئے تھے ان کے خیال میں وہ لوگ بے قصور مارے گئے تھے اور ان کے قتل کے اصل ذمہ دار حضرت علی علیہ السلام ، معاویہ اور عمرو عاص تھے۔

ان کے خیال میں یہ تینوں ہی حضرات " ائمہ ضلال (گمراہوں کے امام) تھے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ تینوں کا فیصلہ کردیا جائے تاکہ اس طرح باہمی اختلاف ، کشمکش اور ناانصافی کی بیخ

کنی کردیں۔

ان میں سے تین افراد نے اس مقصد کے لئے اپنی زندگی داؤ پر لگادی۔ تاکہ تینوں مذکورہ حضرات کی زندگی کو ختم کردیں حضرت علی علیہ السلام کو قتل کرنے کا ذمہ عبدالرحمن ابن ملجم نامی نے لیا انہوں نے اس سازش کی تکمیل کے لئے باہمی عہد و پیمان کئے اور یہ فیصلہ کیا کہ بتاریخ ۱۹ ماہ رمضان ۴۰ ھ صبح کے وقت وہ اپنی دہشت پسندانہ کاروائي پر عمل درآمد کریں گے اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔

ابن ملجم کوفہ میں داخل ہوا اور اپنی چچازاد بہن قطَام کے گھر پہنچا وہ اس کے ساتھ پہلے بھی چونکہ معاشقہ کرچکا تھا اسی لئے اب اسے اپنی شادی کرنے کا پیغام دیا قطَام خود خوارج میں سے تھی اس کے بھائي اور باپ کا قتل جنگ نہروان میں ہوچکا تھا اسی لئے اس کے دل میں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف سخت عداوت و دشمنی تھی اس نے کہا کہ میں اس شرط پر شادی قبول کرسکتی ہوں کہ ایک کنیز و غلام اور تین ہزار درہم نقد دینے کے علاوہ تو علی علیہ السلام کو قتل کردے اگر تو اس مقصد میں کامیاب ہوگیا تو تو میرے کلیجے کو ٹھنڈا کرے گا اور مجھ سے دادمراد پائے گا اور اگر کہیں تو خود مارا گیا تو تجھے دنیوی نعمتوں سے کہیں زیادہ عظیم اس کا اجر و ثواب ملے گا۔

ابن ملجم نے جب دیکھا کہ یہ عورت اس کام کے لئے بہت زیادہ اصرار کررہی ہے تو اس نے بتادیا کہ میں یہی ناپاک ارادہ لے کر کوفہ سے آیا ہوں۔ (۳۲)

ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ نامی دوسرے شخص سے جو خود بھی خوارج میں سے تھا اس کام میں مدد لی قطام نے وردان بن مجالد کو بھی اس کے ساتھ کردیا تاکہ وہ بھی اس کام میں اس کا مددگار ہوسکے اس نے "اشعث بن قیس" کو بھی اپنا رازدار بنالیا اس شخص نے بھی اس کام کو تمام کرنے کے لئے اس کی حوصلہ افزائي کي (۳۳)

شہادت کا انتظار

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے احادیث نبوی اور علم لدنی کی بنیاد پر یہ پیشین گوئي کردی تھی کہ آپ علیہ السلام کی شہادت ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں واقعہ ہوگی جب ماہ رمضان آگیا تو افطار کے بعد آپ علیہ السلام کبھی امام حسن علیہ السلام کبھی امام حسین علیہ السلام اور بعض راتوں میں حضرت عبداللہ بن عباس کے گھر قیام فرماتے لیکن افطار کے وقت تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے جب اس کی وجہ دریافت کی گئي تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری یہ آرزو ہے کہ خداوند تعالی کا دیدار شکم سیر ہوئے بغیر کروں (۳۴)

ماہ مبارک کی انیسویں شب میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام پر سخت ہیجانی کیفیت طاری تھی آپ علیہ السلام اچانک گھر کے اندر سے نکل کر صحن میں تشریف لے آتے اور وہاں ٹہلنے لگتے اور آسمان کی طرف دیکھتے_آپ علیہ السلام نے سب حاضریں کو بتادیا تھا کہ آج کون سا عظیم حادثہ رونما ہونے والا ہے آپ یہ فرماچکے تھے کہ "خدا کی قسم میں غلط نہیں کہہ رہا رہوں اور مجھے غلط خبر نہیں دی گئي ہے کہ آج کی رات وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا جاچکا ہے (۳۵)

اس رات حضرت علی علیہ السلام تمام وقت بیدار رہےپوری رات تلاوت قرآن مجید اور عبادت میں گذری طلوع فجر سے قبل جب آپ گھر سے مسجد تشریف لے جانے لگے تو راستے میں مرغابیاں آگئیں جنہیں راستے سے دور کردیا گیا اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ انھیں کچھ مت کہو یہ نوحہ و گریہ کر رہیں ہیں (۳۶)

شہادت

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے جو لوگ محو خواب تھے انھیں بیدار کیا کہ خداوند تعالی کی عبادت و مناجات میں مشغول ہوں آپ علیہ السلام نے ابن ملجم کو بھی بیدار کیا (۳۱) وہ تو اول شب سے ہی آپ علیہ السلام کی آمد کا منتظر تھا اوراس وقت خود کو سوتا ہوا بنالیا تھا اس کے بعد

آپ علیہ السلام نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور قلب و زبان کو ذکر خدا میں مشغول کردیا۔

اس وقت شبیب نے چاہا کہ آپ علیہ السلام پر تلوار سے وار کرے مگر اس کی تلوار محراب مسجد سے ٹکرا کر رہ گئي ابن ملجم تباہ کار جلدی سے آگے آیا اس نے اپنی تلوار اوپر اٹھائي اور باواز بلند کہا "الحکم للہ لا لک یا علی و لا لاصحابک" یہ کہہ کر اس نے حضرت علی علیہ السلام کے سر مبارک پر اپنی تلوار اٹھائي جو ٹھیک اسی جگہ لگی جہاں جنگ خندق میں "عمرو بن عبدود" [۳۷] کی تلوار آپ کے سر مبارک پر لگ چکی تھی حق و عدل کا وہ پیکر جو صریح و واضح کفر اور الحاد کے ضربات سے زمین پر نہیں گر سکا تھا آج نفاق اور جہل و تعصب آمیز ظاہری تقدس کے ایک ہی وار سے خاک و خون میں لوٹنے لگا حضرت علی علیہ السلام نے جیسے ہی ضرب شمشیر کو محسوس کیا فرمایا: " فزت و رب الکعبہ" [۳۸] قسم کعبہ کے خدا کی آج میں نے کامیابی حاصل کي۔

آپ علیہ السلام کے فرزندوں اور اصحاب پر تو گویا غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہر طرف سے گریہ و نالہ اور آہ و بکا کی صدائیں سنائي دینے لگیں لوگ سراسیمگی کی حالت میں مسجد کی جانب دوڑے۔

حضرت علی علیہ السلام کا سر مبارک حضرت امام حسن علیہ السلام کی آغوش میں تھا جس سے مسلسل خون جاری تھا زخم کی شدت اور بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ علیہ السلام اب تک بے ہوشی کی حالت میں تھے ابن ملجم بھی پکڑا گیا اور اسے حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا حضرت مجتبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا اے ملعون تو نے پیشوائے مسلمین حضرت علی علیہ السلام کو قتل کردیا کیا نیکی اور خیر خواہی کا بدلہ یہی ہے تو وہی شخص ہے جسے خلیفہ وقت نے پناہ دی اور اپنا مقرب بنایا؟

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے والد محترم کی خدمت میں عرض کیا بابا جان یہ آپ کا اور خدا کا دشمن بحمداللہ گرفتار کرلیا گیا ہے وہ اس وقت آپ کے روبرو حاضر ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے چشم مبارک کو کھولا اور فرمایا کہ تو بہت عظیم سانحہ کا مرتکب ہوا ہے اور تو نے نہایت ہی خطرناک کام کیا ہے کیا میں تیرے لئے برا امام ثابت ہوا؟ ایسی کون سی مہربانی اور بخشش تھی جو میں نے تیرے حق میں روانہ رکھی کیا لطف و مہربانی کا یہی بدلہ وصلہ ہے؟

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ اے فرزند عزیز اپنے اس قیدی کے ساتھ خاطر و مدارات کا سلوک کرنا اور اس کے ساتھ مہربانی و نوازش سے پیش آنا۔

جو کچھ تم کھاؤ اور پیو وہی تم اسے کھلانا اور پلانا اگر میں مرجاؤں تو میرے خون کے قصاص میں اسے قتل کردینا مگر اس کے ناک، کان نہ کاٹنا کیونکہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ اس کتے کے بھی ناک کان نہ کاٹو جس نے تمہیں کاٹا ہے اور اگر میں بچ گیا تو میں ہی جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا اسے معاف کردینے میں مجھے سب پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ ہمارا خاندان وہ خاندان ہے جس نے بڑے بڑے گناہگاروں کو معاف کیا اور ان کے ساتھ ہم بزرگواری کے ساتھ پیش آتے ہیں (۳۹)

حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کو گھر لے آئے لوگ گریہ و نالہ کرتے اور آپ سے رخصت ہوتے عجب کہرام کا عالم تھا لگتا تھا کہ غمگساروں کی جان کھینچ کر لبوں پر آگئي ہے۔

حضرت امام مجتبی علیہ السلام نے بعض اطبا کو جن میں اثیر بن عمرو سکونی سب سے زیادہ ماہر و حاذق طبیب تھے علاج کے لئے بلایا انہوں نے کہا کہ بھیڑ کا تازہ جگر لاؤ اس کی ایک رگ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے زخم کے اندر رکھی اور اسے باہر نکال لیا انہوں نے دیکھا کہ مغز کی سفیدی اس رگ پر لگ گئي ہے اور دم شمشیر کی ضرب نے دماغ تک اثر کیا ہے یہ دیکھ کر اس طبیب نے کہا "یا امیرالمومنین اگر کوئي وصیت کرنا چاہیں تو کردیجئے"(۴۰)

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کو اخلاق حسنہ کی وصیت فرمائي اپنی زندگی کے قابل قدر و قیمت درس انھیں اور تمام مسلمین کو دیئے۔ امور خلافت اپنے فرزند محترم امام حسن علیہ السلام کو تفویض کیئے اور اس کا گواہ اپنے فرزندوں اور بزرگان خاندان کو بنایا کلام مجید اور اپنا اسلحہ آپ کی تحویل میں دیا۔

جب حضرت علی علیہ السلام اپنے فرزندوں کو پند ونصائح کر چکے تو آپ علیہ السلام نے موت کی علامات محسوس کیں اس کے بعد آپ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہوگئے آخری آیت جو آپ کی

زبان مبارک پر آئي وہ یہ تھي۔

﴿فمن یعمل مثقال ذرۃ خیر ایرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شر ایرہ﴾[۴۱]

(پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا)

بتاریخ ۲۱ رمضان ۴۰ ھ اس وقت جب کہ آپ کا سن شریف تریسٹھ برس کا تھا آپ کی روح مقدس و مطہر اس جہان فانی سے پرواز کر کے عالم جاودانی کی جانب عروج کر گئي۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے دیگر بھائیوں اور حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب کی مدد سے اپنے شہید والد محترم کی تجہیز کا انتظام کیا غسل و کفن کے بعد جب کچھ رات گذر گئي تو اس پیکر مقدس کو کوفہ سے باہر لے آئے تمام راستہ جنازے کے پیچھے رہ کر طے کیا اور جنازہ اس جگہ لایا گیا جو آج نجف اشرف کے نام سے مشہور و معروف ہے نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد انتہایی خاموشی کے ساتھ اس پیکر تقدس کو سپرد خاک کر دیا[۴۲]

سلام علیہ یوم ولد و یوم استشھد و یوم یبعث حیا

سلام ہو آپ پر جس دن آپ کی ولادت ہوئي اور جس دن شہید کئے گئے اور جس دن زندہ اٹھائے جائیں گے۔)

سوالات

۱_ معاویہ نے کن محرکات کے تحت دہشت پسند دستے ان مناطق میں بھیجے جہاں حضرت علی علیہ السلام کی حکومت تھي؟

۲_ بسر بن ارطاہ نے جو قتل و غارتگری کی اس کی کچھ مثالیں بیان کیجئے ان کے تجاوز کارانہ اقدام کا حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے کیا رو عمل ہوا؟

۳_ سپاہ عراق پر سپاہ شام کی کامیابی کے کیا عوامل تھے؟ نہج البلاغہ میں بیان کئے گئے حضرت علی علیہ السلام کے اقوال کی روشنی میں اس امر کی وضاحت کیجئے؟

۴_ معاویہ کے حملات اور تجاوز کارانہ اقدامات کا سد باب کرنے کیلئے حضرت علی علیہ السلام کا آخری فیصلہ کیا تھا؟

۵_ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے خوارج نے کیا سازش کی اس اقدام میں کون سے عوامل کارفرما تھے؟

۶_ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے قاتل کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کو اس سلسلے میں کیا پند نصائح کیئے

۷_ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کس تاریخ کو واقع ہوئي شہادت کے وقت آپ کا سن مبارک کتنا تھا؟

حوالہ جات

۱_ یہ کوفہ کے مغرب میں شہر انبار کے نزدیک بستی تھی (معجم البلدان ج ۴ پ ۱۴۶)الغارات ج ۲ /۴۴۵ ، طبری ج ۵ / ۱۳۳ ، کامل ابن اثیرج ۳ / ۳۷۵ ، شرح ابی الحدیدج ۲ / ۳۰۵ _ ۳۰۱

۲_ یہ شہر دریائے فرات کے کنارے بغداد اور انبار کے درمیان واقع تھا (معجم البلدان ۵/ ۴۲۰)

۳_ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۵ ، کامل ابن اثیرج ۳/ ۳۷۶ و الغارات ج ۲ / ۴۶۴

۴_ نہج البلاغہ خ ۲۷

۵_ یہ بستی شام کے اطراف میں شام اور وادی القری کے درمیان اس راستے پر واقع ہے جہاں سے شام و دمشق کے حجاج گذر کر مکہ پہنچتے تھے (معجم البلدان ج ۲ /۶۷)

۶_ تاریخ طبری ج ۵/ ۱۳۴ ، کامل ابن اثیرج ۳/ ۳۷۶ ، تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۹۶

۷_ یہ کوفہ کے راستے میں ایسی بستی تھی جہاں حجاج قیام کرتے تھے یہ خزیمہ سے پہلے اور شقوق کے بعد حجاج کی منزل گاہوں پر واقع تھي_

۸_ یہ جگہ کوفہ کے نزدیک خشکی کی سمت واقع تھی سرزمین طف اور زندان نعمان بن منذر اسی جگہ تھی (معجم البلدان ج ۴/ ۳۷۴)

۹_ تاریخ طبری ج ۵/ ۱۳۵ ، لیکن ثقفی نے الغارات کتاب ج ۳/ ۴۲۲ میں لکھا ہے کہ ضحاک بن قیس نے عمرو بن عمیس نیزاس کے ساتھیوں کو قتل کردیا_

۱۰_ تدمر سرزمین شام کا قدیم شہر تھا یہ جگہ شہر حلب سے پانچ دن کے سفر پر وقع تھی (معجم البلدان)_

۱۱_ تاریخ طبری ج ۵ / ۱۳۵ ، الغارات ج ۲/ ۴۲۵_

۱۲_ ملاحظہ ہو الغارات ج ۲ / ۶۰۰، و دیگر بعد کے صفحات ، نیز شرح ابن ابی الحدید ج ۲/ ۱۴_۷ و الغاتی ۱۶/ ۲۶۶_

۱۳_ نہج البلاغہ خ ۲۵_

۱۴ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ / ۱۶_

۱۵_ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۲۰۰_

۱۶_ انی لعالم بما یصلحکم و یقم اودکم و لکنی لا اری اصلاحکم بافساد نفسی *نہج البلاغہ* خ ۶۹_

۱۷_ *نہج البلاغہ* خ ۱۷_

۱۸_ *نہج البلاغہ* خ ۱۱۹_

۱۹_ *نہج البلاغہ* خ ۱۵۹_

۲۰_ ان کا ذکر سطور ذیل میں آئے گا_

۲۱_ یہ حضرت جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے جنگ جمل میں تو انہوں نے قبیلہ نصر کی فرمانداری کے فرائض بھی انجام دئے لیکن مسئلہ حکمیت کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے برگشتہ ہوگئے اور آپ علیہ السلام کی مخالفت پر اتر آئے_ الغارات ج ۱/ ۳۳۳_ ۳۳۲_

۲۲_ الغارات ج ۱ ۳۳۸_ ۳۳۲_

۲۳_ الغارات ج ۱ ۳۳۲/ ۳۳۹_

۲۴_ الغارات ج ۱/ ۳۳۹_

۲۵_ الغارات جلد ۱، ۳۵۳_ ۳۵۲_ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۳۶۸_ ۳۶۷_

۲۶_ الغارات ج ۱/ ۳۵۹_ کامل ابن اثیر ۳/ ۳۶۹_

۲۷_ "سواد کوفہ" اطراف کوفہ میں وہ جگہ تھی جہاں کھجور کے درخت اس کثرت سے تھے کہ دور سے وہ جگہ سیاہ نظر آتی تھی اسی وجہ سے اسے سواد کہا جاتا تھا یہ جگہ طول ہیں موصل سے آبادان تک اور عرض میں غریب سے علوان تک پھیلی ہوئی تھی (مجمع البحرین ج ۳/ ۷۲)_

۲۸_ الغارات ج ۲/ ۴۸۲، تنقیح المقال ما مقانی ج ۳/ ۲۹۷_

۲۹_ تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۲۰۳_

۳۰_ ملاحظہ ہو نہج البلاغہ کا خطبہ ۱۸۲_

۳۱_ *نہج البلاغہ* خ ۱۸۲، و مناقب ابن شہر آشوب ج ۳/ ۱۹۴_

۳۲_ مروج الذہب ج ۲/ ۴۱۱، بحار ج ۳۲/ ۲۲۸، مقاتل الطالبین ۱۸ تاریخ طبری ج ۵/ ۱۳۳_

۳۳_ حضرت امام جعفر صادق عليه‌السلام سے روایت ہے کہ حضرت علی عليه‌السلام کے قتل میں اشعث بن قیس شرکت تھا اس کی بیٹی نے حضرت امام حسن عليه‌السلام کو زہر دیا اس کا بیٹا محمد بھی حضرت امام حسین عليه‌السلام کے قتل میں شریک تھا بحار ج ۴۲/ ۲۲۶_

۳۴_ بحار ج ۴۲/ ۲۲۴، ارشاد مفید ۱۴_

۳۵_و اللہ ما کذبت و لا کذبت انها معی لیلة التی وعدت فیها بحار ج ۴۲/ ۲۲۶، ارشاد ۱۵_

۳۶_ذروهن فانهن نوائح بحار ج ۴۲/ ۲۲۶، و ارشاد مفید/ ۱۵_

۳۷_ بحار ج ۴۲/ ۲۲۶، ارشاد ص ۱۲_

۳۸_ مناقب ج ۳/ ۳۱۲، بحار ج ۴۲/ ۲۳۹_

۳۹_ بحار الانوار ج ۴۲/ ۲۸۸_۲۸۷_

۴۰_ مقاتل الطالبین ۲۳_

۴۱_ سورہ زلزال آیہ ۶_

۴۲_ بحار الانوار ج ۴۲/ ۲۹۳_

فہرست

عرض ناشر... ۵

حضرت علی_کی زندگي مختلف ادوار... ۶

پہلا سبق.. ۷

ولادت سے حضرت محمد مصطفي ﷺ کے مبعوث بہ رسالت ہونے تک........................... ۷

ولادت.. ۹

پیغمبر ﷺ کے زیر دامن آپ کی پرورش... ۹

بعثت سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت تک.. ۱۱

بے نظیر قربانی.. ۱۲

ہجرت سے آنحضرت ﷺ کی رحلت تک.. ۱۲

علي عليه السلام رسول خدا ﷺ کے امین.. ۱۲

علي عليه السلام رسول خدا ﷺ کے بھائي... ۱۳

علی عليه السلام اور راہ خدا میں جنگ... ۱۴

علي عليه السلام جنگ بدر کے بے نظیر جانباز... ۱۴

حضرت علی عليه السلام رسول ﷺ کے تنہا محافظ... ۱۵

مرحلہ فتح و کامیابی :.. ۱۵

مرحلہ شکست :.. ۱۶

جنگ خندق میں علی عليه السلام کا کردار... ۱۷

علی عليه السلام فاتح خیبر.. ۱۸

امیرالمومنین عليه السلام کی سیاسی زندگی میں جنگجوئي کے اثرات.................................... ۱۹

حضرت علی علیہ السلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی ۲۰
حدیث یوم الدار ۲۱
حدیث منزلت ۲۲
قرآن مجید میں حضرت ہارون کے مقامات و مناصب: ۲۲
حدیث غدیر ۲۳
سوالات ۲۵
حوالہ جات ۲۶
دوسرا سبق ۳۰
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۳۰
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے خلافت ظاہری تک (۱) ۳۱
وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانا ۳۱
غیر متوقع حادثہ ۳۲
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا مسئلہ شیعوں کی نظر میں ۳۲
لاتعلقی ۳۴
لوگوں کا دور جاہلیت کی جانب واپس چلے جانے کا خطرہ ۳۴
شوری ۳۵
وصی اور جانشین کا تقرر ۳۶
سقیفہ میں رونما ہونے والے حالات ۳۷
اس خطبے کے اہم نکات ۳۸
انصار کا ردّ عمل ۳۹

علی علیه السلام کی بیعت کے بارے میں تجویز ۴۰
سقیفہ کے واقعات کے بعد حضرت علی علیه السلام کا رد عمل...... ۴۱
علی علیه السلام نے کیوں عجلت نہیں کي؟ ۴۳
سوالات ۴۵
حوالہ جات ۴۶
تیسرا سبق ۴۸
رسول اکرم صلی الله علیه وآله وسلم کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۲ ...... ۴۸
حضرت علی علیه السلام کے گھر میں پناہ گزیني ۴۹
انصار سے مدد چاہنا ۵۰
حساس صورتحال ۵۰
قیام نہ کرنے کے دلائل اور وجوہات ۵۱
۱_ معقول فوجی طاقت کی کمي ۵۱
۲_ اسلام اور اسلامی وحدت کا تحفظ ۵۲
۳_ جاہلیت کی طرف بازگشت ۵۳
۴_ کینہ توز دشمن ۵۴
بیعت کا انجام ۵۵
مسئلہ فدک ۵۵
فدک پر قابض ہونے کے محرکات ۵۷
۱_ مخالفین کو اپنے جانب متوجہ کرنا ۵۷
۲_ جمع وخرچ کی مد میں کمي ۵۸

۳_ علی علیہ السلام کی اقتصادی قوت کے باعث خطرے کا احتمال............................ ۵۸
مخالفین کی سرکوبی.. ۵۹
شورشوں کا دباجانا.. ۶۱
حضرت فاطمہ علیہا السلام کی وفات.. ۶۱
سوالات.. ۶۳
حوالہ جات.. ۶۵
چوتھا سبق.. ۶۸
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۳.. ۶۸
سرزمین شام و عراق کی فتح.. ۷۰
خلیفہ وقت کی قرآن و سنت سے واقفیت.. ۷۱
حضرت علی علیہ السلام 'اور ابوبکر کی علمی و سیاسی مشکلات.. ۷۱
جانشینی کا تعین.. ۷۲
قلمرو اسلام کی وسعت.. ۷۳
فتوحات کی خوشخبریوں کے اثرات.. ۷۴
حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خلیفہ ثانی کے سیاسی و علمی مشورے.. ۷۵
بنی ہاشم کی گوشہ نشینی.. ۷۶
احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت پر پابندی.. ۷۷
بیت المالک کی تقسیم میں خلیفہ کا رویہ.. ۷۸
خلیفہ دوم کا قتل.. ۷۹
کونسی شوری؟.. ۷۹

مذکورہ شوری کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کی نظر ۸۰
حضرت علی علیہ السلام کی شرکت اور اس کی وجہ ۸۱
عثمان کی خلافت ۸۲
مسلمانوں کا بیت المال ۸۳
حضرت علی علیہ السلام کے پند و نصایح ۸۴
خلیفہ سوم کا قتل ۸۶
حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں عثمان کا قتل (۴۶) ۸۷
پچیس سالہ حکومت خلفاء کے دوران علی علیہ السلام کے کارنامے ۸۸
سوالات ۹۰
حوالہ جات ۹۱
پانچواں سبق ۹۵
خلافت ظاہری سے شہادت تک ۹۵
حضرت علي علیہ السلام کی بیعت ۹۶
بیعت کے بعد لوگوں میں سرور و شادماني ۹۸
قریش کی وحشت و پریشاني ۹۹
گوشہ نشین لوگ ۱۰۰
حضرت علي علیہ السلام کی بیعت کے امتیازات ۱۰۱
سوالات کے جوابات ۱۰۲
حضرت علی علیہ السلام نے کن مقاصد کے تحت حکومت قبول فرمائي ۱۰۳
ابتدائي اقدامات ۱۰۴

نیک اور صالح کارکنوں کا تقرر ۱۰۵
مساوی حقوق کی ضمانت ۱۰۷
لوٹے ہوئے مال کی واپسي ۱۰۸
بدعنوانیوں میں ملوث دولتمندوں کی رخنہ اندازي ۱۱۰
سوالات ۱۱۱
حوالہ جات ۱۱۲
چھٹا سبق ۱۱۵
خلافت ظاہری سے شہادت تک ۲ .... ۱۱۵
ناکثین(حکومت علی علیہ السلام کی مخالفت) ۱۱۶
ناکثین ۱۱۷
موقف میں تبدیلي ۱۱۹
مکہ میں مخالفین کا جمع ہونا ۱۲۱
سپاہ کے اخراجات ۱۲۲
عراق کی جانب روانگي ۱۲۳
سپاہ کی جانب عثمان بن حنیف کے نمایندوں کی روانگي ۱۲۴
پہلا تصادم ۱۲۵
دھوکہ وعہد شکني ۱۲۷
جمل اصغر ۱۲۷
سرداری پر اختلاف ۱۲۸
خبر رسانی ۱۲۹

سوالات.. ۱۳۰
حوالہ جات.. ۱۳۱
ساتواں سبق.. ۱۳۵
خلافت ظاہری سے شہادت تک ۳.. ۱۳۵
حضرت علی علیہ السلام کی بصرہ کی جانب روانگي.. ۱۳۶
ربذہ میں قیام.. ۱۳۸
لشکر کا جاہ وجلال.. ۱۴۰
صلح کی کوشش.. ۱۴۱
لشکر کے لئے دستور العمل.. ۱۴۳
دشمن کو متفرق کرنے کی آخری کوشش.. ۱۴۴
فیصلہ کن جنگ.. ۱۴۵
عام معافي.. ۱۴۸
سوالات.. ۱۵۰
حوالہ جات.. ۱۵۱
آٹھواں سبق.. ۱۵۴
خلافت ظاہری سے شہادت تک ۴.. ۱۵۴
حضرت علي علیہ السلام کی بصرہ کی آمد.. ۱۵۵
جنگ جمل کے ناخوشگوار نتائج.. ۱۵۶
کوفہ دارالحکومت.. ۱۵۸
کوفہ پہنچنے پر علی علیہ السلام کے اقدامات.. ۱۶۰

قاسطین ۱۶۱
معاویہ کی تخریب کاري ۱۶۲
امام علی علیہ السلام کا نمایندہ معاویہ کی جانب ۱۶۳
سرکشی کے اسباب ۱۶۴
۱_ دشمنی اور کینہ ۱۶۴
۲_ حکومت کی آرزو ۱۶۵
۳_ ناکثین کی شورش ۱۶۶
۴_ گزشتہ خلفاء کی دلیل ومثال ۱۶۶
۵_ پروپیگنڈہ ۱۶۷
مشہور و معروف اشخاص کو اپنانا ۱۶۸
سوالات ۱۷۰
حوالہ جات ۱۷۱
نواں سبق ۱۷۳
قاسطین (جنگ صفین) ۱ ۱۷۳
حضرت علی علیہ السلام کا معاویہ کے ساتھ مراسلت میں محرک ۱۷۴
حجاز کی جانب دراز دستي ۱۷۵
نمایندے کی روانگي ۱۷۷
مہاجرین و انصار سے مشورہ ۱۷۸
عمومی فوج ۱۷۹
کمانڈروں کا تقرر ۱۸۱

صفین کی جانب روانگي ۱۸۲
شام میں بحرانی حالات کا اعلان ۱۸۴
پہلا مقابلہ ۱۸۵
پانی پر بندش ۱۸۶
سوالات ۱۸۹
حوالہ جات ۱۹۰
دسواں سبق ۱۹۳
قاسطین (جنگ صفین)۲ .... ۱۹۳
نمائندگان کی روانگي ۱۹۴
دوبارہ وفود کی روانگي ۱۹۵
معاویہ کے نمائندے ۱۹۵
دغہ بازی کمزور کا حربہ ۱۹۶
لشکر کے سرداروں سے ملاقات ۱۹۷
۲_ قاریوں، زاہدوں کی جماعت سے ملاقات ۱۹۷
۳_ سپاہ کے درمیان خلل اندازي ۱۹۸
فیصلہ کن جنگ ۱۹۹
عام جنگ ۲۰۱
قرآن کی طرف دعوت ۲۰۳
معاویہ کہاں ہے؟ ۲۰۴
حضرت علی علیہ السلام میدان کارزار میں ۲۰۶

دوستوں کی حمایت و مدد ۲۰۷
سوالات ۲۰۹
حوالہ جات ۲۱۰
گیارھواں سبق ۲۱۲
قاسطین (جنگ صفین) ۳ .... ۲۱۲
استقامت و پایداری کیلئے نصیحت ۲۱۳
فرار کرنے والوں کی تنبیہ و سرزنش ۲۱۴
جنگ میں مالک کا کردار ۲۱۴
دو حجر کی جنگ ۲۱۵
حریث کا قتل ۲۱۶
آخری تجویز ۲۱۷
بدترین طریقے کا سہارا ۲۱۸
دشمن کے سرداروں کا اعتراف ۲۱۸
پھر دھوکا ۲۱۹
دو لائق سپہ سالاروں کی شہادت ۲۲۱
حضرت عمار کی شہادت کا رد عمل ۲۲۵
سوالات ۲۲۷
حوالہ جات ۲۲۸
بارھواں سبق ۲۳۱
قاسطین (جنگ صفین)۴ .... ۲۳۱

نجات کے لئے کوشش ۲۳۲
آخری فریب ۲۳۴
سپاہ عراق کا رد عمل ۲۳۶
سپاہ عراق میں نظریاتی اختلاف ۲۳۷
مالک کا واپس آنا ۲۴۰
سرکشوں کی سرزنش ۲۴۱
نفاق و حماقت کے خلاف جدوجہد ۲۴۳
حکمیت و ثالثی کی دعوت ۲۴۴
معاویہ کی جانب روانگي ۲۴۵
حکمین (ثالثوں) کا انتخاب ۲۴۶
سوالات ۲۴۸
حوالہ جات ۲۴۹
تیرھواں سبق ۲۵۱
قاسطین (جنگ صفین)۵ .... ۲۵۱
خوارج کی نامزدگي ۲۵۲
حکمیت کا معاہدہ ۲۵۶
جنگ صفین کے عبرت آموز سبق ۲۵۹
جنگ کے نتائج ۲۶۰
سرکشوں کی تشکیل و گروہ بندي ۲۶۲
حضرت علی علیہ السلام خوارج کے درمیان ۲۶۳

منافقین کی تحریکات ۲۶۴
سوالات ۲۶۷
حوالہ جات ۲۶۸
چودھواں سبق ۲۷۰
مارقین_ حکمیت کا نتیجہ و رد عمل ۲۷۰
منصفین کا اجتماع ۲۷۱
حکمیت کا نتیجہ اوراس کا رد عمل ۲۷۲
ج) مارقین ۲۷۵
خوارج کے مقابل حضرت علی علیہ السلام کا موقف(۹) ۲۷۵
منشور ۲۷۸
مجموعی نعرہ ۲۷۹
بغاوت ۲۷۹
معاویہ سے جنگ ۲۸۱
خوارج کے ساتھ جنگ کی ضرورت ۲۸۳
جنگ کا سدّباب کرنے کی کوشش ۲۸۴
سوالات ۲۸۷
حوالہ جات ۲۸۸
پندرھواں سبق ۲۹۱
مارقین_ جنگ نہروان ۲۹۱
دو سپاہ کے درمیان جنگ و نبرد ۲۹۲

جنگ کے بعد.. ۲۹۳
اصل دشمن کی جانب توجہ.. ۲۹۴
غالیوں کا وجود(۸).. ۲۹۵
جنگ نہروان کے نتائج و عواقب.. ۲۹۶
جہاد کی دعوت.. ۲۹۷
حضرت مالک کا صوبہ دا مصر کی حیثیت سے تقرر.. ۲۹۸
حضرت مالک کی شہادت.. ۳۰۰
مصر پر لشکر کشي.. ۳۰۱
محمد بن ابی بکر کی شہادت.. ۳۰۴
لوگوں کی تنبیہ و سرزنش.. ۳۰۵
سوالات.. ۳۰۷
حوالہ جات.. ۳۰۸
سولھواں سبق.. ۳۱۱
نہروان کے بعد.. ۳۱۱
دہشت پسند اور غارتگر گروہ.. ۳۱۲
۱_ نعمان بن بشیر.. ۳۱۳
۲_ سفیان بن عوف.. ۳۱۳
۳_ عبداللہ بن مسعدہ.. ۳۱۵
۴_ ضحاک بن قیس.. ۳۱۵
۵_ بسر بن ارطاہ.. ۳۱۶

حضرت علی علیہ السلام کار و عمل ۳۱۶
معاویہ کے تجاوزکارانہ اقدام کا نتیجہ ۳۱۷
دو متضاد سیاسی روشیں ۳۱۸
فتنہ خریت ۳۲۲
آخرس سعی و کوشش ۳۲۴
حضرت علی علیہ السلام کے خلاف دہشت پسندانہ سازش ۳۲۶
شہادت کا انتظار ۳۲۸
شہادت ۳۲۸
سوالات ۳۳۲
حوالہ جات ۳۳۳